آیاتہا ۱۱۰ سُوْرَۃُ الْکَہْفِ مَکِّیَّۃٌ ۱۸ رکوعاتہا ۱۲

النحاس نے الناسخ میں اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورۂ کہف مکہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الکہف مکہ میں نازل ہوئی۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن الضریس، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیات یاد کیں وہ دجال کے فتنہ سے بچ گیا۔(1)

امام احمد، مسلم، نسائی اور ابوعبید رحمہم اللہ نے فضائل میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات تلاوت کیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہوگیا۔(2)

امام ابوعبید اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیات حفظ کیں پھر دجال نے اسے پالیا تو وہ اسے کچھ نقصان نہ دے گا اور جس نے سورۂ کہف کی آخری آیات حفظ کرلیں قیامت کے روز وہ اس کے لیے نور ہوں گی۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابن الضریس، نسائی، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے سورۂ کہف تلاوت کی اور اس کے گھر میں ایک جانور تھا، وہ بدکنے لگا، پس اس شخص نے دیکھا کہ کہر یا بادل اس پر چھا رہا ہے۔ اس نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں! پڑھ یہ سکینت تھی جو قرآن کی وجہ سے نازل ہو رہی تھی۔(3)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت اسید بن حضیر سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں گزشتہ رات سورۂ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ اچانک کوئی چیز آئی، اس نے میرے منہ کو ڈھانپ لیا...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رکو...... وہ سکینت تھی جو اس وقت آئی جب تم قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔(4)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۂ کہف کی پہلی تین آیات پڑھیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہوگیا۔(5)

امام ابن الضریس، نسائی، ابویعلی اور الرویانی رحمہم اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے سورۂ کہف کی آخری دس آیات پڑھیں وہ اس کے لیے دجال سے بچاؤ (کا باعث) ہوں گی۔

امام ابن امردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 399 (3391)، دارالکتب العلمیہ، بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 446، دار صادر بیروت
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 281
4۔ معجم کبیر، جلد 1، صفحہ 208 (564)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
5۔ جامع ترمذی، ابواب التفسیر، جلد 2، صفحہ 112، وزارت تعلیم اسلام آباد

جس نے سوتے وقت سورۂ کہف کی دس آیات پڑھیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ ہے اور جس نے سوتے وقت اس کی آخری آیات پڑھیں وہ اس کے سر سے قدم تک قیامت کے روز نور (کا باعث) ہوں گی۔

امام ابن مردویہ اور الضیاء رحمہما اللہ نے المختارہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھی وہ ہر قسم کا فتنہ جو آئندہ آٹھ دنوں میں ہوگا، اس سے محفوظ رہے گا اگر دجال نکل آئے گا تو اس سے بھی محفوظ رہے گا۔

امام حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، بیہقی نے سنن میں، طبرانی نے الاوسط میں، ابن مردویہ اور الضیاء رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۂ کہف تلاوت کی وہ اس کے لیے اس کی جگہ سے لے کر مکہ تک نور ہوگی اور جس نے اس کی آخری دس آیات پڑھیں پھر دجال نکل آیا تو وہ اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔ (1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۂ کہف اسی طرح تلاوت کی جس طرح نازل ہوئی ہے تو وہ اس کے لیے قیامت کے روز نور ہوگی۔ (2)

امام الحاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا) اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے روز سورۂ کہف کی تلاوت کی تو وہ اس کے لیے دو جمعوں کے درمیان عرصہ میں نور ہوگی۔ (3)

ابوعبید، سعید بن منصور، دارمی، ابن الضریس، الحاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوسعید الخدری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے سورۂ کہف جمعہ کے روز تلاوت کی تو وہ اس کے لیے اس کے اور بیت اللہ العتیق کے درمیان نور ہوگی۔ (4)

امام حاکم رحمہ اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اسی طرح سورۂ کہف تلاوت کرے گا جیسے نازل ہوئی ہے پھر دجال نکل آئے تو وہ اس پر مسلط نہ ہوگا اور اس کے لیے اس شخص پر غلبہ کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ (5)

امام احمد، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورۂ کہف مکمل پڑھی وہ اس کے لیے زمین سے لے کر آسمان تک نور کا باعث ہوگی۔ (6)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ نے فرمایا: جو جمعہ کے روز سورۂ الکہف تلاوت کرے گا اس کے قدموں کے نیچے سے لے کر آسمان تک اس کے لیے نور پھیل جائے گا وہ قیامت کے روز اس کے لیے روشنی کرے گا اور دو جمعوں کے درمیان جتنے (صغیرہ) گناہ ہوں گے سب معاف کر دیئے جائیں گے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 752 (2072)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 475 (2446)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ معرفۃ السنن والآثار، جلد 4، صفحہ 422 (6686)، دار الوفاء منصورہ

4۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 474 (2444)

5۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 557 (8562)

6۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 439، دار صادر بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ سورت نہ بتاؤں جس کی عظمت نے آسمان اور زمین کے درمیانی حصہ کو بھر دیا ہے اور اس سورت کے کاتب کے لیے اس کی مثل اجر؟ جس نے جمعہ کے روز یہ سورت تلاوت کی تو اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ بخشش دیئے جائیں گے۔ اور جس نے سوتے وقت اس سورت کی آخری دس آیات تلاوت کیں اللہ تعالیٰ اسے (اللہ بیدار کرے گا وہ رات کے جس حصہ میں چاہے)۔ صحابہ کرام نے کہا: حضور! ضرور بتایئے فرمایا وہ سورۂ اصحاب کہف ہے۔

امام سعید بن منصور نے حضرت خالد بن معدان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے سورۂ الکہف امام کے نکلنے سے پہلے ہر جمعہ کو تلاوت کی وہ اس کے اور جمعہ کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہوگی اور اس کا نور بیت اللہ تک پہنچے گا۔

امام ابن الضریس رحمہ اللہ نے حضرت ابوالمہلب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے جمعہ کے روز سورۂ کہف تلاوت کی وہ اس کے لیے آئندہ جمعہ تک (گناہوں) کا کفارہ ہوگی۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سورۂ کہف کو التوراۃ میں الحائلۃ کہا جاتا ہے، یہ اپنے قاری اور آگ کے درمیان حائل ہوگی۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں سورۂ کہف تلاوت کی جاتی ہے اس گھر میں اس رات شیطان داخل نہیں ہوتا۔

امام ابوعبید اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ام موسیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما ہر رات سورۂ کہف تلاوت کرتے تھے وہ سورت آپ کے پاس ایک تختی پر لکھی ہوئی تھی، ہر رات آپ جس جس بیوی کے پاس جاتے وہ تختی آپ کے ساتھ رہتی تھی۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ نے زید بن وہب سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں سورۂ کہف پڑھتے تھے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت صفیہ بن ابی عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فجر کی نماز میں سورۂ اصحاب کہف تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے مسند الفردوس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سورۂ کہف مکمل نازل ہوئی اور اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے۔ (3)

امام ابن اسحٰق، ابن جریر، ابن المنذر، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ (ان دونوں نے دلائل میں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریش نے نضر بن الحارث اور عقبہ بن ابی معیط کو یہود کے علماء کی طرف مدینہ طیبہ بھیجا تا کہ وہ ان سے محمد (ﷺ) کے متعلق دریافت کریں اور ان کی صفات پوچھیں کیونکہ وہ پہلے اہل کتاب ہیں، ان کے پاس جو

1۔ شعب الایمان، جلد 2، صفحہ 475 (2448)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً

3۔ مسند الفردوس، جلد 4، صفحہ 275 (6812)، دار الکتب العلمیہ بیروت

انبیاء کا علم ہے وہ ہمارے پاس نہیں ہے پس وہ دونوں مدینہ طیبہ پہنچے اور یہود کے علماء سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھا، پہلے ان دونوں نے نبی کریم ﷺ کے معاملہ کے متعلق خود بتایا اور کہا کہ تم اہل تورات ہو ہم تمہارے پاس آئے ہیں تاکہ تم ہمیں اس کی نبوت کے معاملہ میں بتاؤ، یہودی علماء نے کہا: تم اس سے تین سوال کرو اگر وہ تینوں سوالوں کے جواب دے دے تو وہ واقعی نبی مرسل ہے۔ اگر وہ جواب نہ دے سکے تو وہ جھوٹا شخص ہے۔ پھر اس کے متعلق تم خود فیصلہ کرو۔ تم اس سے ان جوانوں کے متعلق پوچھو جو پہلے زمانہ میں اپنی بستی چھوڑ کر چلے گئے ان کا معاملہ کیا تھا کیوں کہ عربوں کے نزدیک ان جوانوں کا قصہ بڑا عجیب وغریب تھا۔ دوسرا سوال اس شخص کے متعلق پوچھے جس نے زمین کے مشرق ومغرب کا سفر کیا تھا اس کا واقعہ کیا ہے؟ تیسرا سوال اس سے روح کی حقیقت کے متعلق کرو، اگر وہ ان تینوں سوالوں کا جواب دے دے تو وہ نبی ہے تم اس کی اتباع کرو ورنہ اس کا دعویٰ نبوت من گھڑت اور افتراء عظیم ہے، نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط قریش کے پاس آئے تو انہیں بتایا کہ ہم ایسے تین سوال لائے ہیں جو محمد ﷺ اور ہمارے درمیان تنازعہ اور جھگڑے کو ختم کر دیں گے۔ یہود نے ہمیں چند امور کے متعلق پوچھنے کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں قریش کو سوالات بتائے قریش رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد! (ﷺ) ہمیں ان تین سوالوں کے جواب دو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ان کا جوابات کل دوں گا۔ آپ ﷺ نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ وہ واپس چلے گئے۔ قدرت کی حکمت کا تقاضا تھا کہ پندرہ روز تک وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا نہ کوئی پیام آیا اور نہ کوئی پیامبر۔ اہل مکہ کو زبان طعن دراز کرنے کا موقع مل گیا۔ وحی کے انقطاع سے آپ کو بے حد پریشانی ہوئی اور اہل مکہ کی اذیت آمیز گفتگو سے آپ کا دل مضطرب مزید تکلیف میں مبتلا ہو گیا پندرہ دن کے بعد جبرئیل امین سورۂ کہف کی یہ پہلی آیات لے کر تشریف لائے ان آیات میں ان کی تکلیف دہ باتوں پر پریشانی کا اظہار کرنے پر عتاب بھی تھا اور جو انہوں نے تین سوالات پوچھے تھے ان کے جوابات بھی تھے۔(1)

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت السدی الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح کے سلسلہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش نے پانچ افراد مدینہ طیبہ یہود کے پاس بھیجے جن میں عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بھی تھے۔ انہوں نے یہود سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھا اور انہوں نے آپ کے طرز زندگی اور پیغام اور خصائل وغیرہ بیان کیے۔ یہود نے انہیں بتایا کہ ہم آپ کی صفات، مبعث اور خصائل وغیرہ تورات میں پڑھتے ہیں۔ جس طرح تم ان کی صفات خود بیان کر رہے ہو ان کے مطابق تو وہ نبی مرسل ہی لگتا ہے اور اس کا امر حق ہے۔ پس تم اس کی اتباع کرو، لیکن اس سے تین سوال کرو۔ اگر وہ نبی ہوگا تو دو کے جواب دے گا اور تیرے سوال کا جواب نہ دے گا۔ ہم نے یہی سوال مسیلمہ کذاب سے کیے تھے تو اسے ان کی کوئی خبر نہ تھی۔ نضر بن حارث وغیرہ قریش کے پاس یہود کا پیغام لے کر واپس آئے، تو قریش رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد! ﷺ ہمیں ذوالقرنین کے متعلق بتاؤ جو مشرق ومغرب تک پہنچا تھا۔ ہمیں روح کی حقیقت سے آگاہ کرو، ہمیں اصحاب کہف کے واقعہ کے متعلق خبر دو آپ ﷺ نے فرمایا ان سوالوں کے جوابات کل بتاؤں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 21-220، داراحیاء التراث العربی بیروت

گا۔ آپ ﷺ نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ جبرئیل امین پندرہ روز تک وحی لے کر نہ آئے کیونکہ آپ ﷺ نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ پر (اس) کی تاخیر انتہائی شاق گزری پندرہ روز کے بعد جبرئیل امین قریش کے سوالوں کے جوابات لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: جبرئیل بہت دیر لگا دی، جبرئیل نے کہا کیونکہ آپ نے ان شاء اللہ چھوڑ دی تھی۔ کیا تم ان شاء اللہ نہیں کہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (الکھف: 24) پھر جبرئیل امین نے ذوالقرنین، روح اور اصحاب کہف کی اخبار آپ ﷺ کو بتائیں، آپ ﷺ نے قریش کو بلایا اور انہیں ذی القرنین کا واقعہ بتایا اور روح کے متعلق فرمایا روح میرے رب کا امر ہے۔ فرمایا میرے رب کو علم ہے مجھے اس کا علم نہیں جب آپ ﷺ نے یہودیوں کے قول کے متعلق تیرے سوال کا جواب نہ دیا تو قریش نے کہا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا (القصص: 48) یعنی تورات اور فرقان نے ایک دوسرے کی مدد کی ہے اور کہا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ (القصص) ہم ہر ایک کا انکار کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے انہیں اصحاب کہف کا واقعہ بتایا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس خطبہ کا اکثر حصہ دجال کے متعلق تھا۔ آپ ﷺ نے اس دن ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا ہے اس نے اپنی امت کو (دجال سے) ڈرایا ہے، میں انبیاء میں سے آخری نبی ہوں اور تم امتوں میں سے آخری امت ہو، وہ یقیناً تم میں ظاہر ہوگا، اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہوا تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس کا مقابل ہوں گا اور اگر وہ میرے بعد نکلے تو ہر مسلمان خود اس کا مقابل ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہے۔ وہ عراق یا شام کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں فساد کو برپا کرے گا اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا کیونکہ وہ پہلے کہے گا میں نبی ہوں جب کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اس کی آنکھوں کے درمیان (کافر) لکھا ہوا ہے، ہر مومن اس کو پڑھ لے گا تم میں سے جو اسے ملے اس کے چہرے پر تھوک دے اور سورۂ کہف کی درمیانی آیات پڑھے۔ دجال صرف ایک شخص پر غالب آئے گا پھر اسے قتل کرے گا پھر اسے دوبارہ زندہ کرے گا، وہ اس سے آگے تجاوز نہیں کرے گا اور اس شخص کے علاوہ کسی پر غالب نہیں آئے گا۔ اس کے فتنہ میں سے یہ ہے کہ اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی۔ اس کی آگ جنت ہوگی اور اس کی جنت آگ ہوگی جو اس کی آگ میں مبتلا کیا جائے گا تو اسے چاہیے کہ اپنی آنکھ بند کرلے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے، وہ آگ اس پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوئی تھی، اس کے ایام چالیس ہوں گے اس کا ایک دن سال کی طرح ہوگا، ایک دن مہینہ کی طرح ہوگا، ایک دن جمعہ کی طرح ہوگا اور ایک دن کئی ایام کی طرح ہوگا اور اس کے ایام کا آخری یوم سراب کی طرح ہوگا۔ ایک شخص مدینہ کے ایک دروازہ پر صبح کرے گا تو دوسرے دروازہ تک پہنچنے سے پہلے اسے شام ہو جائے گی۔ صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! ﷺ اتنے چھوٹے دنوں میں ہم نمازیں کیسے پڑھیں گے؟ فرمایا تم نمازوں پر اسی طرح قادر ہو گے جیسے تم لمبے ایام میں قادر ہوتے ہو۔ (1) واللہ اعلم۔

1۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 146 (7644)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ﴿1﴾ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَ یُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ﴿2﴾ مَّاکِثِیۡنَ فِیۡہِ اَبَدًا ﴿3﴾ وَّ یُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ﴿4﴾ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّ لَا لِاٰبَآئِہِمۡ ؕ کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاہِہِمۡ ؕ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا ﴿5﴾

”سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے نازل فرمائی اپنے (محبوب) بندے پر کتاب اور نہیں پیدا ہونے دی اس میں ذرا کجی۔ (اور معاش و معاد کو) درست کرنے والی ہے تاکہ ڈرائے سخت گرفت سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور یہ مژدہ سنائے ان اہل ایمان کو جو کرتے ہیں نیک اعمال کہ بے شک ان کے لیے بہت عمدہ جزا ہے۔ وہ ٹھہریں گے اس (جنت) میں تا ابد اور تاکہ ڈرائے ان (نادانوں) کو جو یہ کہتے ہیں کہ بنالیا ہے اللہ تعالیٰ نے (فلاں کو اپنا) بیٹا۔ نہ انہیں اللہ تعالیٰ (کی ذات وصفات) کا کچھ علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو، کتنی بڑی ہے وہ بات جو نکلتی ہے ان کے مونہوں سے، وہ نہیں کہتے ہیں مگر (سرتاسر) جھوٹ“۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت علی کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ﴿1﴾ قَیِّمًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کو عدل والا اور معاش و معاد کو درست کرنے والی بنایا ہے، اس میں کسی قسم کی کجی اور ٹیڑھے پن کا دخل نہیں۔ (1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے بندے پر اس کتاب کو نازل کیا جو معاش و معاد کو درست کرنے والی ہے اور اس نے اس میں کسی قسم کی کجی نہیں رکھی۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: قَیِّمًا کا معنی مُسۡتَقِیۡمًا (سیدھا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بَاۡسًا شَدِیۡدًا کا معنی عَذَابًا شَدِیۡدًا روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مِّنۡ لَّدُنۡہُ کا معنی مِنۡ عِنۡدِہٖ (اپنے پاس سے) روایت کیا ہے۔

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِہِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا ﴿6﴾

”تو کیا آپ (فرط غم سے) تلف کردیں گے اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائے اس قرآن کریم پر،

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 219، داراحیاء التراث العربی بیروت

افسوس کرتے ہوئے''۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عتبہ، شیبہ، ابوجہل بن ہشام، نضر بن الحارث، عاص بن وائل، اسود بن مطلب اور ابوالبختری قریش کی ایک مجلس میں جمع تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری دل سوزی اور اخلاص کے ساتھ کفار کو دعوت توحید دی تو انہوں نے اس پیکر خلوص کی دعوت حق کو قبول کرنے کی بجائے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیا اور صبح وشام طعن وتنقید ان کا مشغلہ بن گیا اس غیر منصفانہ طرز عمل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیق ورحیم دل کو بہت تکلیف ہوئی خلوص آمیز تبلیغ کی تضحیک وانکار آپ کے لیے نہایت پریشانی اور قلق کا باعث تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کا معنی قَاتِلٌ نَفْسَكَ (اپنے نفس کو قتل کرنے والا) روایت کیا ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر سے اور عبد بن حمید نے حضرت مجاہد سے یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے، بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سے مراد قرآن ہے اور اَسَفًا کا معنی حَزِيْنًا (افسوس کرتے ہوئے) روایت کیا ہے، یعنی آپ اپنے نفس کو تلف کردیں گے افسوس کرتے ہوئے اگر یہ ایمان نہ لائے۔

عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے اَسَفًا کا معنی جَزَعًا (غم واندوہ کا اظہار کرتے ہوئے) روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں منع فرمایا ہے وہ لوگوں پر ان کے گناہوں کے سبب افسوس کریں۔(2)

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا قَاتِلٌ نَفْسَكَ۔

لبید بن ربیعہ نے اس معنی میں یہ لفظ استعمال کیے ہے۔

لَعَلَّكَ يَوْماً ان فَقَدْتَ مَزَارَهَا   عَلٰى بُعْدِهٖ يَوْماً لِنَفْسِكَ بَاخِعُ

''اگر تو نے اس کے مزار کو اس کے بعد کی وجہ سے نہ پایا تو تم اپنے نفس کو قتل کر دو گے''۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۞ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۞

''بے شک ہم نے بنایا ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں اس کے لیے باعث زینت وآرائش تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے اور ہم ہی بنانے والے ہیں ان چیزوں کو جو زمین پر ہیں (ویران

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 224   2۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 325 (1652)، دار الکتب العلمیہ بیروت

کر کے) چٹیل میدان، غیر آباد"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا کے تحت روایت کیا ہے کہ جو کچھ زمین پر ہے اس کو زمین کے لیے باعث زینت بنایا۔(1)

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ مَا سے مراد مرد ہیں۔ یعنی ہم نے زمین پر مردوں کو زمین کی زینت بنایا۔

امام ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام ابونصر السجزی نے الابانۃ میں ابن عباس سے اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ ہم نے علماء کو زمین کی زینت بنایا۔

ابن ابی حاتم نے الحسن سے یہ روایت کیا ہے کہ نیک صالح بندوں کو اور اطاعت شعار لوگوں کو ہم نے زمین کی زینت بنایا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تو میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کیا معنی ہے؟ فرمایا تا کہ وہ آزمائے کہ تم میں سے کون از روئے عقل بہتر ہے اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے کون زیادہ پرہیز کرنے والا ہے اور اطاعت الٰہی میں کون تیزی دکھانے والا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے لِنَبْلُوَهُمْ کا معنی لِنَخْتَبِرَهُمْ (تا کہ ہم آزمالیں) روایت کیا ہے اور اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا کا معنی اَيُّهُمْ اَتَمُّ عَقْلًا (یعنی کون از روئے عقل کے کامل ہے) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الحسن سے اس کا معنی روایت کیا ہے: تم میں سے کون زیادہ دنیا کو ترک کرنے والا ہے۔

امام سفیان ثوری سے ابن ابی حاتم نے یہ معنی روایت کیا ہے کہ دنیا سے کون زیادہ عدم دلچسپی کا اظہار کرنے والا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا کے تحت روایت کیا ہے کہ ہم زمین کے اوپر کی ہر چیز کو تباہ و برباد کرنے والے ہیں۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ صَعِيْدًا سے مراد مٹی ہے اور جُرُزًا سے مراد وہ میدان ہے جس میں کھیتی نہ ہو۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جُرُزًا سے مراد بنجر اور غیر آباد ہے۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝٩
اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ
هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝١٠ فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ
عَدَدًا ۙ۝١١ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا ۝١٢

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 226، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 226

''کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری ان نشانیوں میں سے ہیں جو تعجب خیز ہیں (یاد کرو) جب پناہ لی ان جوانوں نے غار میں پھر انہوں نے دعا مانگی اے ہمارے رب! ہمیں مرحمت فرما اپنی جناب سے رحمت اور مہیا فرما ہمارے اس کام میں ہدایت۔ پس ہم نے بند کر دیئے ان کے کان (سننے سے) اس غار میں کئی سال تک جو گنے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے انہیں بیدار کر دیا تا کہ ہم دیکھیں کہ ان دوگروہوں میں سے کون صحیح شمار کر سکتا ہے اس مدت کا جو وہ (غار میں) ٹھہرے تھے''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک سے روایت کیا ہے کہ **الْكَهْفِ** اس غار کو کہتے ہیں جو وادی میں ہوتی ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے حضرت ابن عباس سے **الرَّقِيْمِ** کا معنی الکتاب روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت العوفی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے **الرَّقِيْمِ** کا معنی وادی روایت کیا ہے جو فلسطین اور ایلہ کے قریب ہے۔(1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ **الرَّقِيْمِ** کیا ہے کتاب ہے یا کوئی عمارت ہے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **الرَّقِيْمِ** کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں: یہ وہ کتاب ہے جس میں ان کا واقعہ بیان ہوا ہے اور بعض فرماتے ہیں: اس سے مراد وادی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: **الرَّقِيْمِ** سے مراد لکھی ہوئی تختی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **الرَّقِيْمِ** سے مراد پتھر کی وہ تختی ہے جس پر اصحاب کہف کا واقعہ اور ان کا معاملہ لکھا ہوا تھا پھر وہ غار کے دروازے پر رکھی گئی تھی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی سے روایت کیا ہے کہ جب اصحاب کہف کے اسماء ایک پتھر پر لکھے گئے، بادشاہ نے وہ اسماء لکھوائے تھے۔ اس نے یہ بھی لکھوایا کہ یہ ملک ربوس کے دور میں فوت ہوئے تھے پھر اس نے شہر کی دیوار کے دروازے پر اس تختی کو لگا دیا۔ پس جو شہر میں داخل ہوتا یا باہر نکلتا تو وہ اس تختی کو پڑھتا۔ **اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ** سے یہی مراد ہے۔

امام سعید بن منصور، عبد الرزاق، الفریابی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الزجاجی نے امالی میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ **الرَّقِيْمِ** کیا ہے۔ میں نے کعب سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ اس بستی کا نام ہے جس سے وہ لوگ نکلے تھے۔(3)

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سارے قرآن کا مفہوم جانتا ہوں سوائے چار کلمات کے (۱) غسلین (۲) حنانا (۳) الاواہ (۴) **الرَّقِيْمِ**۔(4)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 229 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 230

3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 325 (1654)، دار الکتب العلمیہ بیروت 4۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 326 (1655)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الرَّقِيْمِ سے مراد کتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ میں نے آپ کو علم، سنت اور کتاب کی نعمت عطا کی ہے وہ اصحاب کہف ورقیم کی شان سے افضل ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے وہ ان کو نشانیوں میں سے تعجب خیز نشانی سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ہماری تعجب خیز نشانیوں میں سے نہیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ ہماری تعجب خیز نشانیوں سے نہیں ہیں وہ تو بادشاہوں کے بیٹے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو جعفر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اصحاب کہف نقدی کی تجارت کرنے والے تھے۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اصحاب الرقیم کے متعلق سوال کرتے ہوئے سنا'' تین افراد ایک غار میں داخل ہوئے تو ایک پتھر پہاڑ سے لڑھک کر ان کی غار کے منہ پر آ گیا اور ان پر نکلنے کا راستہ بند کر دیا، ان میں سے ایک نے کہا تم اپنے اپنے اچھے عمل کا ذکر کرو شاید اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ ان میں سے ایک نے کہا ہاں، میں نے ایک مرتبہ اچھا عمل کیا تھا۔ میرے بہت سے مزدور تھے جنہیں میں نے اپنے کام کے لیے اجرت پر حاصل کیا تھا۔ ہر ایک کے لیے ایک مخصوص اجر تھا۔ ایک دن میرے پاس ایک شخص آیا۔ اس وقت تقریباً نصف دن گزر چکا تھا۔ میں نے اس کو بقیہ دن کام کرنے کے لیے اجرت پر لگا دیا اور بقیہ دن کی جو مزدوری دوسرے کام کرنے والوں کو ملے گی اس کو بھی اتنی ہی ملے گی۔ باقی افراد کو پورا دن کام کرنا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں جتنی اجرت دوسرے پورا دن کام کرنے والوں کو دوں گا اس کے لیے میں اس میں سے کمی نہیں کروں گا۔ پورا دن کام کرنے والوں میں سے ایک نے کہا تو اس کو بھی میری مثل اجرت دے رہا ہے جب کہ اس نے صرف آدھا دن کام کیا ہے۔ میں نے اسے کہا: میں نے جو تیرے ساتھ شرط رکھی تھی اس میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔ میرا اپنا مال ہے اس میں جیسے چاہوں تصرف کروں۔ وہ شخص ناراض ہو گیا اور اپنی اجرت کو چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کا حق گھر میں علیحدہ کر کے رکھ دیا، جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر میرے پاس سے ایک گائے کا ریوڑ گزرا۔ میں نے اس شخص (مزدور) کے لیے چھوٹے چھوٹے گائیوں کے بچے خریدے۔ وہ بڑھتے رہے وہ بڑھ گئے جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر بہت عرصہ بعد وہ شخص میرے پاس سے گزرا جب کہ وہ بوڑھا ضعیف ہو چکا تھا۔ میں اسے نہیں پہچانتا تھا۔ اس نے مجھے کہا میرا تیرے پاس حق ہے، مجھے یاد نہ آیا حتی کہ اس نے مجھے یاد دلایا۔ میں نے کہا ہاں ہے۔ میں تو تیری تلاش میں تھا۔ میں نے اس کو وہ سارا مال پیش کیا جو اللہ تعالیٰ نے ان گائیوں میں سے پیدا کیا تھا۔ میں نے کہا یہ گائیں تیرا حق ہیں۔ اس نے کہا اللہ کے بندے! تو میرے ساتھ مزاح نہ کر، تو مجھ پر صدقہ نہ کر، تو مجھے میرا حق ادا کر دے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں تجھ سے مزاح نہیں کر رہا یہ تیرا ہی

حق ہے۔ میں نے وہ مال اسے پیش کر دیا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں سچا ہوں اور میں نے یہ سب کچھ تیری رضا کے لیے کیا تھا ہم سے یہ پتھر ہٹا دے۔ پس پتھر تھوڑا سا کھل گیا حتیٰ کہ انہوں نے کچھ روشنی دیکھ لی۔

دوسرے نے کہا میں نے بھی ایک مرتبہ ایک نیکی کی تھی۔ وہ اس طرح کہ میرے پاس اضافی مال تھا۔ لوگوں کو شدت اور سختی کا سامنا ہوا۔ ایک عورت میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے نیکی اور خیر کا سوال کیا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! تم اپنا آپ میرے حوالے کر دو تو میں تجھ سے نیکی کروں گا۔ اس نے انکار کیا پھر دوبارہ آئی۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیا۔ میں نے کہا تم اپنا آپ میرے حوالے کر دو تب مال ملے گا ورنہ نہیں۔ اس نے انکار کر دیا۔ پھر وہ تیسری مرتبہ آئی مجھے خدا کا واسطہ دیا۔ میں نے انکار کر دیا میں نے کہا تم اپنا آپ میرے حوالے کر دو تو مال ملے گا ورنہ نہیں۔ اس نے میری خواہش پوری کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے یہ صورت حال اپنے خاوند سے گوش گزار کی۔ خاوند نے کہا اس کی بات مان لے اور اپنے بچوں کی مدد کر، جب اس نے سخت حالات دیکھے تو اس نے اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا، جب میں نے اس کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا تو اس عورت نے کہا میں اللہ رب العالمین سے ڈرتی ہوں۔ میں نے کہا تو اس بھوک اور شدت کے عالم میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے جبکہ میں خوشحالی میں اس سے نہیں ڈرتا؟ میں نے اس عورت کو اتنا مال دیا جو اسے اور اس کی اولاد کے لیے کافی تھا (اور میں بدکاری سے باز آ گیا) اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے (بدکاری کے ترک کرنے) کا عمل تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر ہٹا دے۔ پتھر تھوڑا سا مزید ہٹ گیا حتیٰ کہ انہوں نے مزید روشنی دیکھی اور انہیں راستہ کے کھل جانے کا یقین ہو گیا۔

تیسرے نے کہا: میں نے بھی ایک دفعہ نیکی کی تھی۔ میرے دو بوڑھے والدین تھے۔ وہ بڑھاپے کو پہنچ چکے تھے۔ میرا بکریوں کا ریوڑ تھا جنہیں میں چراتا تھا۔ میں اپنی بکریوں اور اپنے والدین کے درمیان آتا جاتا رہتا تھا۔ میں انہیں دودھ پلاتا اور سیر کرتا تھا۔ پھر اپنی بکریوں کی طرف لوٹ جاتا تھا۔ ایک دن سخت بارش آئی جس کی وجہ سے میں رک گیا۔ میں اپنے والدین کے پاس دیر سے پہنچا، میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا، میں اپنے کمرے میں داخل نہ ہوا حتیٰ کہ میں نے بکریوں کو دوھ لیا۔ پھر میں اپنے والدین کے پاس گیا تاکہ انہیں دودھ پلاؤں تو وہ سوئے ہوئے تھے۔ مجھے ان کو بیدار کرنا بھی اچھا نہ لگا اور اپنی بکریوں کو اکیلے چھوڑنا بھی میرے لیے باعث پریشانی تھا۔ میں والدین کے سرہانے بیٹھا رہا اور دودھ کا برتن میرے ہاتھ پر تھا حتیٰ کہ وہ صبح کے وقت بیدار ہوئے۔ میں نے انہیں اس وقت دودھ پیش کیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ پتھر ان سے ہٹا دیا اور وہ تمام اپنے اپنے گھر والوں کے پاس چلے گئے۔

امام احمد اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلے لوگوں میں تین افراد تھے جو اپنے گھر والوں کے لیے خوراک طلب کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ باہر تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ وہ دوڑ کر ایک غار میں چلے گئے۔ اچانک ایک چٹان گری جس کے ساتھ غار کا منہ بند ہو گیا حتیٰ کہ انہیں کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا پتھر گرا ہے اور اثر مٹ چکا ہے ہمارے اس جگہ ہونے کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ

سے اپنے کسی اچھے عمل کا واسطہ دے کر دعا کرو۔ ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میرے والدین تھے میں ان کے لیے برتن میں دوودھ دوھ کر ان کے پاس لاتا تھا۔ جب میں انہیں سویا ہوا پاتا تھا تو میں ان کے سرہانے کھڑا رہتا تھا۔ میں ان کو جگانا پسند نہیں کرتا تھا حتی کہ وہ خود جب چاہتے بیدار ہوتے تھے، اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رحمت کی امید اور تیرے عذاب کے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو ہم سے یہ مصیبت دور فرما۔ پس پتھر کا تیرا حصہ زائل ہو گیا۔

دوسرے نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور اس کام پر لیا تھا جو وہ کام کرتا تھا۔ وہ میرے پاس اجرت لینے کے لیے آیا تو میں اس پر ناراض ہوا اور اسے جھڑکا وہ اجرت چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کو جمع رکھا پھر اس کی تجارت کی حتی کہ وہ بہت سا مال بن گیا۔ پھر عرصہ دراز گزر گیا میں چاہتا تو اسے اپنا پہلا مال دیتا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رحمت کی امید اور تیرے عذاب کے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو ہم سے یہ مصیبت دور فرما۔ پس پتھر کا دو ثلث ہٹ گیا۔

تیسرے نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ ایک عورت مجھے پسند آئی تھی پس اس کے لیے میں نے پیسے مقرر کیے تھے۔ جب میں اس کے ساتھ بدکاری پر قادر ہوا (تو بدکاری نہ کی) اسے چھوڑ دیا اور اس کے مقرر کردہ پیسے بھی دے دیئے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رحمت کی امید اور تیرے عذاب کے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو ہم سے یہ مصیبت دور کر دے۔ پس وہ پتھر ہٹ گیا اور وہ باہر نکل آئے۔ (1)

امام بخاری، مسلم، نسائی اور ابن المنذر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے تین افراد جا رہے تھے کہ اچانک بارش آ گئی۔ انہوں نے (بچاؤ کے لیے) ایک غار میں پناہ لی۔ (تقدیر الٰہی سے) غار کا منہ بند ہو گیا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی سوائے سچائی کے۔ پس ہر شخص اس عمل کے واسطہ سے دعا مانگے جس کے متعلق اسے یقین ہے کہ وہ اس میں سچا ہے۔ پس ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میرا ایک مزدور تھا جو ایک فرق چاول کے عوض مزدوری کرتا تھا۔ وہ اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میں نے اس فرق چاول کو کاشت کیا۔ وہ اتنے ہو گئے کہ میں نے ان سے ایک گائے خریدی (پھر عرصہ دراز کے بعد)۔ وہ شخص اپنی اجرت طلب کرنے کے لیے میرے پاس آیا۔ میں نے اسے کہا کہ یہ تمام گائیں لے جا، اس نے کہا: میرا تو فقط تیرے پاس ایک فرق چاول تھا۔ میں نے اسے کہا یہ تمام گائیں لے جا کیونکہ یہ تمام اس ایک فرق کی وجہ سے بڑھی ہیں۔ پس وہ تمام لے گیا۔ اگر تو جانتا ہے کہ یہ سب عمل میں نے تیرے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر ہٹا دے۔ پس ان سے تھوڑا سا پتھر سرک گیا۔

دوسرے نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میرے دو بوڑھے والدین تھے، میں ہر رات ان کے پاس اپنی بکریوں کا دودھ لے کر آتا تھا۔ میں نے ایک رات دیر لگا دی میں پہنچا تو وہ دونوں سو چکے تھے۔ میرے بچے بھوک کی وجہ سے بلکتے رہتے تھے لیکن میں انہیں دودھ نہیں پلاتا تھا جب تک کہ میرے والدین نہیں پی لیتے تھے۔ میں نے انہیں بیدار کرنا ناپسند کیا اور میں نے یہ بھی ناپسند کیا کہ میں ان کو چھوڑ کر (چلا جاؤں) اور وہ دودھ پینے سے عاجز و محروم رہیں، میں انتظار کرتا رہا حتی کہ فجر طلوع

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 143، دار صادر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہوگئی۔ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری حیثیت کی وجہ سے کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر دور فرما دے، پتھر تھوڑا اور ہٹ گیا حتی کہ انہوں نے آسمان دیکھ لیا۔

تیسرے نے کہا: اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میری ایک چچا کی بیٹی تھی۔ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے اس سے مطلب براری کے لیے کہا تو اس نے انکار کیا مگر یہ کہ میں اسے سو دینار عطا کروں۔ میں نے اسے طلب کیا حتی کہ میں نے وہ دینار جمع کر لیے) پھر میں وہ دینار اس کے پاس لے آیا اور میں نے اسے پیش کر دیئے۔ اس نے مجھے اپنے نفس پر قدرت دے دی۔ جب میں اس کی ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ سے ڈر اور انگوٹھی کو نہ توڑ مگر حق کے ساتھ۔ میں کھڑا ہو گیا اور اپنا سو دینار بھی چھوڑ دیا۔ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیرے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو ہم سے یہ پتھر دور فرما دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راستہ کھول دیا اور باہر نکل آئے۔ (1)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نے حضرت امیر معاویہ کی معیت میں شام کی طرف مضیق کے غزوہ میں شریک ہوئے۔ ہم اس غار کے پاس سے گزرے جس میں اصحاب کہف تھے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ حضرت امیر معاویہ نے کہا کاش ہمارے لیے ان کا انکشاف ہو جاتا تو ہم دیکھ لیتے۔ ابن عباس نے انہیں فرمایا: تیرے لیے ایسا نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی روک دیا تھا جو تجھ سے بہتر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (الکہف: 18) ''اگر تو جھانک کر انہیں دیکھے تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو اور تو بھر جائے ان کے (منظر) کو دیکھ کر ہیبت سے''۔ حضرت امیر معاویہ نے کہا میں نہیں باز آؤں گا حتی کہ ان کے متعلق جان لوں، انہوں نے چند افراد بھیجے اور انہیں کہا کہ جاؤ اور غار کے اندر داخل ہو کر دیکھو۔ وہ گئے۔ جب غار کے اندر داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی ہوا چلا دی جس نے انہیں باہر نکال دیا۔ ابن عباس کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے متعلق بیان فرمایا، فرمایا وہ ایک جابر بادشاہ کی مملکت میں رہتے تھے جو بتوں کی پوجا کرتا تھا۔ اس نے لوگوں کو بھی بتوں کی پوجا کرنے پر مجبور کیا۔ یہ نوجوان شہر میں رہتے تھے، جب انہوں نے بادشاہ کی طرف سے سختی دیکھی تو وہ اس شہر سے نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک غیر مقرر جگہ پر اکٹھا کر دیا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: تم کہاں جا رہے ہو، کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے بات ایک دوسرے سے چھپانی چاہی کیونکہ ہر ایک یہ نہیں جانتا تھا کہ دوسرا کس مقصد کے لیے باہر نکلا ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے عہد لیا کہ ایک دوسرے کو سچی بات بتائیں گے۔ اگر تو وہ ایک بات پر جمع ہوئے تو بہتر ورنہ دوسرے کی بات کو چھپا کر رکھیں گے۔ پس وہ ایک بات پر جمع ہوئے۔ فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 493، وزارت تعلیم اسلام آباد

36/ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا(الکہف) وہ بیٹھ گئے اوران کے گھر والے انہیں تلاش کر رہے تھے کہ وہ کہاں چلے گئے۔معاملہ بادشاہ کے پاس لایا گیا۔اس نے کہا آج کے دن ان لوگوں کی ایک شان ہوگی،لوگ نکلے وہ بادشاہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں چلے گئے،اس نے تانبے کی ایک تختی منگوائی اوراس میں ان نوجوانوں کے نام لکھ کر اپنی الماری میں رکھ دی۔اس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ۔رقیم سے مراد وہ تختی ہے جس پران کے نام لکھے گئے تھے۔وہ نوجوان چلتے چلتے ایک غار میں داخل ہوگئے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے کان غار میں کچھ سننے سے بند کردیئے اگر سورج ان پر طلوع ہوتا یعنی ان پر دھوپ پڑتی تو وہ انہیں جلادیتا اوراگر وہ کروٹیں نہ بدلتے تو زمین ان کے جسموں کو کھا جاتی۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَ تَرَى الشَّمْسَ الآیہ(تو دیکھے گا سورج کو جب وہ ابھرتا ہے تو وہ ہٹ کر گزرتا ہے)پھر وہ بادشاہ چلا گیا اور دوسرا بادشاہ آگیا۔اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور بتوں کی عبادت ترک کردی،اس نے لوگوں میں عدل کیا۔پس اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ سے انہیں بیدار کردیا۔قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ،ان میں ایک کہنے والے نے کہا تم یہاں کتنی مدت ٹھہرے،بعض نے کہا ہم ٹھہرے ہوں گے ایک دن،بعض نے کہا دودن،بعض نے زیادہ مدت کا ذکر کیا۔ان میں سے جو عمر میں بڑا تھا۔اس نے کہا اختلاف نہ کرو کیونکہ جس قوم نے بھی اختلاف کیا وہ ہلاک ہوگئی،تم ایک ساتھی کو سکہ دے کر اس شہر کی بھیجو،وہ گیا تو اس نے ہر چیز عجیب وانوکھی دیکھی۔وہ ایک نان بائی کے پاس گیا۔اس کی طرف اس نے درہم پھینکا اوران کے دراہم اونٹنی کے بچے کی شکل کے بنے ہوئے تھے۔نان بائی نے درہم کو عجیب خیال کیا اور پوچھا یہ درہم تمہیں کہاں سے ملا ہے؟تو نے کوئی خزانہ پایا ہے مجھے وہ بتادے ورنہ میں تمہارا معاملہ بادشاہ کے پاس پہنچاتا ہوں،اس شخص نے کہا کیا تو مجھے امیر سے ڈراتا ہے۔وہ نان بائی امیر کے پاس آیا۔اس نے پوچھا تیرا باپ کون ہے؟اس نے کہا فلاں،وہ اسے نہ پہچان سکا۔امیر نے پوچھا کس بادشاہ کے دور کا ہے۔اس نے کہا فلاں۔وہ بادشاہ کو بھی نہ پہچان سکا۔لوگ جمع ہوگئے اوران کا معاملہ ایک عالم کے پاس لے گئے۔اس نے اس سے پوچھا تو اس نے اسے بھی وہی جواب دیئے(لیکن کوئی پہچان نہ ہوسکی)امیر نے کہا میرے پاس ایک تختی ہے وہ لے آؤ۔اس نے اپنے ساتھیوں کے نام بتائے تو وہ اس تختی پر لکھے ہوئے تھے۔اس نے لوگوں سے کہا:اللہ تعالیٰ نے تمہارے بھائیوں پر رہنمائی کی ہے۔وہ تمام سوار ہوکر چل پڑے حتی کہ غار تک پہنچ گئے۔جب غار کے قریب پہنچے تو نوجوان نے کہا تم یہاں ٹھہرو میں اپنے ساتھیوں کے پاس جاتا ہوں،تم ہجوم نہ کرو ورنہ وہ تم سے ڈرجائیں گے۔وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ہے۔لوگوں نے کہا تم ہمارے پاس باہر آجاؤ گے۔اس نے کہا ہاں ان شاء اللہ میں باہر آؤں گا۔وہ اندر داخل ہوا تو لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں چلا گیا۔وہ ان سے گم ہوگیا۔لوگوں نے اسے تلاش کرنے کی پوری کوشش کی لیکن وہ ان جوانوں تک پہنچنے پر قادر نہ ہوئے۔ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۚ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا (کہف:21)لوگوں نے کہا ہم ان پر ایک مسجد تعمیر کریں گے،پس لوگوں نے وہاں ایک مسجد تعمیر کی۔لوگ ان کے لیے دعا اور استغفار کرتے تھے۔

امام عبدالرزاق اورابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:اصحاب کہف بادشاہوں کے بیٹے تھے۔اللہ

تعالیٰ نے انہیں اسلام کی دولت سے نوازا تھا۔ پس انہوں نے اپنے دین کے ساتھ پناہ لی۔ وہ لوگوں سے جدا ہو گئے حتی کہ وہ ایک غار میں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کان سننے سے بند کر دیئے۔ وہ ایک طویل مدت غار میں ٹھہرے رہے حتی کہ ان کی امت ہلاک ہوگئی اور دوسری امت آ گئی، اس کا بادشاہ مسلمان تھا، ان کا روح اور جسم میں اختلاف ہوا۔ ایک کہنے والے نے کہا روح اور جسم دونوں اٹھائے جائیں گے، کسی دوسرے نے کہا روح کو اٹھایا جائے گا جسم کو تو مٹی کھا جاتی ہے۔ وہ کچھ بھی نہیں ہوتا ان کے بادشاہ پر یہ اختلاف شاق گزرا۔ اس نے ٹاٹ کا لباس پہن لیا اور راکھ پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اے میرے پروردگار! ان لوگوں کا اختلاف تو دیکھ رہا ہے، ان کے لیے کوئی نشانی بھیج دے جو ان کے اختلاف کو ختم کر دے اور مسئلہ کو واضح کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اصحاب کہف کو اٹھایا، اصحاب کہف نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا تا کہ وہ کھانا خرید لائے، وہ بازار میں داخل ہوا۔ جب اس نے اجنبی چہرے دیکھے، راستے پہچانے اور ایمان کو شہر میں غالب دیکھا تو وہ چھپ کر چلنے لگا حتی کہ وہ ایک شخص کے پاس آیا اور اس سے کھانا خریدنا چاہا، جب اس شخص نے وہ سکہ دیکھا تو اسے بڑا عجیب لگا۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا وہ چھوٹے اونٹ کی طرح ہے۔ نوجوان نے پوچھا کیا تمہارا بادشاہ فلاں نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا نہیں ہمارا بادشاہ تو فلاں ہے، معاملہ پھیلتے پھیلتے بادشاہ تک پہنچ گیا۔ اس نے لوگوں کو بلایا اور اکٹھا کیا۔ اس نے کہا تم نے روح اور جسم کے متعلق اختلاف کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نشانی بھیج دی۔ یہ شخص فلاں قوم سے ہے یعنی ان کا بادشاہ وہ تھا جو پہلے گزر چکا ہے۔ نوجوان نے کہا تم لوگ میرے ساتھیوں کے پاس چلو، بادشاہ سوار ہوا اور لوگ بھی اپنی سواریوں پر سوار ہو گئے حتی کہ وہ غار کے دہانے پر پہنچ گئے۔ نوجوان نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس جاتا ہوں۔ انہوں نے اس کو دیکھا اور اس نے انہیں دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے کان سننے سے بند کر دیئے۔ جب انہوں نے باہر آنے میں دیر لگا دی تو بادشاہ غار میں داخل ہوا اور لوگ بھی اس کے ساتھ داخل ہوئے، وہاں جسم بالکل تروتازہ پڑے تھے لیکن ان میں روح نہیں تھی۔ بادشاہ نے کہا یہ نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھیجی ہے۔ ابن عباس نے حبیب بن مسلمہ کے ساتھ ایک جنگ میں شرکت کی تو وہ اس غار کے پاس سے گزرے۔ پس اس میں صرف ہڈیاں پڑی تھیں، ایک شخص نے کہا یہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ہیں، ابن عباس نے فرمایا ان کی ہڈیوں کو تین سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ (1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اصحاب کہف اپنے شہر کے بڑے اور رئیس لوگوں کے بیٹے تھے۔ وہ باہر نکلے اور ایک غیر مقرر جگہ پر شہر سے دور جمع ہو گئے۔ ایک نے کہا جوان سے زیرک تھا۔ میرے دل میں ایک خیال آیا ہے شاید وہ اور کسی کے دل میں نہیں آیا ہوگا، دوسرے ساتھیوں نے کہا تو کیا سوچتا ہے؟ اس نے کہا میں سوچتا ہوں کہ میرا رب، آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ وہ تمام کھڑے ہوئے اور کہا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا تو انہوں نے (برملا) کہہ دیا ہمارا پروردگار وہ ہے جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا ہم ہرگز نہیں پکاریں گے اس کے سوا کسی معبود کو (اگر ہم ایسا کریں) تو گویا ہم نے ایسی بات کہی جو حق سے

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 323 (1649)، دارالکتب العلمیہ بیروت

دور ہے) ان نوجوانوں کا واقعہ قرآن نے ذکر کیا ہے، ان سب نے اتفاق کیا تھا کہ وہ غار میں داخل ہوں گے۔ اس وقت ان کے شہر کا حکمران ایک جابر وظالم شخص تھا جس کو دقیوس کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا عرصہ چاہا وہ غار میں سوئے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں بیدار کیا تو انہوں نے ایک جوان کو بھیجا تا کہ وہ ان کے لیے کھانا لائے۔ جب وہ باہر نکلا تو غار کے دروازے پر ایک باڑ تھی۔ اس نے کہا یہ تو کل شام کے وقت یہاں نہیں تھی۔ اس نے مسلمانوں کی کلام میں ذکر الٰہی سنا، لوگ ان نوجوانوں کے جانے کے بعد مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کا اب بادشاہ ایک نیک شخص تھا۔ اس نوجوان نے سوچا کہ شاید وہ راستہ بھول گیا ہے، اس نے اپنے اس شہر کو دیکھا جس سے وہ نکلا تھا اور ان دو شہروں کو دیکھا جو اس کے سامنے تھے ان شہروں کے اسماء یہ تھے افسوس، ایدیوس اور شاموس اس نے کہا میں راستہ تو نہیں بھولا یہ شہر تو وہی ہیں افسوس، ایدیوس اور شاموس۔ اس نے اس شہر کا رخ کیا جس سے نکلا تھا۔ پھر وہ بازار میں آیا اس نے اپنا سکہ ایک شخص کے ہاتھ پر رکھا۔ اس شخص نے وہ سکہ دیکھا تو وہ لوگوں کے درمیان مروج سکہ نہ تھا۔ وہ شخص اسے بادشاہ کے پاس لے گیا جب کہ نوجوان خوف زدہ تھا، اس بادشاہ نے نوجوان سے سوال کیے۔ پھر بادشاہ نے کہا شاید یہ نوجوان ان افراد میں سے ہے جو دقیوس بادشاہ کے عہد میں نکل گئے تھے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتا تھا کہ وہ مجھے ان نوجوانوں کی زیارت کرائے اور مجھے ان کی جگہ کا علم عطا فرمائے۔ بادشاہ نے اس شہر کے بزرگ لوگوں کو بلایا۔ تو ان میں سے ایک شخص کے پاس نوجوانوں کے نام اور نسب لکھے ہوئے تھے۔ بادشاہ نے ان سے وہ نام اور نسب پوچھے تو انہوں نے بتا دیئے پھر نوجوان کے ساتھ چلے تا کہ اپنے ساتھیوں پر ان کی رہنمائی کرے۔ حتیٰ کہ جب وہ غار کے قریب پہنچے تو غار میں موجود نوجوانوں نے لوگوں کی آواز اور آہٹ سنی اور کہا لوگ آرہے ہیں اور ہمارے ساتھی کو شاید پکڑ لیا گیا ہے۔ وہ نوجوان ایک دوسرے کے گلے ملے اور ایک دوسرے کو اپنے دین پر پختہ رہنے کی وصیت کرنے لگے، جب وہ نوجوان غار کے قریب پہنچا تو لوگوں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب وہ اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو سب حق کی موت کا جام شیریں نوش کر چکے تھے۔ جب بادشاہ نے انہیں مردہ حالت میں دیکھا تو اسے بہت افسوس ہوا کہ وہ ان نوجوانوں کو زندہ حالت میں نہ دیکھ سکا۔ بادشاہ نے کہا میں انہیں دفن نہیں کروں گا، میرے پاس سونے کا صندوق لے آؤ۔ ان نوجوانوں میں سے ایک بادشاہ کے خواب میں آیا اور کہا تو ہمیں سونے کے صندوق میں بند کرنا چاہتا ہے، ایسا نہ کر ہمیں اپنی غار میں ہی رہنے دے، ہم مٹی سے تخلیق کیے گئے ہیں اور مٹی میں ہی ہم نے لوٹنا ہے۔ پس بادشاہ نے ان کو غار میں ہی رہنے دیا اور ان کی غار کے اوپر ایک مسجد تعمیر کر دی۔

امام عبدالرزاق اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک شخص اصحاب کہف کے شہر میں آیا اور اس نے شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اسے کہا گیا کہ شہر کے دروازے پر ایک بت ہے جو بھی اس شہر میں داخل ہوتا ہے وہ اسے سجدہ کرتا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے حواری نے اس شہر میں داخل ہونا ناپسند کیا۔ وہ شہر کے قریب ایک حمام تھا اس میں آیا۔ وہ اس میں محنت مزدوری کرتا تھا اور حمام کے مالک سے اجرت لیتا تھا۔ حمام کے مالک نے بڑی برکت اور رزق میں وسعت محسوس کی۔ اس حواری کے کچھ اور نوجوان دوست بن گئے۔ حواری انہیں زمین و آسمان کی خبریں سناتا تھا حتیٰ کہ وہ بھی مومن بن گئے اور اس کی تصدیق کی، حواری نے حمام کے مالک

سے یہ شرط لگائی کہ رات کو میری اپنی مصروفیت ہوگی۔ رات کے وقت میرے اور میری نماز کے درمیان کوئی حائل نہ ہوگا۔ حالات اسی طرح گزرتے گئے، ایک دن بادشاہ کا بیٹا ایک عورت کو لے کر حمام میں آیا۔ حمامی نے اسے شرم دلائی اور کہا تو شہزادہ ہے اور اس عورت کے ساتھ حمام میں داخل ہورہا ہے۔ شہزادہ کو شرم محسوس ہوئی تو وہ واپس لوٹ گیا۔ ایک مرتبہ پھر شہزادہ ایک عورت کو لے کر آیا۔ حمامی نے پھر اسی طرح کہا تو شہزادے نے اسے گالیاں دیں اور اسے ڈانٹ دیا اور حمامی کی بات کی طرف کچھ توجہ نہ دی اور حمام کے اندر داخل ہوگیا۔ وہ شہزادہ اور وہ عورت حمام کے اندر ہی مرگئے۔ بادشاہ آیا تو اسے خبر دی گئی کہ حمام والے نے تیرے بیٹے کو قتل کردیا ہے بادشاہ نے حمامی کو تلاش کیا لیکن وہ نہ مل سکا۔ وہ کہیں بھاگ کر چلا گیا تھا۔ بادشاہ نے پوچھا اس کے ساتھ کون رہتے تھے؟ ان نوجوانوں کے نام بتائے گئے، ان نوجوانوں کو بھی تلاش کیا گیا لیکن وہ بھی شہر سے باہر نکل گئے تھے، راستہ میں وہ نوجوان ایک شخص کے پاس سے گزرے جوان کی طرح ایمان لا چکا تھا۔ وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ اس کے ساتھ ایک کتا تھا۔ وہ بھی ساتھ چل نکلا۔ رات کے وقت وہ سب غار میں داخل ہوگئے۔ آپس میں کہنے لگے ہم رات یہاں گزاریں گے، صبح ہوگی تو آئندہ کا پروگرام سوچیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر غنودگی طاری فرما دی۔ بادشاہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے ان کی تلاش میں نکلا۔ اسے پتہ چلا کہ وہ اس غار میں داخل ہوئے ہیں۔ بادشاہ کے اہلکاروں میں سے ایک نے غار کے اندر داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اس پر ایسی دہشت اور رعب طاری ہوا کہ اس کی حالت دیکھ کر کوئی دوسرا غار میں داخل نہ ہوا۔ بادشاہ کو ایک ساتھی نے کہا آپ انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا ہاں۔ اس نے کہا پھر غار کے دروازے پر دیوار بنا دو اور انہیں یہیں چھوڑ دو، خود بخود بھوکے پیاسے مر جائیں گے۔ بادشاہ نے اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے غار کا منہ بند کروا دیا۔ وہب فرماتے ہیں: غار کا منہ بند ہوئے زمانہ بیت گیا۔ ایک دفعہ ایک چرواہے کو غار کے قریب بارش آگئی۔ اس نے سوچا اگر میں اس غار کا منہ کھول دوں اور اپنی بکریاں اس میں داخل کر دوں تو بارش سے بچ جائیں گی۔ اس نے کوشش سے غار کا منہ کھول دیا۔ اللہ تعالیٰ نے صبح کے وقت دوسرے دن اصحاب کہف کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دیں۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو سکہ دے کر بھیجا تا کہ وہ ان کے لیے کھانا خرید لائے۔ جب وہ اپنے شہر کے دروازے پر آیا تو جوان کے سکے کو دیکھتا عجیب ہی دیکھتا حتیٰ کہ وہ ایک شخص کے پاس آیا اور اسے کہا مجھے ان دراہم کے عوض کھانا دے۔ اس شخص نے کہا تجھے یہ دراہم کہاں سے ملے ہیں؟ اس نے کہا میں اور میرے ساتھی کل یہاں سے گئے تھے حتیٰ کہ ہمیں رات فلاں غار میں آگئی پھر میرے ساتھیوں نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے لیے کھانا خرید لاؤں، اس شخص نے پوچھا تیرے ساتھی کہاں ہیں؟ اس نے کہا غار میں ہیں۔ وہ شخص اس کے پیچھے چل پڑا حتیٰ کہ وہ غار کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اس نے کہا تم یہاں ٹھہرو، پہلے میں خود اپنے ساتھیوں کے پاس جاتا ہوں۔ جب انہوں نے اسے دیکھا اور وہ ان کے قریب پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے کان سننے سے بند کر دیئے، پس دوسرے لوگوں نے غار میں جانے کا ارادہ کیا تو جو اندر داخل ہوتا اس پر رعب اور دہشت طاری ہو جاتی وہ اندر نہ جا سکے، انہوں نے ان کے قریب ایک مسجد بنا دی، جس میں لوگ نماز پڑھتے تھے۔ (1)

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 326 (1656)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام الزجاجی رحمہ اللہ نے امالی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نوجوان جب اپنے دین کے ضیاع کے خوف سے اپنے گھر والوں سے بھاگ گئے تو لوگوں نے ان کے مفقود ہونے کی خبر بادشاہ کو پہنچا دی۔ اس نے رصاص کی تختی منگوائی اور اس میں ان نوجوانوں کے نام لکھ دیئے اور اس تختی کو ایک الماری میں محفوظ کر دیا اور اس نے کہا ان کی ایک بہت بڑی شان ہوگی یہی تختی ہی الرقیم ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اسے سلا دیا ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ پھر ہم نے انہیں نیند سے بیدار کیا تاکہ ہم دیکھیں ان دو گروہوں میں سے "یعنی ان نوجوانوں کی قوم میں سے اہل ہدایت اور اہل ضلالت میں سے"۔ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا انہوں نے اس دن مہینہ اور سال کو لکھ لیا جس میں وہ نوجوان نکلے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ الخ کے تحت روایت فرمایا ہے کہ ان دو فریقوں میں سے کسی کے پاس علم نہ تھا، نہ ان کے مومنین کے پاس اور نہ ان کے کفار کے پاس۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿ؕ۱۵﴾

"(اے حبیب) ہم بیان کرتے ہیں آپ سے ان کی خبر ٹھیک ٹھیک بے شک وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے (نور) ہدایت میں اضافہ کر دیا اور ہم نے مضبوط کر دیا ان کے دلوں کو جب وہ راہ حق میں کھڑے ہو گئے تو انہوں نے (برملا) کہہ دیا ہمارا پروردگار وہ ہے جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا، ہم ہرگز نہیں پکاریں گے اس کے سوا کسی معبود کو (اگر ہم ایسا کریں) تو گویا ہم نے ایسی بات کہی جو حق سے دور ہے یہ ہماری قوم ہے، جنہوں نے بنا لیا ہے اس کے سوا غیروں کو (اپنے) خدا۔ کیوں نہیں پیش کرتے ان (کی خدائی) پر کوئی ایسی دلیل جو روشن ہو ورنہ پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے"۔

امام سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا تو وہ نوجوان تھا اور کسی بھی عالم کو علم کی نعمت ملی تو وہ نوجوان تھا پھر بطور دلیل یہ آیت پڑھی قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِیْمُ ﴿۶۰﴾ (الانبیاء) اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ (الکہف:60) اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے هُدًى کا معنی اخلاص نقل کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کا یہ مطلب نقل کیا ہے کہ ہم نے ان کے دلوں کو ایمان کے ساتھ مضبوط کر دیا۔ اور شَطَطًا کا مطلب کذباً (جھوٹ) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے شَطَطًا کا معنی ظلم روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے شَطَطًا کا مطلب قول میں خطا روایت کیا ہے۔

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

"اور جب تم الگ ہو گئے ان (کفار) سے اور ان معبودوں سے جن کی یہ پوجا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا۔ تو اب پناہ لو غار میں پھیلا دے گا تمہارے لیے تمہارا رب اپنی رحمت (کا دامن) اور مہیا کر دے گا تمہارے لیے تمہارے اس کام میں آسانیاں"۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطاء الخراسانی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ نوجوانوں کی قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی تھی اور اس کے ساتھ مختلف خداؤں کی عبادت بھی کرتی تھی۔ پس وہ نوجوان ان بتوں کی عبادت سے جدا ہو گئے لیکن عبادت الٰہی سے جدا نہ ہوئے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں یہ عبارت اس طرح تھی وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ۔ گویا یہ قرأت اس آیت کی تفسیر ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان کی غار دو پہاڑوں کے درمیان تھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت میں مِّرْفَقًا کا معنی غذاء ہے۔

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ڰ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ڰ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 244، داراحیاء التراث العربی بیروت

لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾ وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ
لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ
بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ
هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ
وَلْيَتَلَطَّفْ وَ لَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿١٩﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ
يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿٢٠﴾

”اور تو دیکھے گا سورج جب وہ ابھرتا ہے تو وہ ہٹ کر گزرتا ہے ان کی غار سے دائیں جانب اور جب وہ ڈوبتا ہے تو بائیں طرف کتراتا ہوا ڈوبتا ہے اور وہ (سورہے) ہیں ایک کشادہ جگہ غار میں۔ (سورج کا) یوں (طلوع و غروب) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ (حقیقت یہ ہے) کہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو تو نہیں پائے گا اس کے لیے کوئی مددگار (اور) راہنما (اور اگر تو دیکھے تو) تو انہیں بیدار خیال کرے گا حالانکہ وہ سورہے ہیں اور ہم ان کی کروٹ بدلتے رہتے ہیں (کبھی) دائیں جانب اور (کبھی) بائیں جانب اور ان کا کتا پھیلائے بیٹھا ہے اپنے دونوں بازوان کی دہلیز پر۔ اگر تو جھانک کر انہیں دیکھے تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو اور تو بھر جائے ان کے (منظر) کو دیکھ کر ہیبت سے۔ اور اسی طرح ہم نے بیدار کر دیا تا کہ وہ ایک دوسرے سے آپس میں پوچھیں۔ کہنے لگا ایک کہنے والا ان سے کہ تم یہاں کتنی مدت ٹھہرے ہو؟ بعض نے کہا ہم ٹھہرے ہوں گے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ دوسروں نے کہا تمہارا رب بہتر جانتا ہے جتنی مدت تم ٹھہرے ہو، پس بھیجو کسی کو اپنے ساتھیوں سے اپنے ایک سکہ کے ساتھ شہر کی طرف۔ پس وہ دیکھے کہ کس کے ہاں عمدہ پاکیزہ کھانا ملتا ہے۔ پس وہ لے آئے تمہارے پاس کھانا وہاں سے۔ اسے چاہیے کہ وہ خوش خلقی سے کام لے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے وہ لوگ اگر آگاہ ہو گئے تم پر تو وہ تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے یا تمہیں (جبراً) لوٹا دیں گے اپنے (جھوٹے) مذہب میں اور (اگر تم نے ایسا کیا) تو تم کبھی بھی فلاح نہیں پاسکو گے“۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تَّزٰوَرُ کا معنی تَمِیْلُ اور تَقْرِضُ کا معنی تَذَرُ (چھوڑ کر) روایت کیا ہے۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے تَقْرِضُ کا معنی تَتْرُكُ (چھوڑ کر)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 45-244

WWW.NAFSEISLAM.COM

روایت کیا ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں فَجْوَةٍ کا معنی اندر کی جگہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے فَجْوَةٍ کا معنی زمین کی علیحدہ اور تنہا جگہ روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے فَجْوَةٍ کا مطلب ناحیہ (کنارہ) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے تحسب کا فاعل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی اے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں بیدار خیال کریں گے۔ حالانکہ وہ سورہے ہیں۔ فرماتے ہیں: وہ پہلی نیند میں ہیں یعنی وہ اپنی نیند میں ایک سال میں ایک مرتبہ کروٹ بدلتے تھے۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ چھ ماہ ایک پہلو پر اور چھ ماہ دوسرے پہلو پر سوتے تھے۔

ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن عیاض سے روایت کیا ہے کہ وہ ہر سال میں دو مرتبہ کروٹ بدلتے تھے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ہم ان کی نو سال کروٹ بدلتے رہے۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہم ان کی کروٹیں بدلتے رہے تاکہ زمین ان کے گوشت نہ کھائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد اور الحسن رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ اصحاب کہف کے کتے کا نام قطمیر تھا۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ایک عالم آدمی سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں: اصحاب کہف کا کتا شیر تھا۔ اس عالم نے کہا: اللہ کی قسم! وہ شیر نہیں تھا بلکہ وہ سرخ رنگ کا کتا تھا، وہ اس کے ساتھ گھر سے نکلے تھے۔ اس کتے کو قطمور کہا جاتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کثیر النواء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اصحاب کہف کا کتا زرد رنگ کا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سفیان کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کوفہ میں ایک شخص تھا جسے عبید کہا جاتا تھا، اسے جھوٹ سے متہم نہیں کیا جاتا تھا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے اصحاب کہف کا کتا دیکھا، وہ موٹی چادر کی طرح سرخ تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جویبر عن عبید السواق رحمہ اللہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: میں نے اصحاب کہف کا کتا دیکھا جو چھوٹا سا تھا۔ غار کے دروازے پر ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ عبید السواق اشارہ کرکے بتاتے تھے کہ وہ اس طرح کانوں کو حرکت دیتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن حمید المکی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتے کا رزق اس کے بازوؤں کے چاٹنے کو بنا دیا تھا۔

ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے کئی طرق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الوصید سے مراد فناء ہے۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس سے بِالْوَصِيدِ کا معنی دروازہ روایت کیا ہے۔ (2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 247 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 248

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے اس کا معنی غار کے دروازے کا فناء روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے بِالْوَصِيْدِ کا معنی الصَّعِيْدِ (مٹی) روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر رنے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ وہ کتا غار کے دروازے کو ان نوجوان کے اوپر بند کیے ہوئے تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میرا ایک ساتھی تھا وہ بڑا سخت مزاج تھا۔ وہ اس غار کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا: میں اس غار کو اندر سے دیکھ کر ہی جاؤں گا۔ اسے کہا گیا ایسا نہ کر، کیا تو نے یہ ارشاد نہیں پڑھا لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا ''اگر تو جھانک کر دیکھے ان پر تو تو ان سے منہ پھیر کر بھاگ کھڑا ہو''۔ اس نے کہا میں ضرور دیکھوں گا۔ پس اس نے جھانک کر دیکھا تو اس کی آنکھیں سفید ہوگئیں اور اس کے بال تبدیل ہوگئے۔ اس کے بعد وہ لوگوں کو بتاتا تھا کہ اصحاب کہف کی تعداد نو تھی۔

امام سعید بن منصور، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے اَزْكٰى طَعَامًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص سے کھانا لے آئے جس کا ذبیحہ حلال ہو۔ اس وقت لوگ بتوں کے لیے جانور ذبح کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر ررحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جملہ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ کھانا پاک ہو کیونکہ اس وقت کے لوگ خنزیر ذبح کرتے تھے۔

وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

''اور بستی والوں کو ہم نے اچانک آگاہ کر دیا ان (اصحاب کہف) پر تاکہ وہ جان لیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور بلاشبہ قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں جب وہ بستی والے جھگڑ رہے تھے آپس میں ان کے معاملہ میں تو بعض نے کہا کہ (بطور یادگار) تعمیر کرو ان کی غار پر کوئی عمارت۔ ان کا رب ان کے احوال سے خوب واقف ہے۔ کہنے لگے وہ لوگ جو غالب تھے اپنے کام پر کہ بخدا! ہم تو ضرور ان پر ایک مسجد بنائیں گے''۔

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بادشاہ نے اپنی قوم کے شیوخ کو بلایا اور اصحاب کہف کے معاملہ میں ان سے مشورہ کیا۔ شیوخ نے کہا ملک کو دقیوس کہا جاتا تھا۔ نوجوان اس کے زمانہ میں ہی گم ہوئے تھے۔ اس نے ان کے اسماء ایک تختی پر لکھ لیے تھے اور اسے شہر کے دروازہ پر لگا دیا تھا۔ بادشاہ نے وہ تختی منگوائی اور اسے پڑھا تو اس میں ان کے نام کندہ تھے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور کہا یہ وہ لوگ ہیں جو مر چکے تھے پھر زندہ کیے گئے ہیں۔ پس ان کے درمیان یہ بات عام

ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ الخ کے ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس وقت کے بادشاہ نے کہا میں ان نیک لوگوں کے پاس ایک مسجد تعمیر کروں گا اور مرتے دم تک اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہوں گا۔

امام عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد امراء یا سلاطین ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بادشاہ نے ان کے اوپر گرجا بنایا اور اس کے اوپر لکھا ابناء الا راکنه، ابناء الدها قین۔

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ۙ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۟۲۲

"کچھ لوگ کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا، کچھ کہیں گے وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا۔ یہ سب تخمینے ہیں بن دیکھے اور کچھ کہیں گے وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ آپ فرمائیے (اس بحث کو رہنے دو) میرا رب بہتر جانتا ہے ان کی تعداد کو (اور) نہیں جانتے ان (کی صحیح تعداد) کو مگر چند آدمی۔ سو بحث نہ کرو ان کے بارے میں بجز اس کے کہ سرسری سی گفتگو ہو جائے اور نہ دریافت کرو ان کے متعلق (اہل کتاب) میں سے کسی اور سے"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے روایت کیا ہے کہ یہود کہتے تھے کہ وہ تین تھے اور نصاریٰ کہتے تھے کہ وہ پانچ تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور عبدالرزاق رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ کا یہ معنی روایت کیا ہے کہ گمان کے ساتھ بات کرتے ہیں محض قیاس آرائیاں اور تخمینے لگا رہے ہیں۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ان کی صحیح تعداد بہت کم لوگ جانتے ہیں اور میں ان قلیل میں سے ہوں وہ سات تھے۔

امام عبدالرزاق، الفریابی، ابن سعد، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی قول روایت کیا ہے کہ میں ان تھوڑے لوگوں میں سے ہوں جو ان کی صحیح تعداد جانتے ہیں۔ اور وہ سات تھے۔(2)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ان صحیح تعداد جاننے والے تھوڑے لوگوں میں سے میں بھی ہوں۔ فرماتے ہیں: وہ مکسلمینا اور تملیخا، مرطوس، نینونس، دردوتس،

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 329 (1664)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (1665)

کفاشطھواس، منطفو اسیسوس تھے اور تملیخا کو سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجا گیا تھا۔ منطفو اسیسوس چرواہا تھا اور کتا اس کا نام قطمیر تھا یہ کردی کتے سے چھوٹا اور قبطی کتے سے بڑا تھا۔ الالطم، قبطی سے بڑا ہوتا ہے۔ ابوعبدالرحمٰن نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جس نے ان اسماء کو کسی چیز پر لکھا اور پھر اسے آگ میں پھینکا تو آگ بجھ گئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قرآن میں قلیل جہاں بھی استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد دس سے کم ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ان کے متعلق بحث نہ کروائے محبوب! جو میں نے تجھے بتا دیا ہے وہ تمہارے لیے کافی ہے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! ان کے متعلق بحث کرو مگر صرف اتنی جتنی کہ ہم نے تجھ پر بیان کی ہے۔ وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا اور اصحاب کہف کے بارے میں یہود سے نہ پوچھو، ہم نے تمہیں ان کے معاملہ پر آگاہ کر دیا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اے محبوب! جو ہم نے آپ پر بیان کیا ہے وہ آپ کے لیے کافی ہے (مزید بحث کی ضرورت نہیں)۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا کے تحت روایت کیا ہے کہ اے محبوب! یہود سے اصحاب کہف کے بارے میں نہ پوچھو۔ (3)

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾

''ہرگز نہ کہنا کسی چیز کے متعلق کہ میں اسے کرنے والا ہوں کل مگر (یہ کہ ساتھ یہ بھی کہو) اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جائے (یہ بھی) کہو کہ مجھے امید ہے کہ دکھا دے گا مجھے میرا رب اس سے بھی قریب تر ہدایت کی راہ''۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قریش اکٹھے ہوئے اور کہا: اے محمد ﷺ! تو نے ہمارے دین سے اور ہمارے آباء کے دین سے انحراف کیا ہے جو دین آپ لے کر آئے ہیں وہ کہاں سے لے کر آئے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دین میں رحمٰن سے لے کر آیا ہوں۔ قریش نے کہا ہم تو صرف رحمٰن یمامہ کو جانتے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 262، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 330 (1666)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 263

ہیں۔ اس سے ان کی مراد مسیلمہ کذاب تھا۔ پھر قریش نے یہود کو خط لکھا کہ ہمارے درمیان ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس نے ہمارے اور ہمارے آباء کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ وہ رحمٰن سے دین لے کر آیا ہے۔ ہم نے اسے کہا کہ ہم تو صرف رحمٰن یمامہ کو جانتے ہیں وہ نبی امین (امانت دار) ہے اور خیانت بھی نہیں کرتا ہے نہ دھوکا دیتا ہے، انتہائی سچا ہے، جھوٹ کبھی نہیں بولتا ہے وہ اپنی قوم میں حسب والا اور صاحب ثروت ہے۔ تم ہماری طرف کوئی ایسے سوال لکھ کر بھیجو جو ہم اس سے پوچھیں (تاکہ حقیقت کا رخ زیبا عیاں ہو جائے) یہود جمع ہوئے اور کہا (جس نبی کی آمد کا ذکر ہماری کتب میں ہے) اس کا وصف اور اس کا زمانہ تو یہی ہے جس میں اس کا ظہور ہونا ہے، یہود نے قریش کو لکھا کہ تم اس سے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوالات کرو۔ اگر وہ تمہارے پاس رحمٰن سے آیا ہے اور رحمٰن اللہ عزوجل ہے (تو وہ ان سوالوں کے جواب تمہیں دے دے گا) اور اگر وہ رحمان یمامہ سے ہے تو جواب نہیں دے سکے گا۔ قریش کے پاس خط پہنچا تو اندر اندر سے بڑے خوش ہوئے۔ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو نے ہمارے اور ہمارے آباء کے دین کو چھوڑ دیا ہے، ہمیں اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق بتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میرے پاس آنا (میں کل تمہیں ان کے جوابات دوں گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ پھر جبرئیل (پندرہ دن کے بعد) آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش نے مجھ سے کچھ چیزوں کے متعلق سوالات کیے اور مجھے ان کے متعلق علم نہ تھا تاکہ میں جواب دیتا حتی کہ مجھ پر یہ حالت بہت شاق گزری۔ جبرئیل نے کہا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا اور تصویر ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک کتے کا بچہ تھا۔ پھر یہ آیات نازل ہوئیں وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ٚ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا۔ یعنی مجھے توقع ہے کہ کل آنے سے پہلے جو تم نے مجھ سے پوچھا ہے اس کا علم میرے پاس آجائے۔ پھر اصحاب کہف کا ذکر نازل ہوا اور یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ (الاسراء:85) کا ارشاد بھی نازل ہوا۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر قسم اٹھائی پھر آپ کو چالیس راتیں گزر گئیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں تو چالیس راتوں کے گزرنے کے بعد ان شاء اللہ کہا۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وہ استثناء میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے اگرچہ سال بعد بھی ہو۔ پھر بطور دلیل یہ آیت پڑھتے تھے: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ۔ (1)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب تم کسی چیز کے متعلق کہو کہ میں ایسا کروں گا پھر ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آجائے ان شاء اللہ کہہ دو۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے حضرت ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ جب تجھے یاد آئے ان شاء اللہ کہہ دو۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے روایت کیا ہے جو قسم اٹھائے اور ان

1۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 68 (11069)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ معجم اوسط، جلد 1، صفحہ 507 (934)، مکتبۃ المعارف

شاء اللہ کہنا بھول جائے۔ فرمایا وہ ایک مہینہ تک ان شاء اللہ کہہ سکتا ہے اور بطور دلیل وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ تلاوت کی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن دینار عن عطاء کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے کسی کام پر قسم اٹھائی تو اس کے لیے اونٹنی دوہنے کی مقدار تک استثناء (ان شاء اللہ کہنا) جائز ہے۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اس وقت تک استثناء کر سکتا ہے جب تک کہ اسی مجلس میں موجود ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب تک اسی کلام میں ہے استثناء کر سکتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تو استثناء بھول جائے تو جب یاد آئے استثناء کرو۔ فرماتے ہیں: یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے، ہم میں سے ہر شخص کو متصل استثناء کرنی جائز ہے (بعد میں نہیں)۔ (1)

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو استثناء متصل ہو اس کی وجہ سے قسم توڑنے والا حانث نہیں ہوگا اور جو استثناء غیر متصل ہو اس کی وجہ سے قسم توڑنے والا حانث ہوگا۔

امام بیہقی نے الصفات والاسماء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قسم اٹھائی پھر کہا ان شاء اللہ۔ اگر چاہے تو اپنی قسم پر قائم رہے، اگر چاہے تو رجوع کرے وہ حانث نہیں ہوگا۔

امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کہا: آج رات میں اپنی ننانوے عورتوں کے پاس جاؤں گا، ہر عورت ایک بچہ جنم دے گی جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرے گا، فرشتے نے آپ کو کہا ان شاء اللہ کہو۔ لیکن آپ یہ نہ کہہ سکے، آپ نے تمام عورتوں سے حقوق زوجیت ادا کیے لیکن ایک عورت کے سوا کسی نے بچہ جنم نہ دیا اور جس عورت نے جنم دیا تھا وہ بھی ادھورا انسان تھا (2)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہتے تو حانث نہ ہوتے اور اپنی حاجت کو بھی پا لیتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ کے تحت روایت کیا ہے کہ جب تمہیں غصہ آئے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ (3)

بیہقی نے الاسماء والصفات میں الحسن سے روایت کیا ہے کہ جب تم ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو یاد آنے پر ان شاء اللہ کہو۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت معتمر بن سلیمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے ابو الحارث کو ایک کوفی شخص سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے وہ آیت پڑھتے تو کہتے جب انسان ان شاء اللہ کہنا بھول جائے تو اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ کہے عَسٰۤى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا۔

1۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 90 (11143)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 275، دار صادر بیروت
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 216 (35465)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ٘ وَّ لَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

"اور (اہل کتاب کہتے ہیں کہ) وہ ٹھہرے رہے اپنی غار میں تین سو سال اور زیادہ کیے انہوں نے (اس پر) نو سال۔ آپ فرمایئے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جتنی مدت وہ ٹھہرے، اسی کے لیے (علم) غیب ہے آسمانوں اور زمین کا۔ وہ بڑا دیکھنے والا ہے اور سب باتیں سننے والا ہے۔ نہیں ان کا اس کے سوا کوئی دوست اور وہ نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو"۔

امام الخطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں خصوت حکیم بن عقال رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ کو تنوین کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص آیت کی تفسیر کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کی یہی تفسیر ہے جب کہ وہ آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ سے بھی دور جا گرتا ہے پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ۔ پھر فرمایا وہ لوگ کتنے سال غار میں ٹھہرے؟ علماء فرماتے ہیں: تین سو نو سال ٹھہرے۔ فرماتے ہیں: اگر یہی مقدار ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا "آپ فرمایئے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جتنی مدت وہ ٹھہرے"۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اقوال ذکر فرمائے کہ بعض کہتے ہیں وہ تین تھے، بعض کہتے ہیں چار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ یہ سب حقیقت حال نہیں جانتے، صرف ظن و تخمین سے کام لے رہے ہیں۔ وہ اپنی غار میں تین سو سال اور زیادہ کیے انہوں (اس پر) نو سال۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن مسعود کی قرأت اس طرح تھی قالوا وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ (الآیہ) یعنی لوگوں نے کہا کہ وہ ٹھہرے رہے اپنی غار میں۔ پھر فرماتے ہیں: کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا۔ فرمایئے اللہ بہتر جانتا ہے جتنی مدت وہ ٹھہرے۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ قالو وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ الخ یہ اہل کتاب کا قول ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو رد فرماتے ہوئے فرمایا: قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں جب یہ آیت قالوا لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ نازل ہوئی تو عرض کی گئی یا رسول اللہ! ﷺ وہ تین سو دن یا مہینے یا سال ٹھہرے رہے؟ اللہ تعالیٰ نے سِنِیْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا کا ارشاد نازل فرمایا۔ (2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 226، دار احیاء التراث العربی 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 267

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت ضحاک عن ابن عباس سے موصولاً روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا کے تحت روایت کیا ہے کہ عدد مالبثوا۔ یعنی جتنی مقدار ٹھہرے رہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ سے زیادہ نہ کوئی دیکھنے والا ہے اور نہ کوئی سننے والا ہے۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

''اور پڑھ سنایئے (انہیں) جو وحی کیا جاتا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی کتاب سے، کوئی بدلنے والا نہیں اس کے ارشادات کا اور نہیں پائیں گے آپ اس کے سوا کوئی پناہ گاہ۔ اور روکے رکھیے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، طلب گار ہیں اس کی رضا کے اور نہ ہٹیں آپ کی نگاہیں ان سے۔ کیا آپ چاہتے ہیں دنیوی زندگی کی زینت اور نہ پیروی کیجئے اس (بدنصیب) کی غافل کر دیا ہم نے جس کے دل کو اپنی یاد سے اور وہ اتباع کرتا ہے اپنی خواہش کی اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔ اور فرمایئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پس جس کا جی چاہے وہ ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر کرتا رہے۔ بے شک ہم نے تیار کر رکھی ہے ظالموں کے لیے آگ۔ گھیر لیا ہے انہیں اس آگ کی دیوار نے اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی کی جائے گی ایسے پانی کے ساتھ جو پیپ کی طرح (غلیظ) ہے (اور اتنا گرم کہ) بھون ڈالتا ہے چہروں کو، یہ مشروب بڑا ناگوار ہے اور یہ قرارگاہ بڑی تکلیف دہ ہے''۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے مُلْتَحَدًا کا معنی مَلْجَا (پناہ گاہ) روایت کیا ہے۔
امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے الوقف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے حضرت نافع بن الازرق نے کہا کہ مجھے بتایئے کہ مُلْتَحَدًا کیا ہے؟ ابن عباس نے فرمایا: اس کا معنی زمین میں داخل ہونے کی جگہ ہے۔
خصیب الضمری نے اسی معنی میں یہ لفظ استعمال کیا ہے:

یَا لَهْفَ نَفْسِیْ وَلَهْفَ غَیْرِ مُجْدِیَۃٍ   عَلَیَّ وَمَا عَنْ قَضَاءِ اللّٰہِ مُلْتَحَدُ

''ہائے میرے نفس پر افسوس اور مجھ پر افسوس کچھ نہیں ہے قضاء الٰہی سے بچنے کے لیے زمین میں کوئی جگہ نہیں''۔
امام ابن مردویہ، ابونعیم نے الحلیہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت سلمان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مؤلفۃ القلوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف فرما تھے، عیینہ بن بدر اور الاقرع بن حابس وغیرہ نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ صدر مجلس میں بیٹھیں اور ان فقیروں اور بدبودار لوگوں سے علیحدہ ہوں (ان کی مراد حضرت سلمان فارسی اور ابوذر اور دوسرے مسلمان فقراء تھے) تو ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے، آپ سے گفتگو کریں گے اور آپ کی باتیں قبول کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ ۚ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ کے عذاب کی دھمکی دی ہے۔ (1)
امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سلمان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیت کے نزول کے بعد ان فقراء صحابہ کی تلاش کے لیے کھڑے ہوئے حتی کہ انہیں مسجد کے آخری حصہ میں جا پایا۔ وہ وہاں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یُمِتْنِیْ حَتّٰی اَنْ اَمَرَنِیْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَ رِجَالٍ مِنْ اُمَّتِیْ مَعَكُمُ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتُ ''سب تعریف اس ذات کے لیے جس نے میری امت میں ایسے پاک باز اور حسین سیرت لوگ پیدا فرمائے جن کی ہم نشینی کا میرے رب نے مجھے وصال سے پہلے حکم دیا ہے۔ اے اللہ کے ذاکرو! میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے''۔
امام عبد بن حمید نے حضرت سلمان سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت میرے بارے نازل ہوئی اور اس شخص کے بارے نازل ہوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ میرے پاس کھجور کی پتوں کی ایک ٹوکری تھی، اس شخص نے میرے سینے پر اپنی کہنی رکھی اور کہا پیچھے ہو جا حتی کہ اس نے مجھے پیچھے دری پر ڈال دیا۔ پھر وہ کہنے لگا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں آپ کی بارگاہ میں آنے سے یہ اور اس جیسے دوسرے فقراء مانع ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ میں ایک سردار اور رئیس آدمی ہوں، اگر آپ ان فقیروں کو اپنی بارگاہ سے اٹھا دیں تو پھر ہم آپ کے پاس آئیں گے۔ جب ہم چلے جائیں تو پھر آپ کی مرضی ہو تو انہیں اپنے

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 336 (1094)، دار الکتب العلمیہ بیروت

پاس آنے کی اجازت دے دیں۔ جب وہ شخص اٹھ کر چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الخ۔

امام ابن جریر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ ﷺ اپنے کسی مکان میں تھے۔ آپ ﷺ ان فقراء صحابہ کی تلاش میں نکلے تو آپ ﷺ نے انہیں ذکر الٰہی میں مصروف پایا ان میں پراگندہ بال بھی تھے، خشک جلد والے بھی تھے، ایک کپڑے میں ملبوس بھی تھے۔ جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ ﷺ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یُمِتْنِیْ حَتّٰی اَنْ اَمَرَنِیْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِیْ مَعَهُمْ۔ "سب تعریف اللہ کے لیے جس نے میری امت میں ایسے (نیک سیرت اور صالح کردار) افراد بنائے جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم فرمایا"۔(1)

امام البزار رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص سورۂ حجر اور سورۂ کہف پڑھتے ہوئے آیا تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر وہ شخص خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی مجلس میں قائم رہنے کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عمر بن ذر رضی اللہ عنہ کے طریق سے ان کے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے ایک گروہ کے پاس پہنچے جن میں عبداللہ بن رواحہ بھی تھے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے۔ جب حضرت عبداللہ آپ ﷺ کو دیکھ کر خاموش ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ کو فرمایا: اپنے ساتھیوں کو ذکر کراؤ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ آپ ذکر کرانے کے زیادہ حق دار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا وہ گروہ ہے جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الآیہ۔

امام طبرانی نے الصغیر میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمر بن ذر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کر کے بتایا ہے کہ نبی کریم ﷺ عبداللہ بن رواحہ کے پاس سے گزرے جب کہ وہ اپنے ساتھیوں کو ذکر کروا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا وہ گروہ ہے جس کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الآیۃ۔ فرمایا: جتنی تعداد تم ذاکرین کی ہوتی ہے اتنی ہی تعداد تمہارے فرشتوں کی ہوتی ہے۔ لوگ اگر اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں تو فرشتے بھی اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ تو فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اگر انسان اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں تو فرشتے بھی اس کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔ پھر فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاتے ہیں۔ اللہ کے سب کچھ جاننے کے باوجود وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! جب تیرے بندوں نے تسبیح کی تو ہم نے بھی تسبیح بیان کی، انہوں نے تیری بڑائی بیان کی، تو ہم نے بھی تیری بڑائی بیان کی انہوں نے تیری حمد کی۔ تو ہم نے بھی تیری حمد کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو! میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان تمام حاضرین مجلس ذکر کو بخش دیا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں ان میں فلاں گنہگار

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 271، دار احیاء التراث العربی بیروت

37B

شخص بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے ذاکرین کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک ذکر کرنے والے کے پاس تشریف لائے جو ذکر کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر وہ رک گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر کیجئے کیونکہ صبح سے لے کر سورج کے روشن ہونے تک (ذکر الٰہی کی خاطر) بیٹھنا میرے نزدیک چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (1)

امام ابو یعلیٰ، ابن مردویہ بیہقی (دلائل میں) اور ابونصر السجزی رحمہم اللہ نے الابانۃ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ضعیف و نادار لوگ بیٹھے تھے اور ایک شخص ہم پر قرآن پڑھ رہا تھا اور ہمارے لیے دعا کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے میری امت میں ایسے نیک سیرت افراد پیدا فرمائے جن کے ساتھ مجھے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر فرمایا فقراء مسلمین کو قیامت کے روز کامل نور کی بشارت ہو وہ غنی لوگوں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے (یعنی) پانچ سو سال کی مقدار (پہلے داخل ہوں گے) یہ فقراء جنت میں نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اور غنی لوگوں کا محاسبہ کیا جا رہا ہوگا۔ (2)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک جماعت میں تھے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی تھی، نبی کریم ﷺ ان کے پاس سے گزرے تو وہ رک گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم کیا کہہ رہے تھے؟ عرض کی ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ رحمت الٰہی تم پر نازل ہو رہی ہے۔ میں نے بھی تمہارے ساتھ اس رحمت میں شریک ہونے کو پسند کیا۔ پھر فرمایا سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے میری امت میں ایسے (بختاور) لوگ پیدا فرمائے جن کے ساتھ مجھے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے جمع ہوتی ہے اور اس کا مقصود صرف اور صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے تو آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا دیتا ہے کہ تم کھڑے ہو جاؤ تمہاری بخشش کر دی گئی ہے، تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا گیا ہے۔ (3)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے عبداللہ بن عمر نے اس آیت کے بارے میں بتایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرضی نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے سلسلہ سے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ (الآیہ) کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ آیت صبح اور عصر کی نماز کے بارے نازل ہوئی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبید اللہ بن عبداللہ بن عدی بن الخیار سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے

1۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 261، دار صادر بیروت 2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 351، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 142

فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جو یبر عن الضحاک کے سلسلہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ آیت امیہ بن خلف کے بارے نازل ہوئی کیونکہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسا مطالبہ کیا تھا جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھا۔ اس نے کہا تھا کہ آپ ان درویشوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں اور اہل مکہ کے سرداروں کو اپنا ہم نشین بنائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ہم نے اس کے دل پر مہر لگا دی ہے یعنی توحید قبول کرنے سے ہم نے اس کے دل پر مہر لگا دی ہے وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ اس نے شرک کی پیروی کی ہے وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں اور اللہ کی معرفت سے جہالت کے سلسلہ سے حد سے بڑھا ہوا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عیینہ بن حصن گرمی کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حضرت سلمان فارسی موجود تھے۔ انہوں نے اون کا جبہ پہنا ہوا تھا جس سے پسینہ کی بو آ رہی تھی، عیینہ نے کہا اے محمد! جب ہم آپ کے پاس آتے ہیں تو اسے اور اس جیسے فقراء کو اپنے پاس سے اٹھا دیا کرو تاکہ یہ ہمیں اذیت نہ دیں اور جب ہم نکل جائیں تو تم ان کے ساتھ اپنا معاملہ بہتر جانتے ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا (الآیہ)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو امیہ بن خلف کی پیروی سے روکا گیا ہے کیونکہ امیہ بھی ہر اس بات کو بھولنے والا تھا جو اسے کہی جاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ (الآیہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امیہ کو چھوڑ کر اپنے اصحاب کی طرف لوٹ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سلمان کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو ذکر کروا رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے کہ میں دنیا سے جدا نہیں ہوا اور اس نے مجھے اپنی امت سے ایسے فرد دکھائے جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے مغیرہ عن ابراہیم کے طریق سے روایت کیا ہے کہ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ سے مراد اہل ذکر ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت منصور کے طریق سے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ انہیں ذکر سے دور نہ کرو۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے اصحاب کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا (تاکہ) آپ انہیں قرآن پڑھائیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد يَعْبُدُوْنَ رَبَّهُمْ ہے یعنی جو اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں وَ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نگاہیں ان کے علاوہ کسی دوسرے (مادیت پرست) کی طرف نہ اٹھیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہاشم سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حلال و حرام میں تمیز کرتے ہیں۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ (الآیہ) کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حلال اور حرام میں فرق کرنا ہے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں ابراہیم اور مجاہد سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد پانچ وقت کی نماز ادا کرنے والے ہیں۔(1)

امام ابن المنذر نے حضرت ابن جریج سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا عیینہ بن حصن کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے سلمان فارسی کی بدبو اذیت دیتی ہے۔ آپ ہمارے لیے علیحدہ محفل کا انتظام کیا کریں جہاں یہ لوگ نہ ہوں اور ان کے لیے آپ جدا مجلس کا اہتمام کیا کریں جہاں ہم نہ ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فُرُطًا کا معنی ضیاعاً ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ سے وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ کے تحت روایت کیا ہے کہ حق سے مراد قرآن ہے۔

امام حنیش نے الاستقامہ میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے ایمان چاہتا ہے وہ ایمان لے آتا ہے اور جس کے لیے کفر چاہتا ہے وہ کفر کرتا ہے۔ اس کی تائید اس ارشاد سے ہوتی ہے وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (التکویر) ''اور تم نہیں چاہتے مگر جو اللہ رب العالمین چاہتا ہے''۔(2)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ تہدید اور وعید ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت رباح بن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے عمر بن حبیب سے فَمَنْ شَاءَ الخ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے داؤد بن رافع نے بتایا کہ مجاہد فرماتے تھے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے عاجز کرنے والا نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے۔

ابن جریر نے ابن عباس سے أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا کے تحت روایت کیا ہے کہ سرادق سے مراد آگ کی دیواریں ہیں۔(3)

احمد، ترمذی، ابن ابی الدنیا (صفۃ النار میں)، ابن جریر، ابو یعلی، ابن ابی حاتم، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابو الشیخ، حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ نے ابو سعید الخدری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سرادق چار ہیں یعنی دوزخ کی چار دیواریں ہیں، ہر دیوار کی موٹائی اتنی ہے کہ اسے طے کرنے کے لیے چالیس سال درکار ہوں گے۔(4)

امام احمد، بخاری (نے تاریخ میں)، ابن ابی الدنیا، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم کا ایک سمندر ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا۔(5)

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 331 (1631)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 274، دار احیاء التراث العربی بیروت 3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 275

4۔ جامع ترمذی، ابواب صفۃ جہنم، جلد 2، صفحہ 82، وزارت تعلیم اسلام آباد 5۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 638 (8762)، بیروت

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے المصنف میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت الاحنف بن قیس رحمہ اللہ سرادق میں نہیں سوتے تھے اور فرماتے تھے کہ سرادق کا ذکر دوزخیوں کے لیے کیا گیا ہے۔

امام احمد، عبد بن حمید، ترمذی، ابویعلی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الشعب میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہل سے مراد وہ تلچھٹ ہے جب وہ انسان کے قریب کیا جائے تو اس کے چہرے کی کھال (گل کر) اس میں گر جائے۔(1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ کَالْمُهْلِ سے مراد سیاہ تلچھٹ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ہناد، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس سے کَالْمُهْلِ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: وہ غلیظ پانی ہے جو تیل کے تلچھٹ کی مانند ہوگا۔(2)

امام ہناد، عبد بن حمید اور ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر سے کَالْمُهْلِ کا یہ معنی روایت کیا ہے تیل کا تلچھٹ۔(3)

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اور ابو مالک رحمہما اللہ سے یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام ہناد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے کَالْمُهْلِ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے سونا اور چاندی منگوایا پھر انہیں آگ پر گرم کیا۔ جب وہ دونوں پگھل گئے تو فرمایا المہل اس کے مشابہ چیز ہے۔ یہ دوزخیوں کا مشروب ہوگا۔ اس کا رنگ آسمان جیسا ہوگا لیکن دوزخیوں کا شراب اس پگھلے ہوئے سونے اور چاندی سے بھی زیادہ گرم ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سیاہ پیپ اور خون مراد ہے جیسے تیل کا تلچھٹ ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ کَالْمُهْلِ سے مراد سیاہ مشروب ہے۔ یہ بھی سیاہ ہوگا اور اس کے پینے والے بھی سیاہ ہوں گے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت خصیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کَالْمُهْلِ سے مراد پگھلا ہوا تانبا ہے لیکن مہل اس تانبے سے بہت زیادہ گرم ہوگا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت الحکم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: مہل پگھلی ہوئی چاندی کی مثل ہوگا۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مہل انتہائی گرم ہوگا۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کیا تم جانتے ہو کہ مہل کیا ہے؟ فرمایا تیل کا تلچھٹ۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے مُرْتَفَقًا کا معنی مجتمعاً روایت کیا ہے یعنی مجمع (قرارگاہ)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس کا معنی منزل روایت کیا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 276 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 277 3۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ دوزخی گرم پانی پینے کے لیے جمع ہوں گے اور الارتفاق کا معنی المتکا (ٹھکانا) ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے (تو ہمارا یہ دستور ہے کہ) ہم ضائع نہیں کرتے کسی کا اجر جو عمدہ اور (مفید) کام کرتا ہے۔ یہی وہ (خوش نصیب) ہیں جن کے لیے ہمیشگی کے لیے جنت ہیں رواں ہیں جن کے نیچے ندیاں، انہیں پہنائے جائیں گے ان جنتوں میں کنگن سونے کے اور پہنیں گے سبز رنگ کا لباس جو باریک ریشمی کپڑے اور موٹے ریشمی کپڑے کا بنا ہوا ہوگا، تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے وہاں مرصع پلنگوں پر، کتنا اچھا ہے یہ اجر اور کتنی عمدہ ہے یہ آرام گاہ''۔

امام ابن المبارک اور ابن ابی حاتم نے المقبری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم فرماتے تھے اے ابن آدم! جب تو نیکی کرے تو اس سے غافل ہو جا کیونکہ وہ اس ذات کے پاس پہنچ چکی ہے جو اسے ضائع نہیں کرے گا پھر یہ آیت اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا۔ اور جب تو برائی کر بیٹھے تو اسے ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی جنتی جھانکے اور اس کا کنگن ظاہر ہو جائے تو اس کی روشنی سورج کی روشنی کو بھی مٹا دے جیسے سورج ستاروں کی روشنی کو مٹا دیتا ہے۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اہل جنت میں سے از روئے زیورات کے ادنیٰ شخص کے زیور کا اہل دنیا کے تمام زیورات کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ جو آخرت میں اسے زیور پہنائے گا وہ اہل دنیا کے تمام زیورات سے افضل ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے العظمہ میں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جنت میں ایک فرشتہ ہے اگر تو چاہے کہ میں اس کا نام لوں تو میں اس کا نام لے لوں گا وہ پیدائش سے لے کر قیامت تک اہل جنت کے زیور تیار کرتا رہے گا۔ اگر ان میں سے ایک زیور بھی وہ باہر نکال دے تو سورج کی شعاع کو ختم کر دے۔ اہل جنت کے تاج موتیوں سے بنے ہوئے ہوں گے۔ اگر ایک تاج بھی

ان میں سے آسمان دنیا سے لڑھک آئے تو سورج کی روشنی کو ختم کر دے گا جس طرح سورج چاند کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل جنت کو سونے، موتیوں اور چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ یہ ان پر ہر چیز سے ہلکے پھلکے ہوں گے یہ نور ہوں گے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ أَسَاوِرَ (سے) کستوری (کی مہک آئے گی)۔

بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ (1)

امام نسائی اور حاکم نے عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر والے مردوں کو زیور اور ریشم پہننے سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر تم جنت کے زیور اور ریشم پسند کرتے ہو تو دنیا میں ان دونوں چیزوں کو نہ پہنو۔ (2)

امام طیالسی، بخاری (تاریخ میں)، نسائی، بزار، ابن مردویہ اور بیہقی نے البعث میں ابن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! ﷺ ہمیں اہل جنت کے کپڑوں کے متعلق بتائیں کیا بنے بنائے پیدا ہوں گے یا بنے ہوئے نہ ہوں گے جنہیں بعد میں بنایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ جنت کے پھل ان کپڑوں سے پھٹیں گے (یعنی جنتیوں کے لباس درختوں کے پھلوں سے پیدا ہوں گے)۔ ابن مردویہ نے حدیث جابر سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوالخیر مرثد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنت میں ایک درخت ہے جو ریشم پیدا کرتا ہے اہل جنت کا لباس اسی سے ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: إِسْتَبْرَقٍ موٹے ریشم کو کہتے ہیں۔ عجمی زبان میں اسے استبرہ کہتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ إِسْتَبْرَقٍ موٹا ریشم ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید اور ابن جریر نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: إِسْتَبْرَقٍ، موٹا ریشم ہے۔ (3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن سابط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ایک جنتی بندے کی طرف لباس بھیجے گا تو وہ بندہ اسے بہت پسند کرے گا اور کہے گا میں نے باغات دیکھے ہیں لیکن میں نے ایسا لباس کبھی نہیں دیکھا۔ پس وہ فرشتہ جو لباس لے کر آیا ہوگا۔ وہ کہے گا (کہ تمہارا رب ان باغات کو حکم دیتا ہے کہ اس بندے کے لیے اس قسم کا لباس تیار کرو جو وہ چاہتا ہے)

ابن ابی حاتم نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اہل جنت کے کپڑوں میں سے اگر آج دنیا میں ایک کپڑا پھیلا دیا جائے تو جو دیکھے اس پر غشی طاری ہو جائے اور لوگوں کی آنکھیں اس کی چمک اور خوب صورتی برداشت ہی نہ کر سکیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سلیم بن عامر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنتیوں میں سے ایک شخص

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 127، وزارت تعلیم اسلام آباد   2۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 212 (7403)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 281

اہل جنت کے لباسوں میں سے ایک لباس پہنے گا پھر وہ اسے اپنی انگلیوں کے درمیان رکھے تو اس کی انگلیوں میں کچھ نظر نہیں آئے گا۔ وہ اسے پہنے گا تو وہ لمبا ہو جائے گا حتی کہ وہ اس کے قدموں کو ڈھانپ دے گا۔ جنتی ایک گھڑی میں ستر کپڑے پہنے گا، اس میں سے ادنی کپڑا شقیق النعمان گل لالہ کی مثل ہوگا۔ وہ ستر کپڑے پہنے گا، قریب ہے کہ وہ چھپ جائے۔ دنیا میں کوئی شخص طاقت نہیں رکھتا کہ وہ سات کپڑے پہنے جس کی اس کی گردن میں وسعت ہو۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابورافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی میت کو کفن پہنائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے موٹے اور باریک ریشم سے (لباس) پہنائے گا۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الہیثم بن مالک الطائی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص اپنے صوفے پر چالیس سال (جنت میں) بیٹھے گا نہ اس سے ادھر ادھر ہوگا اور نہ اس سے اکتائے گا۔ پس اس کے پاس ہر چیز پہنچ جائے گی جو اس کے دل میں آئے گی اور جو اس کی آنکھیں پسند کریں گی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ثابت سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ پہنچی ہے کہ ایک شخص جنت میں ستر سال اپنی آرام گاہ پر بیٹھے گا۔ اس کے پاس (وہاں ہی) اس کی ازواج، خدام اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دوسری نعمتیں اور نوازشات ہوں گی اور تھوڑی دیر کے لیے اس کی نظر غافل ہوگی تو اس کی بیویاں اس کے لیے ایسی ہوں گی کہ اس نے (گویا) اس سے پہلے دیکھی ہی نہیں ہیں وہ بیویاں اس سے کہیں گی تیرے لیے وقت آچکا ہے تو ہمارے لیے اپنی ذات سے حصہ بنائے۔

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الْاَرَآىِٕكِ ان پلنگوں کو کہتے ہیں جو حجلۂ عروسی کے درمیان میں لگے ہوتے ہیں (2) ان پر ایسے قالین ہوں گے جو آسمان میں ایک فرسخ بلند ہوں گے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے البعث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اریکہ وہ تخت ہوتا ہے جو حجلۂ عروسی میں سجایا گیا ہو۔ اگر تخت بغیر حجلۂ عروسی کے ہو تو اسے اریکہ نہیں کہتے اور اگر حجلۂ عروسی بغیر تخت کے ہو تو اسے اریکہ نہیں کہا جاتا۔ جب دونوں چیزیں جمع ہوں تو اس مجموعہ کو اریکہ کہتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ہناد، عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الْاَرَآىِٕكِ وہ تخت جن کے اوپر حجلۂ عروسی بنایا جاتا ہے۔(3)

امام عبد بن حمید اور بیہقی نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ارائک موتیوں اور یاقوت سے بنے ہوئے ہوں گے۔

امام عبد بن حمید اور ابن الانباری رحمہما اللہ نے الوقف والابتداء میں حضرت الحسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم نہیں جانتے تھے کہ الْاَرَآىِٕكِ کیا چیز ہیں حتی کہ ہم ایک یمنی شخص سے ملے۔ پس اس نے ہمیں بتایا کہ اریکہ ان کے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 6-505 (1307)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 281 3۔ ایضاً

نزدیک اس حجلہ عروسی کو کہتے ہیں جس میں تخت بھی سجایا گیا ہو۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے حضرت ابورجاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت الحسن رحمہ اللہ سے پوچھا گیا الْاَرَآىِٕكِ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اس سے مراد حجلہ عروسی ہے۔ اہل یمن کہتے ہیں اَرِيْكَةُ فُلَانٍ۔

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے الْاَرَآىِٕكِ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: یہ تختوں پر حجلہ ہائے عروسی ہیں۔(1)

امام عبد بن حمید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الْاَرَآىِٕكِ اس حجلہ عروسی کو کہتے ہیں جس میں تخت موجود ہوں۔(2)

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ
حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَ
لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ
لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَ دَخَلَ
جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّ مَاۤ
اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّ لَىِٕنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا
مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ
تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾

"اور بیان فرمایئے ان کے لیے مثال دو آدمیوں کی ہم نے دیئے تھے ان دونوں میں سے ایک کو دو باغ انگوروں کے اور ہم نے باڑ بنادی ان دونوں کے اردگرد کھجور (کے درختوں) کی اور اگا دی ان دونوں کے درمیان کھیتی یہ دونوں باغ اپنے اپنے پھل لائے اور نہ کم ہوئی ان سے کوئی چیز اور ہم نے جاری کر دیں ان کے درمیان نہریں۔ اور (باغوں کے علاوہ) اور بھی اس کے اموال تھے تو (ایک روز) اس نے اپنے ساتھی سے بحث مباحثہ کے دوران کہا کہ میں دولت کے لحاظ سے بھی تم سے زیادہ ہوں اور نفری کے لحاظ سے بھی تم سے طاقت ور ہوں۔ اور (ایک دن) وہ اپنے باغ میں گیا درانحالیکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا، کہنے لگا میں نہیں خیال کرتا کہ یہ (سرسبز وشاداب) باغ کبھی برباد ہوگا۔ اور میں یہ خیال بھی نہیں کرتا کہ کبھی قیامت بھی برپا ہوگی اور بفرض محال اگر

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 281 2۔ ایضاً

مجھے لوٹایا گیا اپنے رب کی طرف تو یقیناً میں پاؤں گا اس (نزہت گاہ) سے بہتر پلٹنے کی جگہ۔ اس کے ساتھی نے اس بحث ومباحثہ کے درمیان کہا کیا تو انکار کرتا ہے اس ذات کا جس نے تجھے پیدا فرمایا مٹی سے، پھر نطفہ سے پھر بنا سنوار کر تجھے مرد بنایا''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ کے تحت روایت کیا ہے کہ جنت سے مراد باغ ہے۔ اس کا باغ ایک تھا اور دیوار بھی ایک تھی لیکن درمیان میں نہر تھی۔ اس وجہ سے دو باغ فرمایا اور دیوار کے ایک ہونے کی وجہ سے (جنة) ایک باغ فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت یحییٰ بن ابو عمرو الشیبانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابو فرطس کی نہر، ان دو باغوں کی نہر تھی۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: وہ رملہ کی مشہور نہر ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا پھل کبھی کم نہیں ہوتا تھا۔ باغ کے ہر درخت کا پھل کھایا جاتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خِلٰلَهُمَا سے مراد وَسْطَهُمَا (ان کا درمیان) ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ میں ثَمَرٌ سے مراد مال ہے۔

امام ابو عبید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس نے ثُمُرٌ کو ثاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی اس کے پاس کئی قسم کے اموال تھے۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ثُمُرٌ سے مراد سونا اور چاندی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت بشیر بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ ثُمُرٌ کو ثاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ اور فرماتے ثُمُرٌ سے مراد مال، اولاد اور غلام ہیں اور ثمر سے مراد پھل ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو یزید المدنی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وہ اسے كَانَ لَهٗ ثُمُرٌ پڑھتے تھے۔ فرماتے: اس کا مطلب اصل، مال اور پھل ہے۔

ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ سے مراد اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے اَنْ تَبِيْدَ کا معنی تھلك روایت کیا ہے یعنی میں تو تصور بھی نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی ہلاک ہوگا اور قیامت کے قائم ہونے کا بھی گمان نہیں کرتا۔ اگر قائم ہو بھی گئی اور بفرض محال مجھے لوٹایا بھی گیا اپنے رب کی طرف تو یقیناً میں اس نزہت گاہ میں بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا۔

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ۞ وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15 صفحہ 283، دار احیاء التراث العربی بیروت

قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۳۹﴾

''لیکن میں (تو) وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں شریک نہیں ٹھہراتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو اور کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب تو باغ میں داخل ہوا تو تو کہتا ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ (وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کسی میں کوئی طاقت نہیں) اگر تو نے مجھے دیکھا کہ میں کم ہوں تجھ سے مال اور اولاد میں''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایسے کلمات سکھائے جو میں تکلیف اور مصیبت کے وقت کہتی ہوں (وہ کلمات یہ ہیں) اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔ اللہ ہی میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب اپنے مال میں سے کوئی ایسی چیز دیکھتے جو انہیں پسند ہوتی یا اپنے کسی باغ میں داخل ہوتے تو مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہتے۔ یہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَ لَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ الخ سے استدلال کرتے تھے۔(1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت زیاد بن سعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت ابن شہاب جب اپنے مال میں داخل ہوتے تو مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہتے اور اس کی سند وَ لَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ (الآیہ) کو بناتے۔

ابن ابی حاتم نے مطرف سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مالک جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو ماشاء اللہ کہتے۔ میں نے مالک سے کہا تم یہ کیوں کہتے ہو؟ انہوں نے فرمایا: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا وَ لَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ (الآیہ)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حفص بن میسرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے وہب بن منبہ کے دروازے پر ماشاء اللہ لکھا ہوا دیکھا۔ اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَ لَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ۔ الآیہ

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن مرۃ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ افضل دعا انسان کا قول ماشاء اللہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو شخص سوال کرتا ہے وہ ماشاء اللہ کہنے کی وجہ سے جلدی کامیاب ہونے والا ہوتا ہے۔

امام عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد الزہد میں حضرت یحییٰ بن سلیم الطائفی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے ایک حاجت کا سوال کیا لیکن اس کے پورا ہونے میں تاخیر ہوگئی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے ماشاء اللہ کہا تو حاجت پوری ہو کر سامنے آگئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا رب میں تجھ سے فلاں وقت سے اپنی حاجت طلب کر رہا تھا۔ اب تو نے مجھے وہ عطا فرمائی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اور فرمایا: اے موسیٰ! کیا تجھے علم نہیں کہ تیرا قول ماشاء اللہ زیادہ جلدی پورا کرنے والا ہے ان حوائج کو جو تو اس کے ذریعے طلب کرے گا۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 90 (4370)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور نسائی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تیری جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر رہنمائی نہ کروں؟ انہوں نے عرض کیا: وہ کیا ہے؟ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔(1)

امام ابن سعد، احمد، ترمذی، انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں: ان کے باپ انہیں نبی کریم ﷺ کی خدمت کرنے کے لیے آپ کے پاس چھوڑ آئے۔ فرماتے ہیں: میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ میں دو رکعت نماز پڑھ کر لیٹ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے پاؤں سے مارا اور فرمایا: کیا میں تیری جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر راہنمائی نہ کروں؟ میں نے کہا: ضرور کرم فرمائیے۔ فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔(2)

امام احمد نے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوذر سے فرمایا: اے ابوذر! میں تجھے ایسا کلمہ نہ سکھاؤں جو جنت کے خزانہ سے ہے؟ ابوذر نے عرض کی: حضور! ﷺ ضرور کرم کیجئے۔ فرمایا تم کہو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد رحمہما اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہاری رہنمائی جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ پر نہ کروں؟ فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کثرت سے پڑھنے کا حکم دیا کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ میں تمہاری جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ پر رہنمائی نہ کروں، تم کثرت سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا کرو۔(4)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

ابویعلی، ابن مردویہ اور بیہقی نے الشعب میں حضرت انس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندے پر جو اہل یا مال یا اولاد کی صورت میں نعمت عطا فرمائی ہو پھر وہ (اسے دیکھ کر) مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت سے ہر آفت دور فرما دیتا ہے حتی کہ اس پر موت آجائے۔ پھر یہ آیت پڑھی وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ الخ۔(5)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو کوئی اپنے مال میں کوئی چیز دیکھے جو اسے اچھی لگے تو مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہے تو اس مال کو کبھی کوئی آفت لاحق نہیں ہوگی پھر یہ آیت پڑھی وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ الخ۔ یہ حدیث بیہقی نے الشعب میں حضرت انس سے روایت کی ہے۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 228، 242، دار صادر بیروت بحوالہ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 118، دار الفکر بیروت

2۔ جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 198، وزارت تعلیم اسلام آباد

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 13، صفحہ 517، بحوالہ الزوائدہ، جلد 10، صفحہ 120 (16902)، دار الفکر بیروت

4۔ مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 20-119 (16902)، دار الفکر بیروت 5۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 90 (4369)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے کوئی انعام فرمایا ہو اور وہ اس کو باقی رکھنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی کثرت کرے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی وَ لَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ الخ۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تیری جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ پر راہنمائی نہ کروں جو عرش کے نیچے ہے؟ میں نے کہا ضرور کرم فرمایئے فرمایا تو یہ کہہ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ عمرو بن میمون نے فرمایا: میں نے ابو ہریرہ سے کہا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا کلمہ مراد ہے۔ فرمایا نہیں۔ یہ سورۂ کہف میں ہے وَ لَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (1)

امام ابن مندہ رحمہ اللہ نے الصحابہ میں حماد بن سلمہ عن سماک عن جریر کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں فارس کی طرف نکلا تو میں نے کہا مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، مجھے ایک شخص نے یہ کہتے ہوئے سن لیا۔ اس نے کہا کیا میں وہی کلام آج سن رہا ہوں جو میں نے آسمان سے سننے کے بعد کسی سے نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا تو اور آسمان کی خبر (یہ کیسے ہو سکتا ہے؟) اس نے کہا میں کسریٰ کے ساتھ تھا اس نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا میں گیا پھر واپس آیا تو شیطان میرے گھر میں میری شکل میں موجود تھا۔ وہ میرے سامنے آیا اور یہ شرط رکھی کہ ایک دن میرے لیے ہوگا اور ایک دن تیرے لیے ہوگا ورنہ میں تجھے ہلاک کر دوں گا۔ میں اس پر راضی ہو گیا۔ وہ میرے ساتھ بیٹھتا، میں اس سے باتیں کرتا، وہ مجھ سے باتیں کرتا۔ ایک دن اس نے مجھے کہا میں ان شیطانوں میں ہوں جو چوری چھپے آسمان کی باتیں سنتے ہیں اور آج رات میری باری ہے۔ میں نے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ میں بھی تیرے ساتھ چھپ جاؤں؟ اس نے کہا ہاں۔ وہ تیار ہوا اور میرے پاس آیا اور کہا میری معرفت سیکھ لے، اس کو نہ چھوڑنا ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ میں نے اس کی معرفت حاصل کی۔ مجھے وہ اوپر لے گیا حتیٰ کہ میں نے آسمان کو چھولیا وہاں ایک کہنے والا کہہ رہا تھا مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ پس یہ سنتے ہی سارے شیطان مونہوں کے بل گر پڑے اور میں بھی گر پڑا۔ میں اپنے گھر والوں کے پاس واپس آیا، کچھ دنوں کے بعد وہ بھی آ گیا۔ میں نے مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہنا شروع کر دیا تو وہ پگھلنے لگا حتیٰ کہ مکھی کی طرح ہو گیا۔ پھر اس نے کہا تو نے اپنی اس کلمہ سے حفاظت کر لی ہے پس وہ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت یحییٰ بن سلیم الطائفی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے شیخ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ کلمہ جس کے ساتھ فرشتے شیطانوں کو جھڑکتے ہیں جب وہ چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں، ماشاء اللہ ہے۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ میں حضرت صفوان بن سلیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کوئی بھی فرشتہ زمین سے نہیں اتر سکتا ہے حتیٰ کہ وہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہہ لے۔ (2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلَا

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 335، دار صادر بیروت 2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 161

حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے اور کم از کم بیماری دل کی بیماری ہے۔

امام ابن مردویہ، الخطیب اور دیلمی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کی یہ تفسیر بتائی ہے کہ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی کوئی طاقت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی قوت سے اور اللہ کی اطاعت کی بھی کوئی طاقت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: توفیق الٰہی کے بغیر ہمیں اطاعت کی طاقت نہیں اور توفیق الٰہی کے بغیر ہمیں گناہ کو چھوڑنے کی طاقت نہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے زہیر بن محمد سے روایت کیا ہے ان سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کی تفسیر پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر اپنی تمنا پوری نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر کسی مصیبت سے بچ نہیں سکتا۔

فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ
السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿٤٠﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ
طَلَبًا ﴿٤١﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ
خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿٤٢﴾ وَلَمْ
تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ
الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ
فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿٤٥﴾

”پس عجب نہیں کہ میرا رب مجھے عطا فرما دے کوئی بہتر چیز تیرے (اس) باغ سے اور اتارے اس باغ پر کوئی آسمانی عذاب تو ہو جائے یہ (سرسبز) باغ ایک چٹیل میدان۔ یا یوں جذب ہو جائے اس کا پانی زمین کی گہرائی میں کہ پھر تو اس کو تلاش کے باوجود نہ پا سکے اور اس کے (باغ) کا پھل برباد ہو گیا۔ پس وہ کف افسوس ملنے لگا اس مال کے نقصان پر جو اس نے باغ پر خرچ کیا تھا اور (اب) وہ گرا پڑا تھا اپنے چھپروں پر اور (بصد حسرت) کہنے لگا کاش! میں نے کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنایا ہوتا اور نہ رہی تھی اس کے پاس کوئی جماعت جو اس کی مدد کرتی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اور نہ وہ بدلہ لینے کے قابل تھا۔ یہاں سے ثابت ہو گیا کہ سارا اختیار اللہ سچے کے لیے ہے۔ وہی بہتر ثواب دینے والا ہے اور اس کے ہاتھ میں بہتر انجام ہے۔ بیان فرمائیے ان سے دنیوی

زندگی کی (ایک اور) مثال، یہ پانی کی طرح ہے جسے ہم نے اتارا ہے آسمان سے، پس گنجان ہو کر اگتی ہیں اس پانی سے زمین کی انگوریاں پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ خشک بوسیدہ گھاس ہو جاتی ہے، اڑائے پھرتی ہیں اسے ہوائیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حُسْبَانًا کا مطلب عذاب ہے۔

امام الطستی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت نافع بن الازرق رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ کے بارے مجھے بتایئے ابن عباس نے فرمایا: اس سے مراد آگ ہے۔ نافع نے کہا: عرب یہ معنی جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے حضرت حسان بن ثابت کا قول نہیں سنا:

بَقِيَّةُ مَعْشَرٍ صُبَّتْ عَلَيْهِمْ شَآبِيبُ مِنَ الْحُسْبَانِ شُهُبُ

''باقی خاندان پر آگ کے شعلے برسائے گئے''۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے حُسْبَانًا کا مطلب آگ روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے صَعِيْدًا زَلَقًا کا مطلب چٹیل میدان ہے۔(1)

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: حُسْبَانًا کا مطلب عذاب ہے۔ صَعِيْدًا زَلَقًا یعنی اس طرح وہ باغ کاٹا جائے کہ اس زمین میں کوئی چیز نہ چھوڑی گئی ہو۔ غَوْرًا یعنی اس کا پانی زمین کی گہرائی میں چلا جائے يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے افسوس کرتے ہوئے اپنے ضائع شدہ باغ پر۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: صَعِيْدًا زَلَقًا سے مراد پھسلنی زمین ہے جس میں کوئی پودا نہیں اگتا ہے۔ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فرماتے ہیں دونوں باغوں کا پھل تباہ و برباد ہو گیا۔ وہ اس پر ندامت و شرمندگی سے ہاتھ ملنے لگا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وہ گر پڑا تھا اپنے چھپروں پر یعنی اس کا نیچے والا حصہ اوپر کر دیا گیا تھا۔

امام ابن المنذر نے الضحاک سے وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ کے تحت روایت کیا ہے کہ امر الٰہی نے اسے گھیر لیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

امام ابن المنذر نے حضرت مجاہد سے وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ کے تحت روایت کیا ہے: عشیرۃ یعنی اس کا کوئی خاندان نہ تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے یہی معنی روایت کیا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کوئی ایسا لشکر نہ تھا جو اس کی مدد کرتا۔ مُنْتَصِرًا کا معنی مُمْتَنِعًا (حفاظت کرنے والا) کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے مبشر بن عبید سے روایت کیا ہے کہ الْوَلَايَةُ سے مراد دین ہے اور الْوَلَايَةُ کا مطلب امارت بھی ہے۔

امام حاکم نے حضرت صہیب سے روایت کیا ہے: جب کسی بستی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہونا چاہتے تو اسے دیکھتے ہی یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ فَاِنَّا نَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ اَهْلِهَا وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 288 2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 335 (1684)، دار الکتب العلمیہ بیروت

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَ عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ۫ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

''مال اور فرزند (تو صرف) دنیوی زندگی کی زیب و زینت ہیں (درحقیقت) باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے رب کی ہاں ثواب کے اعتبار سے اور بہتر ہیں جن سے امید وابستہ کی جاتی ہے اور (غور کرو) جس روز ہم مٹا دیں گے پہاڑوں کو (ان کی جگہ سے) اور تم دیکھو گے زمین کو کہ کھلا میدان ہے اور ہم جمع کریں گے انہیں پس نہیں پیچھے رہنے دیں گے ان میں سے کسی کو۔ اور پیش کیے جائیں گے آپ کے رب کی بارگاہ میں صفیں باندھے ہوئے (پھر ہم انہیں کہیں گے کہ) آج تم آگئے ہو ہمارے پاس جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی بار، ہاں تم تو یہ خیال کیے ہوئے تھے کہ ہم نہیں مقرر کریں گے تمہارے لیے وعدہ کا وقت''۔

امام ابن ابی حاتم اور الخطیب رحمہما اللہ نے حضرت سفیان الثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مال کو مال اس لیے کہا جاتا ہے کہ لوگ اسی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ دنیا کو دنیا اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ قریب ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عیاض بن عقبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے بیٹے یحییٰ کا وصال ہوا، جب اسے قبر میں اتارا گیا تو ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم! اگر یہ لشکر کا سردار ہوتا تو اسے روک لیتا۔ اس نے کہا مجھے اس کے روکنے سے کیا چیز مانع ہے؟ کل یہ دنیا کی زینت تھا اور آج اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مال اور بیٹے یہ دنیا کی کھیتی ہیں اور عمل صالح آخرت کی کھیتی ہے۔ اللہ لوگوں کے لیے ان دونوں کو جمع فرمائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے مراد یہ کلمات ہیں: سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

امام سعید بن منصور، احمد، ابویعلی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ کثرت سے کرو، پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا تکبیر، تہلیل، تسبیح، تحمید اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔(1)

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 694 (1889)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام سعید بن منصور، احمد اور ابن مردویہ نے حضرت النعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار (غور سے سنو) سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے ہیں۔(1)

امام نسائی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی رحمہم اللہ نے الصغیر میں حاکم رحمہ اللہ اور انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اپنی ڈھال پکڑو۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ کیا دشمن کے خلاف جو پہنچ چکا ہے؟ فرمایا: نہیں بلکہ دوزخ کی آگ سے بچاؤ کے لیے اپنی اپنی ڈھال پکڑ واور وہ یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ یہ قیامت کے روز آئیں گے۔ یہ مقدمات، معقبات اور محسنات اور اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔(2)

امام طبرانی، ابن شاہین نے الترغیب فی الذکر میں اور ابن مردویہ نے ابو الدرداء سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یہ باقیات صالحات ہیں۔ یہ خطاؤں کو اس طرح گرا دیتی ہیں جیسے درخت اپنے پتے گرا دیتا ہے اور یہ جنت کے خزانوں سے ہیں۔

ابن مردویہ نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک خشک درخت کے پاس سے گزرے تو آپ نے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو پکڑ کر حرکت دی تو اس کے تمام پتے گر گئے۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی کہنے والا کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے جھڑ گئے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جیسے درخت اپنے پتے جھاڑ دیتا ہے۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، مسلم، نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی کلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ یہ چار کلمات ہیں پس تو مجھ سے زیادہ سوال نہ کر، تجھے کوئی ضرر نہیں جس کلمہ سے چاہے شروع کر دے۔(4)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم رات کے مجاہدہ سے عاجز آ جاؤ اور دشمن کا مقابلہ سے عاجز آ جاؤ تو اس قول سے عاجز نہ ہو جاؤ سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ یہ اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ سے بچاؤ کے لیے ڈھال لے لو، تم کہو سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 68-267، دار صادر بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 725 (1985)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 152
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 109 (29896)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

اِلاَّ بِاللّٰہِ یہ مقدمات ہیں۔ مؤخرات ہیں یہ منجیات ہیں اور یہی اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن مردو یہ رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ اپنی اپنی ڈھال لے لو۔ صحابہ نے عرض کی دشمن سے جو پہنچ چکا ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ آگ سے بچاؤ کے لیے تم کہو سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ یہ قیامت کے دن آئیں گے۔ یہ مقدمات، محسنات، معقبات اور اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔(1)

امام ابن مردو یہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے ہے جو یہ کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ۔

امام ابن مردو یہ رحمہ اللہ نے حضرت الضحاک رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر رات تمہیں قیام سے روک دے اور تم قیام نہ کر سکو اور دن سے تم عاجز آ جاؤ اور تم روزہ نہ رکھ سکو اور تم مال پر بخیل بن جاؤ اور مال خرچ نہ کرو اور دشمن کے مقابلہ سے تم بزدل پڑ جاؤ اور جہاد نہ کر سکو تو سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کی کثرت کرو کیونکہ یہ اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔

امام طبرانی نے حضرت سعد بن جنادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسلام قبول کیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ نے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ، اِذَا زُلْزِلَتِ۔ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ سورتیں سکھائیں اور مجھے یہ کلمات سکھائے سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور فرمایا یہ اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں۔(2)

امام احمد، ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت عثمان بن عفان سے روایت کیا ہے کہ ان سے اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا وہ یہ ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ۔(3)

امام بخاری نے تاریخ میں اور ابن جریر نے ابن عمر سے روایت کیا ہے: ان سے اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ۔(4)

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردو یہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے: ان سے اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردو یہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے مراد اللہ کا یہ ذکر ہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ تَبَارَکَ اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ و استغفر اللہ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ، نماز، روزہ، حج، صدقہ، غلام آزاد کرنا، جہاد، صلہ رحمی تمام نیکیاں۔ یہ سب اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ ہیں، جنت میں اپنے کرنے والوں کے لیے باقی رہیں گے۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 92، (29729) 2۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 51 (5482)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 294، داراحیاء التراث العربی بیروت 4۔ ایضاً

ابن ابی شیبہ اور احمد نے الزہد میں سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم سعد بن ابی وقاص کے پاس تھے کہ ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔ فرمایا میں نے اس خاموشی کے دوران ایسی بات کہی ہے جو دریائے نیل اور فرات کی سیرابی سے بھی بہتر ہے۔ ہم نے پوچھا تم نے کیا کہا ہے؟ فرمایا میں نے کہا سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ (1)

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ سے مراد اچھا اور پاکیزہ کلام ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ اللہ کے جلال کی وجہ سے اس کی تسبیح، تحمید، تکبیر اور تہلیل کرتے ہیں تو وہ کلمات عرش کے اردگرد چکر لگاتے ہیں، ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی طرح ہوتی ہے، یہ اپنا ذکر کرنے والوں کو یاد کرتے ہیں۔ کیا تم میں کوئی یہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کوئی ایسی چیز ہو جو اس کا ذکر کرتی ہو۔ (2)

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بیان کیا کہ وہ قرآن یاد نہیں کر سکتا، اس نے کوئی ایسا وظیفہ پوچھا جو قرآن کی تلاوت کے قائم مقام ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ کہو سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (3)

امام ابن ابی شیبہ اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چند کلمات ایسے ہیں جنہیں جب بندہ کہتا ہے تو فرشتہ انہیں اپنے پروں پر رکھتا ہے: پھر انہیں اوپر لے جاتا ہے، فرشتوں کے کسی مجمع سے گزرتا ہے تو وہ فرشتے ان کلمات پر اور ان کلمات کے کہنے والوں پر صلاۃ بھیجتے ہیں حتی کہ وہ کلمات رحمٰن کے سامنے رکھے جاتے ہیں (وہ کلمات یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے ہر برائی اور مصیبت سے بچالیتا ہے۔ (4)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت الحسن البصری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک ندا کرنے والا آسمان میں ندا کر رہا ہے: اے لوگو! اپنی گھبراہٹ کے ہتھیار لے لو۔ لوگوں نے ہتھیار لے لیے ایک شخص آیا۔ اس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔ آسمان کے منادی نے ندا دی یہ تمہاری گھبراہٹ کا ہتھیار نہیں ہے، اس زمین والے شخص نے کہا پھر ہماری گھبراہٹ کے کون سے ہتھیار ہیں؟ فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ (5)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا مجھے اتنی تعداد میں دنانیر صدقہ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میرے نزدیک سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اتنی مقدار میں گھوڑوں پر رسیوں سمیت (مجاہدین کو) سوار کروں۔ (6)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 56 (29434)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 54 (29415)
3۔ ایضاً (29419)
4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 74 (29578)
5۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 75 (29580)
6۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 54 (29423)

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائدالزہد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے اپنی طرف سے الحمدللہ رب العالمین کہا اللہ تعالیٰ اس کے لیے تیس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس سے تیس گناہ مٹا دیتا ہے اور جو اللہ اکبر کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے بیس نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے بیس گناہ مٹا دیتا ہے اور جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے بیس نیکیاں لکھتا ہے اور بیس برائیاں مٹاتا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ، اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (ہود: 114) سے مراد پانچوں نمازیں ہیں۔

امام ابن ابی حاتم، ابن المنذر اور ابن ابی شیبہ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ کی اطاعت الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ میں سے ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہر وہ عمل جس سے رضا الٰہی مقصود ہو وہ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ میں سے ہے۔

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے: خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا فرماتے ہیں مشرکین کی جزاء سے بہتر جزاء۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے خَيْرٌ اَمَلًا کے تحت روایت کیا ہے کہ ہر کام کرنے والے کی ایک امید ہوتی ہے جو وہ رکھتا ہے اور مومن از روئے امید کے سب لوگوں سے بہتر ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً کے تحت روایت کیا ہے: اس سے مراد ایسی زمین ہے جس میں نہ کوئی آبادی ہو اور نہ کوئی علامت ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً کے تحت روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ایسی زمین ہے جس میں نہ کوئی عمارت ہو اور نہ کوئی درخت ہو۔

امام ابن مندہ رحمہ اللہ نے التوحید میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ندا دے گا اے میرے بندو! میں اللہ ہوں کوئی معبود نہیں سوائے میرے (میں) ارحم الراحمین، احکم الحاکمین، اسرع الحاسبین ہوں، اپنی حجت پیش کرو اور آسان کرو جواب، بے شک تم سے باز پرس ہوگی تمہارا محاسبہ ہوگا، اے میرے فرشتو! میرے بندوں کو حساب کے لیے قدموں کے پوروں کے اطراف پر صفوں میں سیدھا کھڑا کرو۔

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾

''اور رکھ دیا جائے گا (ان کے سامنے) نامۂ عمل پس تو دیکھے گا مجرموں کو کہ وہ ڈر رہے ہوں گے اس سے جو اس

میں ہے اور کہیں گے صد حیف! اس نوشتہ کو کیا ہو گیا ہے کہ نہیں چھوڑا اس نے کسی چھوٹے گناہ کو اور نہ کسی بڑے گناہ کو مگر اس نے اس کا شمار کر لیا ہے اور (اس دن) وہ پالیں گے جو عمل انہوں نے کیے تھے اپنے سامنے اور آپ کا رب تو (اے حبیب!) کسی پر زیادتی نہیں کرتا"۔

امام البزار رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز ابن آدم کے لیے تین دفتر نکالے جائیں گے ایک دفتر میں اس کے نیک اعمال ہوں گے، دوسرے میں اس کے گناہ ہوں گے اور تیسرے میں اس پر اللہ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں کا ذکر ہوگا۔

امام طبرانی نے سعد بن جنادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو ہم ایک چٹیل میدان میں اترے جہاں کچھ بھی نہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو کچھ کسی کے پاس ہے جمع کرو، جس کے پاس لکڑی ہے وہ لے آئے، جس کے پاس ہڈی یا کوئی اور چیز ہے وہ لے آئے۔ راوی فرماتے ہیں: تھوڑی دیر میں ہم نے مال کا ڈھیر لگا دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم یہ ڈھیر دیکھ رہے ہو؟ بلکہ اسی طرح تم میں سے ہر شخص کے گناہ جمع ہوں گے جیسے تم نے یہ ڈھیر جمع کیا ہے۔ پس ہر شخص کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے، نہ چھوٹا گناہ کرے نہ بڑا کیونکہ یہ سب شمار کیے جائیں گے۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھوٹے گناہوں سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے (جواب کا) مطالبہ ہوگا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً کے تحت روایت کیا ہے کہ صَغِيْرَةً سے مراد بغیر وجہ کے مسکرانا ہے اور کبیرہ سے مراد قہقہہ لگانا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ صَغِيْرَةً سے مراد مومنین سے استہزاء کرتے ہوئے مسکرانا ہے اور کبیرہ سے مراد قہقہہ لگانا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا، فرمایا لوگ شمار کی شکایت کریں گے جیسا کہ تم سنتے ہو اور کوئی شخص ظلم کی شکایت نہیں کرے گا، پس تم چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچو کیونکہ یہ بھی گناہ گار پر جمع ہوں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: لوگوں سے سوال ہوگا حتی کہ مسکرانے کا بھی سوال ہوگا۔ پوچھا جائے گا فلاں فلاں دن کیوں مسکرایا تھا۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ

1۔ معجم کبیر، جلد 6، صفحہ 52 (5485)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

دُوۡنِیۡ وَ هُمۡ لَكُمۡ عَدُوٌّ ؕ بِئۡسَ لِلظّٰلِمِیۡنَ بَدَلًا ۝

''اور یاد کرو جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ قوم جن سے تھا، سواس نے نافرمانی کی اپنے رب کے حکم کی۔ (اے اولاد آدم!) کیا تم بناتے ہو اسے اور اس کی ذریت کو اپنا دوست مجھے چھوڑ کر حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کے لیے بہت برا بدلہ ہے''۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابوالشیخ نے العظمہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ملائکہ کا ایک قبیلہ ہے جنہیں جن کہا جاتا ہے، ابلیس ان میں سے تھا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اس میں وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی پس اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شیطان مردود بنا دیا۔ (1)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ كَانَ مِنَ الۡجِنِّ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جنتوں کے خازن کو بھی جان کہا جاتا ہے۔ (2)

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت الضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس اور ابن مسعود کا ابلیس کے بارے میں اختلاف ہوا۔ ایک نے کہا وہ ان ملائکہ میں سے تھا جنہیں جن کہا جاتا ہے۔ (3)

امام ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس معزز اور مکرم فرشتوں کے قبیلہ سے تھا اور جنتوں کا خازن تھا، اس کو آسمان دنیا کی سلطانی حاصل تھی، اس کو مجمع البحرین پر تسلط حاصل تھا یعنی بحر روم اور بحر فارس۔ ایک مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف ہے۔ اسے زمین کی سلطانی بھی حاصل تھی۔ یہ وہ تھا جس کے نفس نے اس کو قضاء الٰہی کے ساتھ مزین کر کے دکھایا کہ اسے اہل آسمان پر شرف اور عظمت حاصل ہے۔ اس کے دل میں تکبر پیدا ہوا جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا تکبر ظاہر کر دیا۔ پس اس پر قیامت تک لعنت ہے كَانَ مِنَ الۡجِنِّ ابن عباس فرماتے ہیں چونکہ وہ جنتوں پر خازن تھا اس لیے اس کو جنان بھی کہا گیا۔ (4)

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابلیس ملائکہ کے اس قبیلہ سے تھا جسے جن کہا جاتا ہے۔ ابن عباس فرماتے تھے کہ اگر وہ ملائکہ میں سے نہ ہوتا تو اسے سجدہ کا حکم نہ دیا جاتا۔ وہ آسمان دنیا کے خزانہ پر متعین تھا۔ (5)

امام ابن جریر، ابن الانباری، کتاب الاضداد میں اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت الحسن سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس آنکھ جھپکنے کی دیر بھی فرشتوں سے نہ تھا۔ وہ جنوں کی اصل ہے جس طرح آدم علیہ السلام انسانوں کی اصل ہیں۔ (6)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو غارت کرے جو کہتے ہیں کہ ابلیس اللہ کے ملائکہ میں سے تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَانَ مِنَ الۡجِنِّ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 300
2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 301
3۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 300
4۔ ایضاً
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 301

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے کَانَ مِنَ الْجِنِّ کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ جنتوں کے خازنوں میں سے تھا۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن الانباری نے الاضداد میں ایک دوسرے طریق سے حضرت سعید بن جبیر سے کَانَ مِنَ الْجِنِّ کے تحت روایت کیا ہے کہ یہ جن ملائکہ کا ایک قبیلہ ہے جو قیامت تک اہل جنت کے زیورات تیار کرتے رہیں گے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے کَانَ مِنَ الْجِنِّ کے تحت روایت کیا ہے: یہ ان جنوں میں سے تھا جو جنت میں کام کرتے ہیں۔(1)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ کَانَ مِنَ الْجِنِّ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس جنوں کا باپ ہے جس طرح آدم انسانوں کا باپ ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ فرمایا تو لوگوں پر یہ معاملہ واضح ہو گیا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن منصور رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ملائکہ نے جنوں سے جنگ کی تو ابلیس قیدی بن گیا۔ یہ چھوٹا بچہ تھا۔ یہ ملائکہ کے ساتھ رہا اور ان کے ساتھ مکلف رہا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس ان جنوں میں سے تھا جنہیں فرشتوں نے بھگایا تھا۔ ابلیس کو بعض ملائکہ نے قیدی بنالیا تھا اور اسے آسمان پر لے گئے تھے۔(2)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے چھپ گیا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب ابلیس پر لعنت کی گئی تو اس کی صورت ملائکہ کی صورت سے جدا ہو گئی اس نے زور سے جزع فزع کی اور زور سے چیخ ماری۔ قیامت تک دنیا میں ہر چیخ اس کی چیخ سے ہو گی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت نوف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس آسمان دنیا کے فرشتوں کا رئیس تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کر کے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت الشعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا ابلیس کی بیوی ہے، تو انہوں نے کہا اس شادی کے متعلق میں نے نہیں سنا۔

امام ابن ابی الدنیا نے مکاید الشیطان میں اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس کے پانچ بچے ہیں: ثبر، اعور، زلنبور، مسوط اور داسم۔ مسوط یہ چلانے والا ہے (یہ ایسا شیطان ہے جو لوگوں کے مونہوں میں ایسی باتیں ڈالتا ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہوتی یعنی جھوٹی افواہیں پھیلاتا ہے اعور اور داسم کو میں نہیں جانتا کہ یہ کیا کرتے ہیں، الثبر مصائب لاتا ہے، زلنبور لوگوں کے درمیان تفریق اور جدائی ڈالتا ہے اور

1۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 170 (148)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 301

انسان کو اپنے گھر والوں کے عیوب دکھاتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ کے تحت روایت کیا ہے: ابلیس نے پانچ انڈے دیئے زلنبور، داثم، ثبر، مسوط، الاعور۔ الاعور، زنا پر اکساتا ہے۔ ثبر، یہ مصائب لاتا ہے۔ مسوط، جھوٹی افواہیں پھیلاتا ہے اور یہ افواہیں لوگوں کے مونہوں میں ڈالتا ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔ داثم، یہ اس شخص کے ساتھ گھر میں داخل ہوتا ہے جو سلام نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا، جب آدمی کھانا کھاتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ کھاتا ہے، یہ شیطان اسے دکھاتا ہے کہ سامان نہیں اٹھایا گیا یا سامان کو حسن تربیت سے نہیں رکھا گیا۔ زلنبور یہ بازاروں میں گھومتا ہے۔ زمین اور آسمان کے درمیان ہر بازار میں یہ اپنا سر رکھتا ہے۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ سے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّیَّتَهٗۤ کے تحت روایت کیا ہے۔: شیطان کی اولاد ہے اور وہ اس طرح بچے جنم دیتے ہیں جس طرح بنو آدم بچے جنم دیتے ہیں اور شیطان کی اولاد تعداد کے اعتبار سے انسانوں سے زیادہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابلیس نے پانچ انڈے دیئے ان سے اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ ایک مومن پر ربیعہ اور مضر قبیلہ سے بھی زیادہ جمع ہوتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا فرمایا: انہوں نے عبادت الٰہی چھوڑ کر شیطان کی پیروی کی تو انہوں نے کتنی بری تبدیلی کی۔

مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَ مَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَ یَوْمَ یَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾

”میں نے ان سے مدد نہیں لی تھی جب آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور نہ (اس وقت ان سے مدد لی) جب خود انہیں پیدا کیا اور میں نہیں بنایا کرتا گمراہ کرنے والوں کو اپنا دست و بازو۔ اور اس روز اللہ تعالیٰ (کفار کو) فرمائے گا بلاؤ میرے شریکوں کو جنہیں تم (میرا شریک) خیال کیا کرتے تھے تو وہ انہیں پکاریں گے پس وہ انہیں کوئی جواب نہیں دیں گے اور ہم حائل کر دیں گے ان کے درمیان ایک آڑ“۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ الخ کے تحت روایت کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے شیاطین سے مدد نہیں لی تھی جن کو تم نے میرا شریک بنا رکھا ہے اور میں شیطانوں کو اپنا دست و بازو بنانے والا نہیں۔ تاکہ وہ میری معاونت کریں۔

عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ عَضُدًا کا معنی اَعْوَانًا (مدد کرنا) ہے۔(1)

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 336 (1689)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔

ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے ابن عباس سے ابن عباس سے مَّوْبِقًا کا معنی مهلكا (ہلاکت کی جگہ) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد جہنم کی ایک وادی ہے۔

امام عبد اللہ بن احمد (نے زوائد الزہد میں) ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ موبق جہنم میں پیپ اور خون کی ایک وادی ہے۔(1)

امام احمد نے الزہد میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ موبق دوزخ میں ایک گہری وادی ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہدایت یافتہ اور گمراہوں کے درمیان فرق کرے گا۔(2)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عمرو البکالی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الموبق جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے دوزخ کی بہت گہری وادی ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اہل اسلام اور دوسرے لوگوں کے درمیان فرق کرے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ موبق ایک دوزخ میں نہر ہے جس میں آگ بھی بہتی ہے، اس کے کناروں پر کالے خچروں کی مثل سانپ ہیں۔ جب وہ سانپ ان کو پکڑنے کے لیے ان کی طرف بڑھیں گے تو لوگ ان سے بچنے کے لیے آگ میں گھس جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: آگ کے اندر چار وادیاں ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو عذاب دے گا: (۱) غلیظ (۲) موبق (۳) آثام (۴) غی۔

وَ رَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَ لَمْ یَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا۟ ﴿۵۳﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

”اور دیکھیں گے مجرم (جہنم کی) آگ کو اور وہ خیال کریں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں اور نہ پائیں گے اس سے نجات پانے کی کوئی جگہ۔ اور بے شک ہم نے طرح طرح سے بار بار بیان کی ہیں اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے“۔

عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ فَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا میں فَظَنُّوْۤا بمعنی عَلِمُوْا ہے۔(3)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 306 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 305

3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 336 (1690)

امام احمد، ابویعلی، ابن جریر، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کافر کو پچاس ہزار سال کھڑا کیا جائے گا جیسا کہ اس نے دنیا میں کوئی عمل نہیں کیا، کافر جہنم کو دیکھے گا تو چالیس سال کی مسافت سے بھی یوں محسوس کرے گا کہ وہ اس میں ابھی گرا۔(1)

امام بخاری، مسلم، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات کو تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم نماز تہجد نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہماری روحیں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں، اگر وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھ پڑتے ہیں۔ جب میں نے یہ جواب دیا تو آپ واپس تشریف لے گئے اور مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ پھر میں نے سنا کہ آپ اپنی ران پر ہاتھ مار کر کہہ رہے تھے وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جَدَلًا کا معنی خصومت ہے۔ قوموں کا اپنے انبیائے کرام سے جھگڑنا اور ان کے پیغام کو ان کا واپس کرنا۔ قرآن حکیم میں جَدَلًا کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہ اس معنی کے اعتبار سے ہے یعنی وہ انبیائے کرام سے ان کے دین کے بارے جھگڑتے تھے اور جو وہ پیغام اللہ کی طرف سے لائے تھے وہ لوٹا دیتے تھے۔

وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰی وَ یَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ
اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَ مَا نُرْسِلُ
الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ ۚ وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ مَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾
وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِیَ مَا قَدَّمَتْ
یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ
اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو
الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ
لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ الْقُرٰۤی اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَ
جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 336 (8766)، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ ... کتاب التہجد، جلد 1، صفحہ 152، وزارت تعلیم اسلام آباد

"اور کس چیز نے روکا ہے لوگوں کو اس بات سے کہ وہ ایمان لے آئیں جب آ گئی ان کے پاس ہدایت (کی روشنی) اور مغفرت طلب کریں اپنے رب سے مگر یہ (کہ وہ منتظر ہیں) کہ آئے ان کے پاس اگلوں کا دستور یا آئے ان کے پاس طرح طرح کا عذاب۔ اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر مژدہ سنانے والے اور ڈرانے والے اور جھگڑتے ہیں کافر بے سروپا دلیلوں کی آڑ لے کر تا کہ وہ مٹا دیں اس سے حق کو اور بنا لیا ہے انہوں نے میری آیتوں کو اور جن سے وہ ڈرائے گئے ایک مذاق۔ اور اس شخص نے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے نصیحت کی گئی اس کے رب کی آیتوں سے پس اس نے روگردانی کر لی ان سے اور فراموش کر دیا اس نے ان (اعمال بد کو) جو آگے بھیجے تھے اس کے دونوں ہاتھوں نے، ہم نے ڈال دیئے ان کے دلوں پر پردے تا کہ وہ قرآن کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دی اور اگر تم بلاؤ انہیں ہدایت کی طرف تو جب بھی وہ ہدایت قبول نہیں کریں گے۔ اور آپ کا پروردگار تو بہت بخشنے والا بڑا ہی رحمت والا ہے۔ اگر وہ پکڑ لیتا انہیں ان کے کیے پر تو جلد ان پر عذاب بھیجتا (وہ ایسا نہیں کرتا) بلکہ ان کو سزا دینے کا ایک وقت مقرر ہے۔ نہیں پائیں گے اس وقت اس کے بغیر کوئی پناہ کی جگہ۔ اور یہ بستیاں ہیں، ہم نے تباہ کر دیا اس کے باشندوں کو جب وہ ستم شعار بن گئے اور ہم نے مقرر کر دی تھی ان کی ہلاکت کے لیے ایک میعاد"۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ** سے مراد پہلے لوگوں کی سزا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **قُبُلًا** سے مراد قبائل ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے **قُبُلًا** کا معنی اچانک روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے **قُبُلًا** کا معنی عیاناً (روبرو آمنے سامنے) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اعمش رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **قُبُلًا** کا معنی جہاراً (اعلانیہ) ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے سامنے عذاب کو دیکھ رہے ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے **وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ** کے تحت روایت کیا ہے کہ اس نے جو کثیر تعداد میں پہلے گناہ کیے وہ بھول گیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ **بِمَا كَسَبُوْا** کا معنی **بِمَا عَمِلُوْا** (جو انہوں نے عمل کیے) ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ **مَّوْعِدٌ** سے مراد قیامت کا دن ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے حضرت ابن عباس **مَوْىِٕلًا** کا معنی ملجا (پناہ گاہ) روایت کیا ہے۔

ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے **مَوْىِٕلًا** کا معنی محوراً اور **مَّوْعِدًا** کا معنی اجلاً (موت) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت العباس بن عزوان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا کا فیصلہ فرمایا: جب انہوں نے نافرمانی کی پھر اس سزا کو موخر فرمایا یہاں تک کہ ان کی سزا کا وقت گیا پھر ان پر سزا کا کوڑا برسایا۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ
حُقُبًا ۝٦٠ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ
سَرَبًا ۝٦١ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا٘ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا
هٰذَا نَصَبًا ۝٦٢ قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ
الْحُوْتَ٘ وَ مَاۤ اَنْسٰىنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَ اتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی
الْبَحْرِ ۖۗ عَجَبًا ۝٦٣ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖۗ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا
قَصَصًا ۝٦٤ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ
مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝٦٥ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ
رُشْدًا ۝٦٦ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝٦٧ وَ كَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا
لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝٦٨ قَالَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِیْ لَكَ
اَمْرًا ۝٦٩ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ
ذِكْرًا ۝٧٠ فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا
لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ۝٧١ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ
تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝٧٢ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ
اَمْرِیْ عُسْرًا ۝٧٣ فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰۤى اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ
نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ۝٧٤ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ
اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝٧٥ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا
فَلَا تُصٰحِبْنِیْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ۝٧٦ فَانْطَلَقَا ٙ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَیَاۤ
اَهْلَ قَرْیَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا

يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ
هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ
صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ
اَنْ اَعِيْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَ اَمَّا
الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ ﴿۸۰﴾
فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَ اَمَّا
الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ
كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا
كَنْزَهُمَا ۗ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ
مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾

’’اور یاد کرو جب کہا موسیٰ نے اپنے نوجوان (ساتھی) کو کہ میں چلتا رہوں گا یہاں تک کہ پہنچوں جہاں دو دریا ملتے ہیں یا (چلتے چلتے) گزار دوں گا مدت دراز۔ پھر جب وہ دونوں پہنچے جہاں آپس میں دو دریا ملتے ہیں دونوں بھول گئے اپنی مچھلی کو تو بنا لیا اس نے اپنا راستہ دریا میں سرنگ کی طرح۔ پس جب وہاں سے آگے بڑھ گئے آپ نے اپنے جوان ساتھی سے کہا لے آؤ ہمارا صبح کا کھانا، بے شک ہمیں برداشت کرنی پڑی ہے اپنے اس سفر میں بڑی مشقت۔ اس ساتھی نے کہا (اے کلیم!) آپ نے ملاحظہ فرمایا جب ہم (ستانے کے لیے) اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں بھول گیا مچھلی کو اور نہیں فراموش کرائی مجھے وہ مچھلی مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں اور اس نے بنا لیا تھا اپنا راستہ دریا میں، بڑے تعجب کی بات ہے۔ آپ نے فرمایا: یہی تو وہ ہے جس کی ہم جستجو کر رہے تھے۔ پس وہ دونوں لوٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے۔ تو پایا انہوں نے ایک بندے کو ہمارے بندوں میں سے جسے ہم نے عطا فرمائی تھی رحمت اپنی جناب سے اور ہم نے سکھایا تھا اسے اپنے پاس سے (خاص) علم۔ کہا اس بندے کو موسیٰ نے کہ میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں بشرطیکہ آپ سکھائیں مجھے رشد و ہدایت کا خصوصی علم جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ اس بندے نے کہا (اے موسیٰ!) آپ میرے ساتھ صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں اس بات پر جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں۔ آپ نے کہا

WWW.NAFSEISLAM.COM

آپ مجھے پائیں گے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا صبر کرنے والا اور میں نافرمانی نہیں کروں گا آپ کے کسی حکم کی۔ اس بندے نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھئے نہیں یہاں تک کہ میں آپ سے اس کا خود ذکر کروں۔ پس وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ سوار ہوئے کشتی میں تو اس بندے نے اس میں شگاف کر دیا۔ موسیٰ بول اٹھے کیا تم نے اس لیے شگاف کیا ہے کہ اس کی سواریوں کو ڈبو دو یقیناً تم نے بہت برا کام کیا ہے۔ اس بندے نے کہا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میں وہ طاقت نہیں کہ میری سنگت پر صبر کر سکیں۔ آپ نے (عذر خواہی کرتے ہوئے) کہا کہ نہ گرفت کرو مجھ پر میری بھول کی وجہ سے اور نہ سختی کرو مجھ پر میرے اس معاملہ میں بہت زیادہ۔ پھر دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ ملے ایک لڑکے کو تو اس نے اسے قتل کر ڈالا۔ موسیٰ (غضب ناک ہوکر) کہنے لگے کیا مار ڈالا آپ نے ایک معصوم جان کو کسی نفس کے بدلہ کے بغیر؟ بے شک آپ نے ایسا کام کیا ہے جو بہت ہی نازیبا ہے۔ اس نے کہا کیا (پہلے ہی) میں نے کہہ نہ دیا تھا آپ کو کہ آپ میری معیت میں صبر نہیں کر سکیں گے۔ آپ نے کہا اگر میں پوچھوں آپ سے کسی چیز کے بارے میں اس کے بعد تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، آپ میری طرف سے معذور ہوں گے۔ پھر وہ چل پڑے یہاں تک کہ جب ان کا گزر ہوا گاؤں والوں کے پاس سے تو انہوں نے ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے (صاف) انکار کر دیا ان کی میزبانی کرنے سے۔ پھر ان دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے نے اسے درست کر دیا۔ موسیٰ کہنے لگے اگر آپ چاہتے تو اس محنت پر مزدوری ہی لے لیتے۔ اس نے کہا (بس سنگت ختم) اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا۔ میں آگاہ کرتا ہوں آپ کو ان باتوں کی حقیقت پر جن کے متعلق آپ صبر نہ کر سکے۔ وہ جو کشتی تھی وہ چند غریبوں کی تھی جو (ملاحی کا) کام کرتے تھے دریا میں سو میں نے ارادہ کیا کہ اسے عیب دار بنا دوں اور (اس کی وجہ یہ تھی کہ) ان کے آگے (جابر) بادشاہ تھا جو پکڑ لیا کرتا تھا ہر کشتی کو زبردستی سے۔ اور وہ جو لڑکا تھا تو (اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اس کے والدین مومن تھے۔ پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (اگر زندہ رہا تو) مجبور کر دے گا انہیں سرکشی اور کفر پر۔ پس ہم نے چاہا کہ بدلہ دے انہیں ان کا رب (ایسا بیٹا) جو بہتر ہو اس سے پاکیزگی میں اور (ان پر) زیادہ مہربان ہو۔ باقی رہی دیوار (تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ) وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ (دفن) تھا اور ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا۔ پس آپ کے رب نے ارادہ فرمایا کہ وہ دونوں بچے اپنی جوانی کو پہنچیں اور نکالیں اپنا دفینہ۔ یہ (ان پر) ان کے رب کی خاص رحمت تھی اور (جو کچھ میں نے کیا) میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا، یہ حقیقت ہے ان امور کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا''۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن سمعان کے طریق سے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت بن عباس اس آیت کے متعلق یہ فرماتے ہیں: لَآ اَبْرَحُ میں ہمیشہ رہوں گا، مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ، حُقُبًا

ستر سال، بَيۡنِهِمَا یعنی دو دریاؤں کے درمیان، نَسِيَا حُوۡتَهُمَا یعنی ان سے مچھلی نکل گئی اور گم ہوگئی۔ نمکین مچھلی تھی جو انہوں نے اپنے ساتھ اٹھائی ہوئی تھی۔ وہ ٹوکرے سے اچھل کر پانی میں جا پڑی، شیطان نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی سے نو جوان کو شیطان نے اس کا ذکر بھلا دیا۔ وہ نو جوان یوشع بن نون تھا۔ فَاتَّخَذَ سَبِيۡلَهٗ فِى الۡبَحۡرِ سَرَبًا موسیٰ علیہ السلام کو مچھلی کے اثر اور سمندر میں اس کے چلنے نے تعجب میں ڈالا۔ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبۡغِ یہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جہاں مچھلی جدا ہوئی ہے وہاں ہی مجھے خضر علیہ السلام کی ملاقات کی خبر دی گئی ہے۔ فَارۡتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا یعنی موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام سمندر میں مچھلی کے اثر کے پیچھے چلے۔ وہ دونوں ساحل سمندر پر لوٹ آئے۔ فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ پس ان دونوں نے خضر علیہ السلام کو پالیا۔ اٰتَيۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا یعنی ہم نے اسے عطا فرمائی تھی رحمت اپنی جناب سے اور ہم نے سکھایا تھا اسے اپنے پاس سے (خاص) علم۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَفَوۡقَ كُلِّ ذِىۡ عِلۡمٍ عَلِيۡمٌ ۝ (یوسف) موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی سنگت اختیار کی۔ ان کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا۔(1)

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں سعید بن جبیر کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ نوف البکالی کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کا ساتھی موسیٰ وہ نہیں تھا جو بنی اسرائیل کا نبی تھا۔ ابن عباس نے کہا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے، ہمیں ابی بن کعب نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا گیا لوگوں میں زیادہ عالم کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ میں میرا ایک بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: یا رب میں اس تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے ساتھ ایک مچھلی ٹوکری میں رکھ لو۔ جہاں وہ مچھلی تم سے گم ہو جائے وہی میرے بندے کی قیام گاہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام حکم الٰہی کے مطابق مچھلی ٹوکری میں لے کر چل پڑے اور آپ کے ساتھ نو جوان یوشع بن نون بھی چل پڑے۔ چلتے چلتے دونوں ایک چٹان تک پہنچے۔ اس پر دونوں سر رکھ کر سو گئے۔ مچھلی نے ٹوکری میں حرکت کی اور اس سے باہر نکلی۔ پھر سمندر میں گر گئی اور درمیان میں سرنگ کی طرح راستہ بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر پانی کا چلنا روک لیا اور وہ اس پر محراب کی طرح ہو گیا۔ جب دونوں بیدار ہوئے تو یوشع جو مچھلی کا نکلنا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس کی خبر دینا بھول گئے۔ دن کا بقیہ حصہ بھی وہ چلتے رہے اور رات کو بھی سفر جاری رکھا حتی کہ جب دوسرا دن آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: صبح کا کھانا لاؤ، ہمیں اس سفر میں بہت بڑی مشقت برداشت کرنی پڑی ہے۔ فرمایا: موسیٰ علیہ السلام کو تھکاوٹ محسوس نہ ہوئی حتی کہ وہ اس جگہ سے آگے گزر گئے جہاں پہنچنے کا اللہ نے حکم دیا تھا۔ یوشع نے کہا اے موسیٰ کلیم! آپ نے ملاحظہ فرمایا جب ہم ستانے کے لیے اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں بھول گیا مچھلی کو اور نہیں فراموش کرائی مجھے وہ مچھلی مگر شیطان نے

1۔ تاریخ مدینۃ دمشق الکبیر از ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 413، دار الفکر بیروت

کہ میں اس کا ذکر کروں۔ اس نے سمندر میں اپنا راستہ بنا لیا تھا۔ بڑی تعجب کی بات ہے۔ فرمایا مچھلی کے لیے سرنگ کی صورت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام اور نوجوان کے لیے تعجب کی بات تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: وہی تو جگہ تھی جس کی ہم تلاش میں تھے۔ وہ ہماری منزل مراد تھی۔ وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات پر واپس لوٹے حتی کہ اس چٹان تک پہنچ گئے۔ سفیان نے فرمایا: لوگ کہتے ہیں اس چٹان کے پاس چشمۂ حیات ہے۔ اس کا پانی جس مردہ کو پہنچتا ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اس مچھلی کا کچھ حصہ کھایا گیا تھا لیکن چشمۂ حیات کے اس پر قطرے پڑے تو وہ زندہ ہوگئی۔ فرمایا وہ دونوں چٹان تک پہنچے تو وہاں ایک شخص کپڑا لپیٹے سویا ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس پر سلام کیا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری زمین کا یہ سلام کہاں؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا موسیٰ ہوں۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا: موسیٰ بنی اسرائیل؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہاں میں آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے رشد و ہدایت کے علم سے کچھ سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ کلیم! تم میرے ساتھ صبر کی طاقت نہیں رکھ سکو گے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا علم عطا فرمایا ہے جو تم نہیں جانتے اور آپ کو ایسا علم عطا فرمایا ہے جس کو میں نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ مجھے ان شاء اللہ صابر پائیں گے اور میں تمہارے کسی امر کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: اگر تم نے میرے ساتھ چلنا ہے تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کرنا یہاں تک کہ میں خود تمہیں اس کے متعلق بتاؤں۔ وہ دونوں ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چل پڑے۔ ایک کشتی پاس سے گزری تو خضر علیہ السلام نے انہیں سوار کرنے کو کہا۔ انہوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ کے سوار کر لیا۔ جب وہ دونوں سوار ہوگئے تو تھوڑی دیر بعد حضرت خضر ہتھوڑے کے ساتھ کشتی کا ایک پھٹہ اکھیڑنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: جناب انہوں نے ہمیں بغیر کرایہ کے کشتی پر سوار کیا ہے اور آپ ان کی کشتی کا تختہ نکال رہے ہیں تاکہ سب غرق ہو جائیں۔ یہ آپ نے بڑا برا کام کیا ہے۔ حضرت خضر نے فرمایا: میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ موسیٰ کلیم نے عرض کی: حضور! میری بھول پر میرا مؤاخذہ نہ فرمائیں اور میرے اس معاملہ میں مجھ سے سختی نہ کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام سے پہلا سوال بھول کر ہوا تھا (دوسرا شرط کی بنا پر اور تیسرا جان بوجھ کر کیا تھا) ایک چڑیا آئی اور کشتی کے ایک طرف بیٹھ گئی۔ پھر اس نے دریا سے پانی کی چونچ بھری۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: میرا اور تیرا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے سمندر سے چڑیا نے پانی پی لیا ہو پھر وہ کشتی سے نکل کر ساحل سمندر پر چل پڑے۔ راستہ میں حضرت خضر علیہ السلام نے بچوں میں کھیلتے ہوئے ایک بچہ دیکھا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو پکڑا اور ہاتھ سے ہی اس کا سر تن سے جدا کر کے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام (تڑپ گئے) اور فرمایا بغیر کسی حق کے ایک معصوم نفس کو قتل کر دیا۔ آپ نے بڑا نازیبا کام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ فرمایا یہ پہلے سے زیادہ سخت کام کیا ہے۔ پھر کہا اگر میں آپ سے اس کے بعد کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو مجھے آپ ساتھ نہ رکھیں اور آپ میری طرف سے معذور ہوں گے۔ پھر وہ چل پڑے حتی کہ ان کا گزر ایک گاؤں سے ہوا۔ گاؤں والوں سے انہوں نے کھانا مانگا تو انہوں نے ان کی میزبانی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اسے درست فرما دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے بھائی! یہ ایسی قوم تھی جنہوں نے ہمیں کھانا کھلانے اور میزبانی کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر آپ چاہتے تو کم ازکم ان سے مزدوری ہی لے لیتے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا بس سنگت ختم۔ اب میرے اور تیرے درمیان جدائی کا وقت آگیا ہے۔ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا تک حضرت خضر علیہ السلام نے کلام فرمائی۔ راوی فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہماری خواہش ہے کہ موسیٰ کلیم صبر کرتے تاکہ ہم پر ان کے مزید واقعات بیان کیے جاتے۔ (1)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عباس وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَّلِكٌ پڑھتے تھے اور اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ كَافِرًا وَّكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ پڑھتے تھے۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت سعید بن جبیر سے ایک دوسرے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں ابن عباس کے گھر میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو: میں نے عرض کی اے ابن عباس! اللہ تعالیٰ مجھے تجھ پر فدا کرے، کوفہ میں ایک شخص ہے جسے نوف کہا جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ خضر علیہ السلام کے ساتھ جس موسیٰ کا ذکر ہے وہ موسیٰ بنی اسرائیل نہیں تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے۔ مجھے ابی بن کعب نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دن موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو وعظ فرما رہے تھے حتی کہ لوگوں کی آنکھیں بہہ رہی تھیں اور دل نرم ہو گئے تھے۔ آپ واپس آئے تو ایک شخص ملا اور کہا اے اللہ کے رسول! کیا زمین میں کوئی تجھ سے زیادہ علم والا بھی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عتاب کیا کیونکہ آپ نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کیوں نہیں، تجھ سے زیادہ علم والے موجود ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے رب! وہ کہاں ہے؟ فرمایا مجمع البحرین کے پاس ہے، عرض کیا اے میرے پروردگار! میرے لیے ایک علامت بنا دے جس کے ذریعے میں اس شخص کو جان لوں۔ فرمایا ایک مچھلی ٹوکری میں رکھ لو جہاں اس کی روح پھونکی جائے۔ حضرت کلیم نے مچھلی پکڑی پھر اسے ٹوکری میں رکھا اور اپنے نوجوان ساتھی سے کہا میں تجھے تکلیف نہیں دوں گا مگر یہ کہ آپ مجھے اس جگہ کے متعلق خبر دینا جہاں مچھلی تم سے جدا ہو جائے۔ فرماتے ہیں مجھے زیادہ تکلیف نہ دی گئی۔ فرماتے ہیں میں ایک سیلانی چٹان کے سایہ میں تھا کہ مچھلی اچھل پڑی جب کہ موسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے۔ نوجوان نے کہا میں نے موسیٰ علیہ السلام کو نہ جگایا حتی کہ وہ خود بیدار ہوں میں ان کو بتانا بھول گیا کہ مچھلی سمندر میں چلی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کا بہاؤ روک لیا تھا حتی کہ اس کا نشان پتھر میں بھی تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہمیں اس سفر میں بڑی مشقت برداشت کرنا پڑی ہے۔ نوجوان نے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہاری مشقت ختم کر دی ہے، پس وہ دونوں واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ایک سبز جائے نماز پر سمندر کے وسط میں چٹان پر کپڑا لپیٹے سوئے ہوئے تھے۔ کپڑے کی ایک طرف قدموں کے نیچے اور دوسری طرف سر کے نیچے رکھی ہوئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان پر سلام کیا تو خضر علیہ السلام نے منہ سے

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 482، وزارت تعلیم اسلام آباد

کپڑا اٹھایا اور فرمایا کیا یہ اس زمین کا سلام ہے؟ پوچھا تو کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں موسیٰ ہوں۔ پوچھا موسیٰ بنی اسرائیل؟ انہوں نے کہا ہاں۔ خضر علیہ السلام نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ فرمایا میں اس لیے آیا ہوں تا کہ آپ مجھے سکھائیں رشد و ہدایت کا خصوصی علم جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کیا تیرے لیے یہ کافی نہ تھا کہ تورات تیرے ہاتھوں میں ہے اور تمہارے پاس وحی آتی ہے۔ میرے پاس وہ علم ہے جس کا سیکھنا تمہارے لیے مناسب نہیں اور آپ کے پاس جو علم ہے وہ میرے لیے سیکھنا مناسب نہیں۔ ایک پرندے نے سمندر سے ایک چونچ بھری۔ تو خضر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی قسم! میرا علم اور آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اسی طرح ہے جیسے اس پرندے نے سمندر سے چونچ بھری ہے۔ حتی کہ جب وہ دونوں کشتی پر سوار ہوئے تو دونوں نے چھوٹے چھوٹے ملاح دیکھے جو ایک ساحل والوں کو دوسرے ساحل والوں کے پاس پہنچا رہے تھے۔ ملاحوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور کہا اے اللہ کے نیک بندے! ہم تجھے اجرت لے کر سوار نہیں کریں گے (بلکہ مفت لے جائیں گے۔ تھوڑا سفر کرنے کے بعد) حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑ ڈالا اور اس میں ایک کیل لگا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا آپ نے کشتی کو توڑ دیا ہے تا کہ تمام لوگ کشتی میں سوار غرق ہو جائیں۔ آپ نے بڑا برا کام کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال پہلی مرتبہ بھول کر تھا۔ دوسری اور تیسری مرتبہ عمداً تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میری بھول پر مجھ سے مؤاخذہ نہ کریں اور مجھ پر میرے معاملہ میں سختی نہ کریں۔ پھر دونوں چل پڑے۔ حتی کہ راستہ پر انہیں ایک بچہ ملا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اسے قتل کر دیا، وہ بچہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کافر اور خوش شکل بچے کو پکڑا، زمین پر لٹایا اور چھری کے ساتھ ذبح کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا آپ نے ایک معصوم جان کو قتل کر دیا ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ ابن عباس نے اسے ذاکیۃ پڑھا ہے یعنی ایک مسلمان معصوم بچے کو قتل کر دیا جیسے تیرا قول ہے غلاماً زکیا۔ پس وہ دونوں وہاں سے آگے چلے تو انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے (خضر) نے اسے درست کر دیا۔ راوی فرماتے ہیں: آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے اسے سیدھا کر دیا۔ آپ نے ہاتھ بلند کیا تو دیوار سیدھی کھڑی ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس پر مزدوری ہی لے لیتے یعنی ایسی چیزیں طلب کرتے جسے آپ کھا لیتے۔ وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ حضرت ابن عباس اس کو اس طرح پڑھتے وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ۔ اس بادشاہ کا نام مدد بن ندد تھا۔ وہ بچہ جو قتل کیا گیا تھا اس کو لوگ جیسور کہتے تھے۔ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا یعنی آگے ایک جابر بادشاہ تھا جو ہر صحیح و سلامت کشتی چھین لیتا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اسے اس لیے عیب دار کیا تا کہ وہ اس کے عیب کو دیکھ کر چھوڑ دے، جب یہ اس بادشاہ سے آگے گزر جائیں گے تو وہ اسے ٹھیک کر لیں گے اور نفع اٹھائیں گے۔ ان لوگوں میں سے ایک نے کہا کہ کشتی کے سوراخ کو تارکول سے بند کر دو۔ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ وہ بچہ طبعاً کافر تھا اور اس کے والدین مومن تھے۔ پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (اگر زندہ رہا تو) مجبور کر دے گا انہیں سرکشی اور کفر پر یعنی اس کی محبت والدین کو اس کے بدنظریات پر اکسائے گی۔ پس ہم نے چاہا کہ بدلہ دے انہیں ان کا رب (ایسا بیٹا) جو بہتر ہو اس سے پاکیزگی میں اور (ان پر) زیادہ مہربان ہو۔ یعنی اس پہلے بیٹے سے دوسرا بیٹا ان سے زیادہ رحم کرنے والا ہو۔

Marfat.com

marfat.com

حضرت سعید بن جبیر کے علاوہ علماء فرماتے ہیں کہ ان والدین کو بدلے میں بچی عطا کی گئی تھی۔(1)

امام عبد بن حمید، مسلم اور ابن مردویہ نے ایک دوسرے طریق سے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ہم ابن عباس کے پاس تھے، تو لوگوں نے کہا نوف شامی کہتا ہے کہ جو شخص علم طلب کرنے کے لیے گیا تھا۔ وہ موسیٰ بنی اسرائیل نہ تھا۔ ابن عباس ٹیک لگا کر بیٹھے تھے سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا نوف نے جھوٹ بولا۔ مجھے ابی بن کعب نے بتایا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے رحمۃ اللہ علینا وعلی موسیٰ۔ اگر موسیٰ علیہ السلام جلدی نہ کرتے اور حیا نہ فرماتے اور انہیں ملامت و مذمت کا خدشہ نہ آلیتا جس کی وجہ سے آپ نے کہہ دیا۔ اگر اس کے بعد میں کسی چیز کے متعلق آپ سے سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، تو اپنے ساتھی سے موسیٰ علیہ السلام بڑی عجیب چیزیں دیکھتے۔ حضرت ابن ابی کعب نے فرمایا: نبی کریم ﷺ جب بھی کسی نبی کا ذکر فرماتے تو اپنا ذکر کرتے۔ آپ فرماتے رحمۃ اللہ علینا وعلی صالح، رحمۃ اللہ علینا وعلی اخی عاد۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دن موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو خطاب کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا زمین پر کوئی شخص مجھ سے زیادہ علم والا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ زمین میں ایک شخص ہے جو تجھ سے زیادہ علم والا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ تم ایک نمکین مچھلی ساتھ لے چلو۔ جب وہ تم سے گم ہو جائے تو وہاں تمہارا ساتھی ہے جس کی تم تلاش میں ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک نمکین مچھلی ساتھ لی اور اپنے نوجوان ساتھی کو لے کر چل پڑے، جب اس مکان تک پہنچے جہاں انہیں پہنچنے کا حکم دیا گیا تھا۔ جب چٹان تک پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام انہیں طلب کر رہے تھے۔ نوجوان نے مچھلی چٹان پر رکھ دی تھی۔ اس نے حرکت کی اور دریا میں راستہ بنایا سرنگ کی طرح۔ نوجوان نے کہا جب اللہ کے نبی تشریف لائیں گے تو میں انہیں مچھلی کے متعلق بتاؤں گا۔ پس شیطان نے اس کا ذکر کرنا انہیں بھلا دیا۔ وہ دونوں چلتے رہے تو انہیں ایسی تھکاوٹ محسوس ہوئی جو ایک مسافر کو محسوس ہوتی ہے لیکن یہ اس وقت ہوا جب وہ اس جگہ سے تجاوز کر گئے تھے جہاں انہیں پہنچنے کا حکم دیا گیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے نوجوان سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لے آؤ، ہمیں اس سفر میں بہت مشقت برداشت کرنی پڑی ہے، نوجوان نے کہا اے اللہ کے نبی! آپ نے ملاحظہ فرمایا جب ہم (ستانے کے لیے) اس چٹان کے پاس ٹھہرے تھے تو میں بھول گیا مچھلی کو، اور نہیں فراموش کرائی مجھے وہ مچھلی مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں اور اس نے بنالیا تھا اپنا راستہ دریا میں، بڑے تعجب کی بات ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہی تو وہ ہے جس کی ہم جستجو کر رہے تھے۔ پس دونوں لوٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے۔ حتی کہ وہ چٹان تک پہنچ گئے چکر لگایا تو وہاں ایک شخص کپڑا لپیٹے سویا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر سلام کیا تو اس نے سر اٹھایا اور پوچھا تو کون ہے؟ کلیم نے فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام ہوں، حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا کون موسیٰ؟ انہوں نے کہا موسیٰ بنی اسرائیل۔ پوچھا کیسے آنا ہوا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ کے پاس علم ہے۔ میں آپ کی سنگت اختیار کرنے کے لیے آیا ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ مجھے ان شاء اللہ صابر پائیں گے اور میں آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گی۔

1۔ صحیح بخاری مع شرح کرمانی، جلد 17، صفحہ 194 (4411)، دار احیاء التراث العربی بیروت

marfat.com

Marfat.com

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اور آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں اس بات پر جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: مجھے آپ کی سنگت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھیے نہیں یہاں تک کہ میں آپ سے اس کا خود ذکر کروں۔ وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ سوار ہوئے پھر جو لوگ کشتی میں سوار تھے باہر نکل آئے۔ حضرت خضر علیہ السلام پیچھے رہ گئے تا کہ کشتی کو پھاڑ دیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ نے کشتی کو پھاڑ دیا ہے تا کہ اس کی سواریوں کو ڈبو دے، یقیناً تو نے بہت برا کام کیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں نے تجھے کہا نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میری بھول پر میری گرفت نہ فرمائیں اور میرے معاملہ میں مجھ پر زیادہ سختی نہ کرو۔ پھر دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ بچوں کے پاس آئے جو ساحل سمندر پر کھیل رہے تھے ان میں ایک بچہ ایسا تھا کہ اس جیسا حسین اور لطیف اور کوئی نہ تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے پکڑا اور قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام اس وقت دور ہو گئے اور کہا آپ نے ایک معصوم جان کو بغیر کسی نفس کے بدلہ کے مار ڈالا، بے شک آپ نے ایک نازیبا کام کیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: میں نے پہلے کہہ نہیں دیا تھا کہ آپ میری معیت میں صبر نہیں کر سکیں گے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مذمت و ملامت کے اندیشہ نے آلیا اور آپ نے حیا فرمایا اور کہا اگر اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، آپ میری طرف سے معذور ہوں گے۔ پھر دونوں چل پڑے حتیٰ کہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان سے کھانا طلب کیا لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا ان کی میزبانی کرنے سے۔ موسیٰ علیہ السلام انتہائی تھک چکے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی حضرت خضر علیہ السلام نے اسے درست کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بھوک اور تھکاوٹ تھی اس سے تنگ آ کر آپ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس محنت پر مزدوری ہی لے لیتے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا (بس سنگت ختم) اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا۔ میں آگاہ کرتا ہوں آپ کو ان باتوں کی حقیقت پر جن کے متعلق آپ صبر نہ کر سکے۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کا دامن پکڑا اور کہا قبلہ! جدا کرنے سے پہلے مجھے اپنے کاموں کی حقیقت تو بتا دو۔ تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: وہ جو کشتی تھی وہ چند غریبوں کی تھی جو (ملاحی کا) کام کرتے تھے دریا میں، ان کے آگے (جابر) بادشاہ تھا جو پکڑ لیا کرتا تھا ہر کشتی کو زبردستی سے۔ جب کشتی پھٹی ہوئی اس کے پاس سے گزرے گی تو وہ اسے چھوڑ دے گا، پھر اس کے مالک لکڑی کا ٹکڑا لگا کر اسے جوڑ دیں گے اور اس سے نفع اٹھا لیں گے۔ رہا وہ بچہ تو وہ طبعًا کافر تھا، اس کی محبت والدین کے دلوں میں گھر کر چکی تھی۔ اگر وہ اس کی کسی بات کو نہ مانتے تو وہ انہیں سرکشی اور کفر پر مجبور کرتا۔ تمہارے رب نے انہیں نعم البدل دینے کا ارادہ کیا ہے، پس میاں بیوی نے حقوق زوجیت ادا کیے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پاکیزہ اور زیادہ رحیم بچہ عطا فرمایا ایک دوسرے طریق سے سعید بن جبیر سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس چند اہل کتاب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا نوف، ابی بن کعب سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ موسیٰ نبی جس نے علم طلب کیا تھا وہ موسیٰ بن میشا تھا۔ ابن عباس نے

فرمایا نوف نے جھوٹ بولا ہے، مجھے ابی بن کعب نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کر کے بتایا ہے کہ موسیٰ بنی اسرائیل نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے زیادہ علم والا موجود ہے تو میری اس پر راہنمائی فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں میرے بندوں میں سے زیادہ علم والا موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ کی علامات بیان فرمائیں اور اس کی ملاقات کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے نوجوان ساتھی کو ساتھ لے کر نکل پڑے۔ ان کے پاس ایک نمکین مچھلی بھی تھی۔ کہا گیا کہ جب یہ مچھلی کسی جگہ زندہ ہو جائے تو وہاں تمہارا ساتھی ہو گا اور تم اپنی ضرورت وہاں پا لو گے۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی کی معیت میں نکلے، ساتھ انہوں نے مچھلی بھی اٹھائی ہوئی تھی، موسیٰ علیہ السلام چلے حتی کہ انتہائی تھک گئے۔ ایک چٹان اور اس پانی تک پہنچے جو حیات بخش پانی ہے جو اسے پیتا ہے ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ کوئی مردہ چیز اس کے قریب نہیں جاتی مگر وہ زندہ ہو جاتی ہے۔ جب وہ دونوں وہاں اترے اور مچھلی کو پانی نے مس کیا تو وہ زندہ ہو گئی، اس نے دریا میں راستہ بنایا سرنگ کی طرح۔ پھر وہ دونوں چلتے رہے، راستہ میں موسیٰ علیہ السلام نے نوجوان ساتھی کو کہا ہمارا صبح کا کھانا لے آؤ ہمیں اس سفر میں بہت مشقت برداشت کرنا پڑی ہے۔ نوجوان نے کہا: کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جب ہم چٹان کے پاس (ستانے کے لیے) ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے وہ شیطان نے فراموش کرائی تھی کہ میں اس کا ذکر کروں اس نے راستہ بنا لیا تھا دریا میں، بڑے تعجب کی بات ہے۔ ابن عباس نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام چٹان پر چڑھے۔ جب اس کے پاس پہنچ گئے، وہاں ایک شخص چادر اوڑھے سویا ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس پر سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا پھر پوچھا کیسے تشریف لائے؟ آپ کو تو اپنی قوم میں (تبلیغ کی) مشغولیت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں آپ سے وہ علم خاص سیکھنے آیا ہوں جو آپ کو بخشا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے، یہ اللہ کا بندہ (خضر علیہ السلام) علم غیب جانتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیوں نہیں (میں صبر کروں گا)۔ اس بندے نے کہا تو کیسے صبر کرے گا اس پر جس کی حقیقت کی تمہیں خبر ہی نہیں ہے یعنی آپ ظاہر کو دیکھتے ہیں اور جو امور کی حقیقتیں ہیں وہ آپ جانتے ہی نہیں ہے، جو علم غیب میں جانتا ہوں وہ آپ جانتے نہیں ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کی کسی امر میں نافرمانی نہیں کروں گا۔ اگرچہ میں کوئی ایسا امر دیکھوں گا جو میری ظاہر شریعت میں مخالف ہو گا۔ اس بندے نے کہا اگر تو نے میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا حتی کہ میں خود اس کے متعلق بیان کروں۔ وہ دونوں ساحل سمندر پر چل پڑے۔ لوگوں سے ملے اور اس کی تلاش میں تھے، جو انہیں ایک ساحل سے دوسرے ساحل پر لیجائے حتی کہ ایک نئی مضبوط کشتی ان کے پاس سے گزری۔ اس سے خوبصورت، عمدہ اور مضبوط کوئی کشتی ان کے پاس سے نہیں گزری تھی۔ دونوں نے ملاحوں سے سوار کرنے کو کہا تو انہوں نے انہیں سوار کر لیا۔ جب اطمینان سے کشتی میں بیٹھ گئے اور کشتی ان دونوں سمیت اپنے مسافروں کو لے کر چلی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنی زنبور اور ہتھوڑا نکالا اور اس کشتی کی ایک طرف سے زنبور اور ہتھوڑے کی مدد سے توڑ پھوڑ کر دی، پھر ایک تختہ لیا اور اس کے اوپر لگا دیا پھر اس پر بیٹھ کر اسے درست کرنے لگ گئے، موسیٰ علیہ السلام یہ عجیب معاملہ دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کیا آپ نے کشتی کا شگاف کر دیا ہے تا کہ وہ سواریوں کو

غرق کردے، آپ نے انتہائی برا کام کیا ہے۔ اس بندے نے کہا میں نے کہا نہیں تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میری بھول پر میرا مواخذہ نہ فرمائیں اور میرے معاملہ میں مجھ پر سختی نہ کریں۔ پھر دونوں کشتی سے نکلے تو چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچے، وہاں بچے کھیل رہے تھے، ان بچوں میں ایک بچہ ایسا تھا جس سے زیادہ خوش شکل اور روشن چہرے والا اور کوئی نہیں تھا۔ اس بندے نے اسے پکڑا، ایک پتھر اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا حتی کہ اسے چوٹ لگا کر قتل کر دیا جس کا کوئی گناہ ہی نہیں تھا۔ فرمایا کیا آپ نے ایک معصوم جان کو بغیر کسی نفس کے بدلے قتل کر دیا ہے، آپ نے بہت نازیبا کام کیا ہے۔ اس بندے نے کہا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اس کے بعد اگر میں کسی چیز کے بارے سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، آپ میری طرف سے معذور ہوں گے۔ پھر دونوں چل پڑے حتی کہ ایک گاؤں والوں کے پاس آئے، ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے میزبانی کرنے سے صاف انکار کر دیا، دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار کو دیکھا جو گرنے کے قریب تھی، اللہ کے اس بندے نے پہلے اسے گرایا پھر اس کو بنانے لگ گئے موسیٰ علیہ السلام نے مشقت اور تکلیف دیکھی تھی اس کی وجہ سے اکتا چکے تھے اور آپ نے وہ کچھ دیکھا تھا جس کی وجہ سے آپ کو صبر نہ تھا۔ آپ نے فرمایا اگر آپ چاہتے تو اس محنت پر اجر ہی لے لیتے یعنی ہم نے ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ہمیں کھانا نہیں کھلایا، ہم نے ان سے مہمانی طلب کی تو انہوں نے مہمان نوازی نہیں کی۔ پھر آپ بغیر اجرت کے یہ عمل کر رہے ہیں؟ اگر آپ چاہتے تو اپنے کام کی اجرت ہی لے لیتے، اللہ کے اس بندے نے کہا (بس سنگت ختم) میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں ان باتوں کی حقیقت سے جن کے متعلق آپ صبر نہ کر سکے۔ رہی کشتی تو وہ چند مساکین کی تھی جو دریا میں (ملاحی کا) کام کرتے تھے۔ میں نے اس کو عیب دار کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ آگے ایک (جابر) بادشاہ تھا جو ہر (نئی) کشتی کو چھین لیتا تھا۔ ابی بن کعب کی قرأت میں کل سفینۃ صالحۃ ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے بچانے کے لیے ایسا کیا تھا۔ پس اس نے اس کے عیب کو دیکھا تو وہ کشتی اس ظالم بادشاہ سے بچ گئی۔ رہا وہ بچہ تو اس کی والدین مومن تھے، ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ انہیں سرکشی اور کفر پر مجبور کرے گا۔ پس ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا پروردگار انہیں (ایسا بیٹا) عطا کرے جو بہتر ہو اس سے پاکیزگی میں اور (ان پر) زیادہ مہربان ہو۔ رہی وہ دیوار تو وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ دفن تھا۔ ان کا باپ ایک نیک شخص تھا۔ پس آپ کے رب نے ارادہ فرمایا کہ وہ دونوں بچے اپنی جوانی کو پہنچیں اور نکال لیں اپنا دفینہ۔ یہ (ان پر) ان کے رب کی خاص رحمت تھی اور (جو کچھ میں نے کیا) میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ یہ حقیقت ہے ان امور کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ ابن عباس نے فرمایا وہ خزانہ علم تھا۔ (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے ایک اور طریق سے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور انتہائی بلیغ خطبہ دیا اور دل میں یہ خیال کیا کہ جو علم کی نعمت مجھے بخشی گئی ہے اور کسی کو عطا نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے دل کا خیال جان لیا اور فرمایا اے

1۔ صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 269، قدیمی کتب خانہ کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

موسیٰ! میرے بندوں میں ایسے ہیں جنہیں میں نے ایسا علم عطا فرمایا ہے جو تجھے عطا نہیں فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: میری راہنمائی فرما تا کہ میں اس سے علم حاصل کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرا زادِ سفر اس پر تیری راہنمائی کرے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان یوشع سے کہا کہ میں چلتا رہوں گا یہاں تک کہ پہنچوں جہاں دو دریا ملتے ہیں یا چلتے چلتے گزار دوں مدت دراز۔ موسیٰ علیہ السلام اور یوشع کا زادِ راہ ایک نمکین مچھلی تھی وہ اس سے صبح و شام کھاتے تھے۔ جب وہ چٹان تک پہنچے جو دریا کے کنارے پر تھی تو نوجوان نے دریا کے کنارے پر (مچھلی والی) ٹوکری رکھ دی، مچھلی پر پانی کے قطرے پڑے تو اس نے ٹوکری میں حرکت کی تو ٹوکری الٹی ہوگئی اور وہ دریا میں سرنگ کی طرح راستہ بناتے ہوئے چلی گئی۔ جب وہ وہاں سے آگے گزر گئے تو صبح کے کھانے کا وقت ہوگیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہمارا صبح کا کھانا لے آؤ، بے شک ہمیں برداشت کرنی پڑی تھی اپنے اس سفر میں بڑی مشقت، نوجوان نے کہا کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جب ہم ستانے کے لیے چٹان کے پاس ٹھہرے تھے میں مچھلی بھول گیا اور مجھے فراموش نہیں کرائی مگر شیطان نے کہ میں اس کا ذکر کروں۔ اس نے دریا میں راستہ بنایا، بڑے تعجب کی بات ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو یاد آیا، جوان سے کہا گیا تھا کہ تمہارا زادِ راہ تمہاری راہنمائی کرے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تو وہ ہے جس کی ہم جستجو کر رہے تھے۔ پس وہ دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے واپس لوٹے حتیٰ کہ اس چٹان تک پہچان گئے جس میں مچھلی کود کر دریا میں چلی گئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی کا نشان دیکھا اور پانی پر اس کا نشان دیکھتے ہوئے چل پڑے حتیٰ کہ وہ عرب کے جزائر میں سے ایک جزیرہ پر پہنچے۔ وہاں دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے عطا فرمائی تھی رحمت اپنی جناب سے اور ہم نے سکھایا تھا اسے اپنے پاس سے (خاص) علم۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں اس بات پر جس کی آپ کو پوری طرح خبر نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ مجھے ان شاء اللہ صابر پائیں گے۔ میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس بندے نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھیے نہیں یہاں تک کہ میں آپ سے اس کا خود ذکر کروں۔ پس وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب وہ سوار ہوئے کشتی میں تو اس بندے نے اس میں شگاف کر دیا۔ موسیٰ بول اٹھے کیا تم نے اس لیے شگاف کیا ہے کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو، یقیناً تم نے بہت برا کام کیا ہے۔ اس بندے نے کہا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میں یہ طاقت نہیں کہ میری سنگت پر صبر کریں۔ آپ نے عذر خواہی کرتے ہوئے کہا کہ نہ گرفت کرو مجھ پر میری بھول کی وجہ سے اور نہ سختی کرو میرے اس معاملہ میں بہت زیادہ۔ پھر دونوں چل پڑے حتیٰ کہ جب وہ ملے ایک لڑکے کو جو ساحل دریا پر بچوں کے ساتھ تھا۔ پس اس بندے نے ان بچوں میں سے جو خوب صورت اور ملیح تھا اس کو پکڑا اور اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام (غضب ناک ہوکر) کہنے لگے کیا مار ڈالا آپ نے ایک معصوم جان کو کسی نفس کے بدلہ کے بغیر، بے شک آپ نے ایسا کام کیا ہے جو بہت نازیبا ہے۔ اس نے کہا (پہلے ہی) میں نے کہہ نہ دیا تھا آپ کو کہ آپ میری معیت میں صبر نہیں کر سکیں گے۔ ابن عباس فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت حیا کیا اور کہا اگر میں اس کے بعد آپ سے کسی چیز کے بارے پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں، آپ میری طرف سے معذور ہوں گے۔ پھر دونوں چل

پڑے یہاں تک کہ وہ ایک گاؤں والوں کے پاس پہنچے۔ انہوں نے ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا میزبانی کرنے سے۔ پھر ان دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی تو اس بندے نے اس درست کر دیا۔ موسیٰ کہنے لگے اگر آپ چاہتے تو اس محنت پر مزدوری ہی لے لیتے۔ اس نے کہا (بس سنگت ختم) اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا، میں آگاہ کرتا ہوں آپ کو ان باتوں کی حقیقت پر جن کے متعلق آپ صبر نہ کر سکے۔ رہی کشتی تو وہ چند مساکین کی تھی جو دریا میں ملاحی کا کام کرتے تھے۔ میں نے اس کے عیب دار کرنے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ آگے ایک (جابر) بادشاہ تھا جو ہر (نئی) کشتی زبردستی لے لیتا تھا۔ ابی بن کعب کی قرأت میں سفینہ صالحۃ ہے۔ میں نے اس کو عیب دار کرنے کا ارادہ کیا تاکہ بادشاہ نہ لے لے۔ جب وہ بادشاہ سے گزر جائیں گے تو اسے درست کر کے نفع اٹھائیں گے اور وہ ان کے پاس رہے گی۔ (آگے آپ نے بچے کے قتل اور دیوار بنانے کی حقیقت بیان فرماتے جو متن قرآن میں موجود ہے) فرماتے ہیں پھر چھوٹا سا سرخ پرندہ آیا اس نے دریا میں اپنی چونچ ڈبوئی۔ تو اس بندے نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ! یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں نہیں جانتا۔ اس بندے نے کہا یہ کہہ رہا ہے کہ تم دونوں کا علم جو تم اللہ کے علم کے سمندر سے جانتے ہو وہ نہیں ہے مگر اس طرح کہ جیسے میں نے اپنی چونچ کے ساتھ اس دریا کے تمام پانی سے کمی کی ہے۔

الرویانی اور ابن عساکر نے ایک اور سند سے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو وعظ کر رہے تھے کہ ان کے دل میں خیال آیا کہ لوگوں میں کوئی ان سے زیادہ علم والا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے جان لیا ہے جو تیرے دل میں آیا ہے بے شک میرا ایک بندہ تجھ سے زیادہ عالم ہے وہ دریا کے کنارے پر رہتا ہے اس کے پاس جاؤ اور علم سیکھو اور اس کی جگہ پر تیری راہنمائی کرنے والی علامت تیرا زادراہ ہے، جہاں تیرا زادراہ گم ہو جائے وہی اس کا مکان ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کا ساتھی نوجوان ایک ٹوکری میں نمکین مچھلی اٹھائے ہوئے نکلے وہ چل رہے تھے تو انہوں نے نہ کوئی تھکن اور نہ کوئی مشقت پائی حتیٰ کہ وہ اس چشمہ پر پہنچ گئے جس سے خضر علیہ السلام پانی پیتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام گزر گئے اور ان کا ساتھی نوجوان بیٹھ گیا اس نے پانی پیا، مچھلی ٹوکری میں اچھلی حتیٰ کہ مٹی میں گری پھر اس میں مل کر دریا میں جا گری۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا کا یہی مطلب ہے یوشع چلتے چلتے موسیٰ علیہ السلام سے جا ملے۔ جب ملاقات ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام تھک چکے تھے آپ بیٹھ گئے اور اپنے ساتھی سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لے آؤ ہمیں اس سفر میں بہت مشقت برداشت کرنا پڑی ہے۔ پس مچھلی گم ہو گئی۔ نوجوان نے کہا میں مچھلی بھول گیا۔ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ ۖ وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا۔ جب واپس چٹان تک پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام نے اس چٹان کے اردگرد چکر لگایا لیکن کچھ نظر نہ آیا پھر آپ چٹان کے اوپر چڑھ گئے تو ایک شخص چادر میں ملبوس سویا ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس پر سلام کیا تو انہوں نے سر اٹھایا اور فرمایا اس جگہ یہ سلام کیسے آیا۔ فرمایا تو کون ہے انہوں نے کہا میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں کیا تیری قوم میں تبلیغ کی مشغولیت نے مجھ سے تجھے بے پروا نہیں کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے تیری جناب میں حاضری کا حکم ملا ہے، حضرت خضر

علیہ السلام نے کہا اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۞ وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۞ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۞ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا (الآیات)

وہ چلتے چلتے دونوں ساحل دریا پر پہنچے تو وہاں ایک قوم کشتی پر سوار تھی جو دریا کو عبور کرنا چاہتی تھی یہ دونوں بھی ان کے ساتھ سوار ہو گئے جب کہ وہ ابھی دریا کے کنارے پر ہی تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کلہاڑا نکالا جو ان کے پاس تھا اور اس کے ساتھ کشتی میں شگاف کر دیا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ۞ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۞ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ الآیۃ۔ پھر وہ چلتے چلتے ایک دیہات والوں کے پاس آئے وہاں بچے کھیل رہے تھے۔ خضر علیہ السلام نے ایک خوب صورت اور خوش اندام بچے کو قتل کر دیا۔ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ۞ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۞ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ الآیہ۔ پھر وہ دونوں چلے اور کمینے لوگوں کے گاؤں میں پہنچے انہیں سخت بھوک لگی تھی، ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے کھانا نہ دیا پھر ایک جھکی ہوئی دیوار دیکھی تو خضر علیہ السلام نے ہاتھ سے اسے مسح کیا تو وہ سیدھی ہو گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کو علم ہے کہ ہمیں سخت بھوک لگی ہے۔ اور ہمیں کھانے کی ضرورت ہے اگر آپ ان سے دیوار کے بنانے پر اجر طلب کرتے اور وہ دے دیتے تو ہم شام کا کھانا ہی اس سے خرید لیتے۔ حضرت خضر نے فرمایا بس سنگت ختم اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر کا دامن پکڑا اور کہا حضور! میں آپ کو اس سنگت کا واسطہ دیتا ہوں آپ نے جو حقیقت دیکھی آپ مجھے اس کے بارے میں آگاہ تو فرمائیں۔ فرمایا: اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۞ وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۞ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ۞ وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ الآیہ۔(1)

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت العوفی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم مصر پر غالب آئے تو آپ نے اپنی قوم کو مصر میں اتارا۔ جب (ان کا غلبہ) پوری طرح قرار پذیر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ (ابراہیم:5)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب فرمایا اور انہیں یاد دلائیں وہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کی تھی آپ نے انہیں یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعونیوں سے نجات دی اور انہیں یاد دلایا کہ ان کے دشمن کو ہلاک کیا۔ اور اللہ نے مصر میں ان کو خلیفہ بنایا اور فرمایا اللہ نے موسیٰ تمہارے نبی سے کلام فرمائی اور اس نے مجھے اپنی ذات کے لیے چن لیا اور مجھ پر اپنی خاص محبت اتاری اور اس نے تمہیں ہر وہ چیز عطا فرمائی جو تم نے طلب کی تمہارا نبی اہل زمین سے افضل ہے اور تم آج قرار پذیر ہو۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے کسی ایسی نعمت کا ذکر نہ چھوڑا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی تھی، سب کی سب نعمتیں انہیں یاد دلائیں، بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی! کیا زمین پر تجھ سے زیادہ کوئی علم والا ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 09-208، دار الفکر بیروت

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا اور فرمایا: اللہ فرماتا ہے تجھے کیا معلوم کہ میں نے اپنے علم کو کہاں رکھا ہے؟ ہاں ساحل سمندر پر ایک شخص (تجھ سے) زیادہ جاننے والا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں: وہ شخص خضر علیہ السلام تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کریم سے سوال کیا کہ وہ شخص انہیں دکھادے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: دریا کے کنارے آؤ وہاں ساحل دریا پر تم ایک مچھلی پاؤ گے، وہ مچھلی اپنے ساتھی نوجوان کو دے دو پھر دریا کے کنارے کو لازم پکڑو۔ جب تم مچھلی بھول جاؤ اور وہ تم سے گم ہو جائے تو اسی جگہ تم اس نیک بندے کو پالو گے جس کے تم متلاشی ہو۔ جب موسیٰ علیہ السلام کا چڑھنا طویل ہو گیا اور سفر میں تھکن زیادہ ہو گئی تو موسیٰ علیہ السلام نے جوان سے مچھلی طلب کی قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۫ وَمَاۤ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ الآیہ نوجوان نے کہا مچھلی تو سرنگ کی طرح راستہ بناتے ہوئے دریا میں چلی گئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس پر بہت تعجب ہوا۔ آپ چٹان کے پاس پھر واپس آئے اور مچھلی کو پالیا، مچھلی دریا میں چلی گئی تو موسیٰ علیہ السلام بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے اپنے آگے اپنا عصا رکھا جس کے ساتھ پانی کو ادھر ادھر کرتے گئے اور مچھلی کے پیچھے چلتے گئے۔ مچھلی دریا کے جس حصہ سے گزرتی گئی۔ وہ خشک ہوتا گیا حتی کہ ایک چٹان آ گئی۔ اللہ کے نبی نے تعجب فرمایا حتی کہ مچھلی دریا کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ میں پہنچ گئی۔ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ نے حضرت خضر علیہ السلام پر سلام کیا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا وعلیک السلام، اس زمین میں یہ سلام کیسے آیا؟ تو کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں موسیٰ ہوں، حضرت خضر نے کہا بنی اسرائیل والا؟ پھر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو خوش آمدید کہا اور پوچھا جناب! کیسے آنا ہوا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ الآیہ خضر علیہ السلام نے کہا تم میرے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں رکھو گے موسیٰ علیہ السلام نے کہا سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا (الآیہ) حضرت خضر نے فرمایا: تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کرنا خواہ میں کچھ بھی کروں حتی کہ میں اس کی حقیقت خود بیان کروں۔ (1)

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الخطیب اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ہارون بن عنترہ عن ابیہ عن ابن عباس کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا اے رب! تیرے بندوں سے کون سا بندہ تیرا محبوب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو ہمیشہ مجھے یاد کرتا ہے اور مجھے بھلاتا نہیں ہے اور تیرا کون سا بندہ زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے؟ فرمایا جو حق کا فیصلہ کرتا ہے اور خواہش نفس کی پیروی نہیں کرتا پھر پوچھا تیرا کون سا بندہ زیادہ عالم ہے فرمایا وہ جو لوگوں کے علم کو اپنے علم کے ساتھ ملاتا ہے (یعنی لوگوں سے علم حاصل کرتا ہے) ہو سکتا ہے کوئی کلمہ اس کی ہدایت کی طرف راہنمائی کرے یا اسے ہلاکت میں گرنے سے بچالے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خیال آیا کہ ان سے زیادہ کوئی عالم نہیں ہے۔ پوچھا یا رب! مجھ سے زیادہ کوئی عالم ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں، پوچھا کہاں ہے؟ فرمایا اس چٹان کے پاس جس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 324، دار احیاء التراث العربی بیروت

کے پاس چشمہ ہے۔موسیٰ علیہ السلام اس کی طلب کے لیے نکل پڑے۔وہ سب کچھ ہوا جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔موسیٰ علیہ السلام چٹان کے پاس اس بندے کو جاملے،ہر ایک نے دوسرے کو سلام کیا،موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں،اس بندے نے کہا تو میری صحبت کی طاقت نہیں رکھتا۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں۔اس بندے نے کہا: سنگت اختیار کرنی ہے تو مجھ سے کوئی سوال نہیں کرنا یہاں تک کہ کسی راز کو میں خود منکشف کروں۔وہ چل پڑے مجمع البحرین تک پہنچے۔وہ اس جگہ پہنچے جہاں سب جگہوں سے زیادہ پانی ہے۔اللہ تعالیٰ نے خطاف (پرندہ) کو بھیجا۔اس نے دریا سے اپنی چونچ بھری،اس بندے نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اس پرندے نے اس پانی سے کتنی کمی کی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا بہت تھوڑی کمی کی ہے۔اس بندے نے کہا بے شک میرا علم اور آپ کا علم علم الٰہی میں اس مقدار میں ہے جتنا کہ اس پرندے نے اس پانی سے پیا ہے۔آگے مکمل حدیث بیان فرمائی جس میں کشتی میں شگاف کرنے،بچے کو قتل کرنے اور دیوار کو درست کرنے کا ذکر ہے۔موسیٰ علیہ السلام کا قول دیوار کے بارے میں اپنی ذات کے لیے دنیا کی ایک چیز طلب کرنے کے لیے تھا اور کشتی اور غلام کے متعلق سوال اللہ کے لیے تھا۔(1)

امام دارقطنی نے الافراد میں ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت مقاتل بن سلیمان عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے: حضرت خضر علیہ السلام آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں،ان کی عمر میں تاخیر کی گئی ہے حتی کہ وہ دجال کی تکذیب کریں گے (یعنی وہ قرب قیامت تک زندہ رہیں گے)۔(2)

بخاری،احمد،ترمذی اور ابن ابی حاتم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خضر علیہ السلام کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ سفید زمین پر تشریف فرما ہوتے تو وہ آپ کی برکت سے آپ کے پیچھے سرسبز کھیتی لہلہانے لگتی۔(3)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خضر کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ سفید زمین پر نماز پڑھتے تو وہاں سرسبز کھیتی لہلہانے لگتی۔(4)

امام سعید بن منصور،ابن المنذر،ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت خضر کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ جہاں نماز پڑھتے اردگرد کا علاقہ سرسبز وشاداب ہو جاتا۔(5)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحٰق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ہمیں بتایا کہ آدم علیہ السلام پر جب موت کا وقت آیا تو آپ نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا اور فرمایا: اے بیٹو! اللہ تعالیٰ اہل زمین پر عذاب نازل کرے گا۔پس میرا جسم تمام غار میں ہونا چاہیے حتی کہ جب تم اترو (کشتی سے) تو مجھے شام کی زمین کی طرف بھیج دینا، پس آدم علیہ السلام کا جسم اپنے بیٹوں کے ساتھ رہا،جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر طوفان بھیجا،تو کچھ عرصہ زمین پانی میں غرق رہی۔پھر نوح علیہ السلام آئے حتی کہ آپ کشتی سے اترے اور اپنے تینوں بیٹوں سام،حام اور یافث کو وصیت فرمائی کہ آدم علیہ

1۔تاریخ ابن عساکر،جلد 16،صفحہ 412،دارالفکر بیروت
2۔ایضاً،جلد 16،صفحہ 400
3۔صحیح بخاری،جلد 1،صفحہ 483،وزارت تعلیم اسلام آباد
4۔تاریخ ابن عساکر،جلد 16،صفحہ 402،دارالفکر بیروت
5۔ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

السلام کا جسم اس غار کی طرف لے جاؤ جس میں انہیں دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بیٹوں نے کہا زمین وحشت والی ہے یہاں کوئی انس والا نہیں ہے اور ہم راستہ نہیں جانتے ہیں لیکن کچھ دیر ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ لوگ زیادہ ہو جائیں۔ نوح علیہ السلام نے انہیں فرمایا: آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اس کی عمر قیامت تک طویل ہو جو انہیں دفن کرے۔ پس آدم علیہ السلام کا جسم اسی طرح رہا حتیٰ کہ خضر علیہ السلام کو آپ کے دفن کا فریضہ سونپا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے جو وعدہ فرمایا تھا۔ وہ پورا فرمایا پس وہ زندہ رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ ان کا زندہ رہنا چاہے گا۔(1)

ابن عساکر نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی والدہ رومیہ تھی اور والد فارسی تھی۔(2)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے ملے تو ایک پرندہ آیا، اس نے اپنی چونچ پانی میں ڈالی، حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کیا تجھے معلوم ہے یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟ پوچھا کیا کہہ رہا ہے، حضرت خضر نے فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کا علم اور موسیٰ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم میں نہیں ہے مگر اس طرح جیسے میری چونچ نے اس پانی سے لیا ہے۔(3)

امام بخاری نے تاریخ میں، ترمذی، البزار (انہوں نے اسے حسن کہا ہے)، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ اور حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابودرداء سے وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں:- ان کے لیے خزانے حلال کیے گئے تھے اور غنائم حرام کی گئی تھیں، ہمارے لیے غنائم حلال ہیں اور کنوز (خزانے) حرام ہیں۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور البزار رحمہم اللہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ کنز جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے وہ سونے کی تختی تھی جس پر لکھا تھا کہ تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے تو تھکاوٹ کیسے برداشت کرتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو آگ کا ذکر کرتا ہے پھر ہنستا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو یاد کرتا ہے پھر غفلت کرتا ہے (اور اس تختی پر یہ بھی لکھا تھا) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

امام الشیرازی رحمہ اللہ نے الالقاب میں حضرت عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ وہ تختی جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے: وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وہ پتھر کی تھی اور اس میں کندہ کیا ہوا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تعجب ہے اس شخص پر جو جانتا ہے کہ تقدیر حق ہے پھر کیسے پریشان ہوتا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر جو جانتا ہے کہ موت برحق ہے پھر کیسے پریشان ہوتا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر جو جانتا ہے کہ موت حق ہے وہ کیسے خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا کی زوال پذیری کو دیکھتا ہے پھر اس دنیا پر کیسے مطمئن ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

امام الخرائطی نے قمع الحرص میں اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابوحازم کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ تختی سونے کی تھی اور اس میں یہ لکھا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو جانتا

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 400، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 401

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 400 (3394)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے پھر وہ کیسے خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو آگ کو جانتا ہے پھر وہ کیسے ہنستا ہے؟ تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور اس کا اپنے دنیا والوں کے ساتھ الٹ پلٹ ہونا جانتا ہے پھر وہ اس پر کیسے مطمئن ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو قضا وقدر پر یقین رکھتا ہے پھر کیسے رزق کی تلاش میں تھکاوٹ برداشت کرتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو حساب کا یقین رکھتا ہے پھر کیسے برائی کا عمل کرتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا کے تحت فرمایا: وہ تختی سونے کی تھی، اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے پھر کیسے غمگین ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو موت پر ایمان رکھتا ہے پھر کیسے خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو رات اور دن کی تبدیلی پر ایمان رکھتا ہے اور پھر وہ ان کے کبھی ایک حالت اور کبھی دوسری حالت کے لانے سے امن میں ہے۔

امام ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ تختی سونے کی تھی نہ کہ چاندی کی تھی اس پر لکھا ہوا تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: وہ تختی سونے کی تھی، اس میں یہ لکھا ہوا تھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تعجب ہے اس شخص کے لیے جو یاد کرتا ہے کہ موت حق ہے پھر کیسے خوش ہوتا ہے۔ تعجب ہے اس پر جو دوزخ کو حق یاد کرتا ہے پھر ہنستا ہے، تعجب ہے اس پر جو تقدیر کو حق جانتا ہے پھر کیسے غمگین ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص کے لیے جو دنیا اور دنیا والوں کی حالت کی تبدیلی کو دیکھتا ہے پھر وہ کیسے اس دنیا میں مطمئن ہے۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ شخص امانات اور ودیعتوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کرتا ہے۔

امام ابن المبارک، سعید بن منصور، احمد نے الزہد میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ان کے باپ کے تقویٰ اور صلاح کی وجہ سے ان کے مال کی حفاظت کی گئی تھی، نہ کہ ان کی اصلاح کی وجہ سے حفاظت کی گئی تھی۔ (3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ایک شخص کی نیکی اور صالحیت کی وجہ سے اس کی اولاد، اولاد کی اولاد اور ان کی اولاد کی اصلاح فرماتا ہے۔ اس کی اولاد اور اس کے اردگرد کے گھروں کی حفاظت فرماتا ہے، اس کی اولاد ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے پردے اور عافیت میں رہتی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 415، دار الفکر بیروت 2۔ شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 223 (213)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 400 (3395)، دار الکتب العلمیہ بیروت

تعالیٰ ایک نیک اور صالح آدمی کی صالحیت کی وجہ سے اس کی اولاد، اولاد کی اولاد اور اس کے ارد گرد کے گھروں کی اصلاح فرماتا ہے، جب تک وہ نیک بندہ ان میں باقی رہتا ہے یہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔

امام ابن المبارک، ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن المنکدر رحمہ اللہ سے موقوفاً یہ روایت نقل کی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی طرف سے اس کی اولاد میں اسی سال تک نگرانی فرماتا رہتا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جب موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا تو بنی اسرائیل کا نبی نہیں ہے جو تمہیں علم عطا کیا گیا ہے وہ تیرے لیے کافی نہیں ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ اس گفتگو کے دوران ایک چڑیا آئی اور دریا کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ اس نے پانی کی ایک چونچ بھری پھر اڑ کر چلی گئی، حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ کیا تو نے دیکھا جو پرندے نے پانی حاصل کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں، میرا اور تمہارا علم، اللہ تعالیٰ کے علم میں بالکل ایسا ہے جیسے اس پرندے نے اس دریا سے پانی لیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن زید سے حَتّٰۤى اَبْلُغَ کا معنی حَتّٰى اَنْتَهِیَ (یہاں تک کہ میں پہنچ جاؤں) روایت کیا ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ سے مراد فارس اور روم کے دریا ہیں، یہ دونوں مشرق و مغرب کے دریا ہیں۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الربیع بن انس رحمہ اللہ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ سے مراد افریقیہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد طنجہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ سے مراد الکر اور الرس ہے جہاں سے وہ دونوں دریا سمندر میں گرتے ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حُقُبًا سے مراد زمانہ ہے۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حُقُبًا سے مراد ستر سال ہیں۔ نَسِیَا حُوْتَهُمَا یعنی مچھلی کو گم کر بیٹھے۔ عَجَبًا مچھلی کے اثر اور اس کے چکر جن میں وہ گم ہو گئی، موسیٰ علیہ السلام کو اس پر بہت تعجب ہوا فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام اور ان کے نوجوان ساتھی نے لوٹتے ہوئے مچھلی کے اثر اور نشانات کا پیچھا کیا جہاں سے دریا پھٹ چکا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ مچھلی

1۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 337 (1693)، دار الکتب العلمیہ بیروت   2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 314

نمکین تھی اور اس کا پیٹ بھی چاک کیا گیا تھا۔

ابن المنذر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ مچھلی جہاں سے گزری وہ جگہ دریا میں خشک تھی گویا کہ وہ پتھر میں ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سے لوگ پانی کے گھر سے باہر موجود تھے پانی کبھی بھی نہیں پھٹا اور رکا تھا۔ مچھلی اس میں داخل ہوئی تو پانی کرہ کی طرح پھٹ گیا حتی کہ موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف لوٹ آئے اور آپ نے اس کا رکنا دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تو ہے جس کی ہمیں جستجو تھی۔ پس وہ اپنے آثار دیکھتے ہوئے لوٹ آئے حتی کہ وہ مچھلی کے داخل ہونے کی جگہ تک پہنچ گئے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ مچھلی کے پرمٹی میں ہیں جب کہ وہ دریا میں گری تھی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مچھلی کے مردہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جب اسے زندہ کیا تو پہلے وہ کنکریوں والی زمین میں داخل ہوئی پھر اس میں سرنگ کی طرح راستہ بنایا حتی کہ وہ دریا میں پہنچ گئی السرب راستہ کو کہتے ہیں۔ پھر وہ پانی میں پہنچ گئی اور یہ پتھریلی خشکی تھی۔ مچھلی کو ایک لمبا زمانہ کھایا گیا تھا اور یہ موسیٰ علیہ السلام کا زادراہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی کو چیرا تھا، اسے نمک لگایا تھا اور اس سے صبح و شام کھایا بھی تھا۔ جب دوسرا دن ہوا تو کہا اپنے نوجوان ساتھی کو کہ لے آؤ ہمارا صبح کا کھانا، ہمیں اس سفر میں بہت مشقت برداشت کرنی پڑی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ابی کی قرأت اس طرح تھی وَمَآ اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَ لَهٗ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مچھلی سمندر میں ایک چشمہ پر آئی جسے عین الحیاۃ کہا جاتا ہے۔ جب اس چشمہ کا پانی اسے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی روح لوٹا دی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ وہ دونوں ایک عالم آدمی سے ملے جنہیں خضر کہا جاتا تھا۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ معراج کی رات میں نے بڑی پاکیزہ خوشبو سونگھی۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل! یہ پاکیزہ خوشبو کیسی ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ کنگھی کرنے والی، اس کے دو بیٹوں اور اس کے خاوند کی قبر کی خوشبو ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ خضر علیہ السلام بنی اسرائیل کے اشراف لوگوں میں سے تھے۔ ان کا گزر ایک راہب کے پاس سے ہوا جو اپنے گرجا میں رہتا تھا، راہب ان کے پاس آیا اور انہیں اسلام سکھایا اور ان سے یہ عہد لیا کہ وہ کسی کو یہ نہیں سکھائے گا، پھر اس کے باپ نے ایک عورت سے ان کی شادی کر دی، حضرت خضر علیہ السلام نے بیوی کو اسلام سکھا دیا اور اس سے یہ عہد لیا کہ وہ کسی اور کو نہیں سکھائے گی۔ پھر

حضرت خضر علیہ السلام عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے پھر آپ نے ایک اور عورت سے نکاح کر لیا۔ اسے بھی آپ نے اسلام سکھایا اور اس سے بھی یہ عہد لیا کہ وہ کسی اور کو یہ نہیں سکھائے گی پھر اس نے اسے طلاق دے دی، ایک نے اس کا معاملہ ظاہر کیا اور دوسری نے اس کو چھپائے رکھا۔ حضرت خضر علیہ السلام بھاگ گئے حتی کہ دریا کے جزیرہ میں آگئے، آپ کو دو آدمیوں نے دیکھا۔ ایک نے اس کا معاملہ ظاہر کیا اور دوسرے نے چھپائے رکھا۔ پھر پوچھا گیا جس نے تیرے ساتھ اسے دیکھا تھا وہ کون تھا؟ اس نے کہا فلاں۔ ان کے دین میں تھا کہ جو جھوٹ بولتا اسے قتل کر دیا جاتا۔ اس سے پوچھا گیا تو اس نے بات کو چھپایا۔ پس جب راز کو افشاء کیا تھا تو وہ قتل کیا گیا پھر معاملہ کو چھپانے والے نے کنگھی کرنے والی عورت سے نکاح کر لیا تھا۔ وہ فرعون کی بیٹی کو کنگھی کر رہی تھی تو کنگھی اس کے ہاتھ سے گرگئی۔ اس نے کہا تباہ ہو جائے فرعون۔ فرعون کی لڑکی نے یہ بات اپنے باپ کو بتائی تو اس فرعون نے اس عورت، اس کے بچے اور اس کے خاوند کو بلا بھیجا، فرعون نے انہیں کہا کہ اپنے دین سے برگشتہ ہو جاؤ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ فرعون نے کہا میں تمہیں قتل کرنے والا ہوں۔ انہوں نے کہا اگر تو ہمیں قتل کرے تو ہماری ایک بات قبول کرنے کہ ہمیں ایک قبر میں دفن کرنا۔ فرعون نے انہیں قتل کر دیا اور انہیں ایک قبر میں دفن کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس سے زیادہ پاکیزہ خوشبو کبھی نہیں سونگھی حالانکہ میں جنت میں داخل ہوا تھا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: حضرت خضر علیہ السلام کو خضر اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب وہ کسی جگہ پر بیٹھتے تھے تو آپ کا اردگرد سرسبز و شاداب ہو جاتا تھا اور آپ کا لباس سبز تھا۔

ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے: اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا۔ یعنی ہم نے انہیں ہدایت اور نبوت عطا فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: خضر علیہ السلام کو خضر کہنے کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ کسی جگہ کھڑے ہوتے تو آپ کے قدموں کے نیچے سے گھاس اگ آتی تھی حتی کہ وہ آپ کے قدموں کو ڈھانپ لیتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ فرماتے ہیں وہ کشتی کنویں کے پانی میں چلتی تھی جو ایک فرسخ لمبی اور ایک فرسخ چوڑی تھی۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیغرق کو یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام عبد الرزاق اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے امرًا کا معنی منکرًا (برا کام) روایت کیا ہے۔ (2)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بھی یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس کا معنی عجبا روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو صخر رحمہ اللہ سے اس کا معنی عظیما روایت کیا ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 418، دار الفکر بیروت

2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 338 (1697)، دار الکتب العلمیہ بیروت

ہیں: موسیٰ علیہ السلام بھولے نہیں تھے لیکن یہ معاریض کلام سے ہے (یعنی توریہ کیا ہے)۔(1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے اور حماد بن زید عن شعیب بن الحجاب کے سلسلے سے روایت کیا ہے کہ خضر علیہ السلام ایسے بندے تھے کہ آنکھیں انہیں نہیں دیکھتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ جنہیں دکھانا چاہتا ہے وہ انہیں نظر آجاتے ہیں پس موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ انہیں قوم نے نہ دیکھا۔ اگر لوگ انہیں دیکھتے تو وہ انہیں نہ تو کشتی پھاڑنے دیتے اور نہ بچے کو قتل کرنے دیتے۔ حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ یہ دیکھتے رہے کہ اچانک اس پر موت آگئی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن عبدالعزیز سے لَقِيَا غُلٰمًا کے تحت روایت کیا ہے کہ وہ غلام بیس سال کا تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب خضر علیہ السلام نے غلام کو قتل کیا تو موسیٰ علیہ السلام انتہائی حیرت زدہ اور پریشان ہوگئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس سے زَكِيَّةًۢ کا معنی تائبة (توبہ کرنے والا) روایت کیا ہے۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ پڑھتے تھے سعید نے فرمایا: اس سے مراد مسلمان نفس ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: زَكِيَّةًۢ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کی حد کو نہیں پہنچا تھا۔

امام عبدالرزاق اور ابن المنذر نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ اس کا معنی تائبة ہے یعنی ایسا بچہ جو بالغ نہ ہوا ہو۔(3)

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے شَيْـًٔا نُّكْرًا یعنی بڑا عجیب کام کیا ہے۔ النکر کا مطلب تعجب کی وجہ سے انکار کرنا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نجدہ الحروری نے ابن عباس کی طرف بچوں کے قتل کے متعلق لکھا تو آپ نے جواباً فرمایا اگر تو خضر علیہ السلام ہے، کافر اور مومن کی تمیز کر سکتا ہے تو پھر انہیں قتل کر۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن جریر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نجدہ نے ابن عباس کی طرف خط لکھا اور بچوں کو قتل کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ اور اس نے اپنے خط میں لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ عالم (خضر علیہ السلام) نے بچے کو قتل کیا تھا۔ یزید فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس کے خط میں اپنے ہاتھ سے لکھا کہ تو نے بچوں کو قتل کے بارے میں لکھا ہے اور تو نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی عالم کا حوالہ دیا ہے کہ اس نے بچے کو قتل کیا تھا۔ اگر تو بچوں کے متعلق ویسا ہی علم رکھتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عالم ساتھی رکھتا تھا تو پھر تو بچوں کو قتل کر دے لیکن یقیناً تو ایسا علم نہیں رکھتا...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، پس اس سے علیحدہ رہ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 329 2۔ ایضاً، جلد 15، صفحہ 330

3۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 339 (1697)

امام ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن ملیکہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس سے جنت میں بچوں کے جانے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: تمہارے لیے بچے کے متعلق موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا جھگڑا کافی ہے۔(1)

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، عبداللہ بن احمد (زوائد المسند میں) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بچہ جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ تخلیق کے دن سے ہی کافر پیدا کیا گیا تھا۔ اگر وہ بڑا ہوتا تو اپنے والدین کو سرکشی اور کفر پر مجبور کرتا۔(2)

امام سعید بن منصور اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بچہ جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا وہ کافر پیدا کیا گیا تھا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بچہ جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ طبعاً کافر پیدا کیا گیا تھا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے والدین کو سرکشی اور کفر پر مجبور کرتا۔(3)

امام ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے وایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سَاَلْتُكَ اور شَيْءٍۭ میں دونوں جگہ ہمزہ پڑھا ہے۔(4)

امام ابوداؤد، ترمذی، عبداللہ بن احمد، البزار، ابن جریر، ابن المنذر، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مِنْ لَّدُنِّيْ کو شد کے ساتھ پڑھا ہے۔(5)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِۨ کہ جس گاؤں میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام آئے تھے اس کا نام باجروان تھا اور اس کی باشندے بڑے کمینے تھے۔

ابن ابی حاتم نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ وہ گاؤں الابلۃ تھا اور یہ اللہ کی زمین کا آسمان سے دورترین قطعہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ گاؤں ابرقہ تھا۔ فرماتے ہیں: مجھے ایک شخص نے بتایا کہ وہ انطاکیہ تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ایوب بن موسیٰ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ محتاج شخص کے لیے سوال کرنا اچھا ہے، کیا آپ نے سنا نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی نے گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا تھا۔

امام نسائی اور ابن مردویہ نے حضرت ابی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے يُّضَيِّفُوْهُمَا کو شد کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: وہ گاؤں والے کمینے لوگ تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ يَّنْقَضَّ کا معنی يَسْقُطَ (گرنا) ہے۔

امام ابن الانباری نے المصاحف میں حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فَوَجَدَا فِيْهَا

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 401 (3398)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ سنن ابوداؤد، باب السنۃ، جلد 2، صفحہ 291 3۔ ایضاً

4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 266 (2957) 5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 15، صفحہ 331

جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ تلاوت کی۔ پھر فرمایا: حضرت خضر نے پہلے دیوار کو مکمل گرایا پھر اسے نئے سرے سے تعمیر فرمایا۔

امام ابو عبید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے دیوار کو اٹھایا تو وہ سیدھی ہوگئی۔

امام ابو عبید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت ہارون رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عبداللہ کی قرأت اس طرح تھی لَوْشِئْتَ لَتَخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۔

امام بغوی نے معجم میں، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَوْشِئْتَ لَتَخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا کو مخففہ پڑھا ہے۔(1)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ کے بیان سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، ہماری خواہش تھی کہ کاش وہ صبر کرتے حتی کہ ان کے مزید واقعات ہم پر بیان کیے جاتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلٰى مُوْسٰى، آپ نے پہلے اپنا ذکر کیا۔ اگر آپ صبر کرتے تو ہم پر ان کی مزید خبریں بیان کی جاتیں لیکن انہوں نے کہا اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے اَعِيْبَهَا کا معنی اَخْرِقُهَا (پھاڑنا) روایت کیا ہے۔

امام سعید بن منصور، ابن جریر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَّلِكٌ پڑھتے تھے۔

امام ابن الانباری نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کیا ہے کہ وہ يَاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ پہلی قرأت میں كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ بادشاہ عمدہ اور اچھی کشتیاں لے لیتا تھا۔

امام ابو عبید اور ابن المنذر رنے ابو الزاہریہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بچہ جسے حضرت خضر نے قتل کیا تھا اس کا نام جیسور تھا۔

امام ابو عبید، سعید بن منصور، ابن المنذر ر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔۔۔: وہ اس طرح پڑھتے تھے وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ كَافِرًا وَّكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ۔

امام عبد الرزاق اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرأت میں روایت کیا ہے: وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ كَافِرًا وَّكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے فَخَشِيْنَا کا معنی اَشْفَقْنَا (ڈرنا) روایت کیا ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 266 (2958)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ کے مصحف میں اس طرح تھا مَخَافَ رَبُّكَ اَنْ يُّرْ هِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا۔ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں اندیشہ ہوا کہ اس کی محبت انہیں اس کے دین کے اتباع کرنے پر برانگیختہ کرے گی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مطر رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت فرمایا ہے کہ اگر وہ بچہ باقی رہتا تو والدین کی بربادی اور استیصال اس کے ہاتھوں ہوتا۔

امام ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الشعب میں قتادہ سے روایت کیا ہے: مطرف بن الشخیر نے فرمایا: ہم جانتے ہیں کہ والدین اس کی پیدائش کے دن خوش ہوئے اور اس کے قتل کے دن غمگین ہوئے۔ اگر وہ زندہ رہتا تو والدین کی ہلاکت اس کی وجہ سے ہوتی پس ایک شخص تقسیم الٰہی پر راضی ہوا کیونکہ اللہ کا فیصلہ مومن کے لیے بہتر ہے بنسبت اس کے اپنے فیصلے کے اور تیرے لیے اللہ کا فیصلہ ناپسندیدہ امر میں بہتر ہے۔ بنسبت اس فیصلہ کے جو وہ تیرے لیے تیری محبوب چیز کے متعلق فرمائے۔

امام ابوعبید اور ابن المنذر نے ابن جریج سے خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً کے تحت روایت کیا ہے کہ از روئے اسلام کے بہتر ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عطیہ رحمہ اللہ سے خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً کے تحت روایت کیا ہے کہ زَكٰوةً سے مراد دنیا ہے یعنی دین کے اعتبار سے بہتر ہو۔ اور رحما سے مراد مودت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان والدین کو بچے کے بدلہ میں بچی عطا فرمائی۔ جس نے نبی کو جنم دیا۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت بسطام بن جمیل عن عمر بن یوسف کے سلسلہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقتول بچے کے بدلے میں ایسی بچی عطا فرمائی جس نے بعد میں دو نبیوں کو جنم دیا تھا۔

امام عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم سے پہلے لوگوں کے لیے کنز حلال تھا اور ہم پر حرام ہے۔ ہم سے پہلے لوگوں پر مال غنیمت حرام تھا اور ہمارے لیے حلال ہے تو اس شخص کے لیے تعجب نہ کر جو کہتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کنز ہم سے پہلے لوگوں کے لیے حلال تھا اور ہمارے لیے حرام ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اپنے حکم سے حلال کرتا ہے جو چاہتا ہے حرام کرتا ہے۔ یہ سنن اور فرائض ایک امت کے لیے حلال ہوتے ہیں دوسری کے لیے حرام ہوتے ہیں۔(1)

امام ابن ابی شیبہ، احمد (نے الزہد میں) اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت خیثمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا: مومن کی اولاد کے لیے مبارک ہو پھر ان کے لیے مبارک ہو کہ کیسے مومن کے جانے کے بعد بھی ان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ پھر خیثمہ رحمہ اللہ نے یہ تلاوت کی وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا۔(2)

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے ایک نیک بندے کی صالحیت کی وجہ سے لوگوں کے کئی قبائل کی اصلاح و خیر فرماتا ہے۔

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 340 (1700)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ کتاب الزہد، جلد 1، صفحہ 72، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شیبہ رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت سلیمان بن سلیم بن سلمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: تورات میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ (ایک مومن بندہ کی وجہ سے) اس کی سات نسلوں تک حفاظت فرماتا ہے اور ایک بدکار کی وجہ سے سات نسلوں کو ہلاک کرتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں وہب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رب تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ بنی اسرائیل کو فرمایا اس میں یہ بھی ہے کہ جب تو میری اطاعت کرتا ہے تو میں راضی ہوتا ہوں اور جب میں راضی ہوتا ہوں تو برکت دیتا ہوں، میری برکت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جب تو نافرمانی کرتا ہے تو میں ناراض ہوتا ہے اور میری لعنت ساتوں نسل تک پہنچتی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے غضب سے ڈرو کیونکہ میرا غضب تین آباء (تین نسلوں) تک پہنچتا ہے اور میری رضا سے پیار کرو کیونکہ میری رضا ایک امت کو پہنچتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے **وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ** کے تحت روایت کیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام عبد مامور تھے انہوں نے امر الٰہی کو پورا کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت الربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون سے کہا **لَآ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ**۔ پس انہوں نے ایک مچھلی شکار کی اور اسے زادراہ بنا کر چل پڑے حتی کہ اس چٹان تک پہنچ گئے جس کا انہوں نے ارادہ فرمایا تھا۔ تیز ہوا چلی اور ان پر جگہ مشتبہ ہوگئی اور اس چٹان پر مچھلی بھول گئے۔ پھر وہ چل پڑے چلتے چلتے انہیں کھانے کا اشتیاق ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے یوشع سے کہا **اٰتِنَا غَدَآءَنَا٘ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا**۔ نوجوان نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا **اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَاۤ** الخ فرماتے ہیں: ہم نے ابن عباس کے حوالہ سے سنا کہ وہ اہل کتاب کے علماء سے روایت فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی اور سوال کیا جب کہ آپ کے پاس مشکیزہ میں میٹھا پانی تھا، پس آپ نے پانی دریا میں ڈال دیا، وہ پانی اس کے نشان پر پڑا تو وہ ایک سفید کھوکھلا پتھر بن گیا۔ آپ نے اس پر چلنا شروع کیا حتی کہ آپ اس چٹان تک پہنچ گئے جس کا آپ نے ارادہ کیا تھا۔ پس آپ اس چٹان پر چڑھے، درآں حالیکہ آپ کو بڑا اشتیاق تھا، کیا وہ آدمی نظر آتا ہے؟ حتی کہ آپ کا گمان کچھ درست نہ رہا پھر آپ نے اس شخص کو دیکھ لیا اور کہا السلام علیک یا خضر۔ انہوں نے فرمایا: علیک السلام یا موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہیں کس نے بتایا کہ میں موسیٰ ہوں میں تمہارے ساتھ چلنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ مجھے وہ علم سکھائیں جو تمہیں عطا کیا گیا ہے۔ حضرت خضر آگے بڑھے اور نصیحت فرمائی کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکیں گے، بھلا تم کیسے صبر کرسکتے ہو اس بات پر جس کی تمہیں خبر نہیں ہے۔ یعنی جس نے ایک چیز دیکھی ہو۔ دوسرے نے وہ چیز نہ دیکھی ہو تو وہ پوچھے بغیر کیسے صبر کرسکتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ دینے کا اصرار کیا تو آپ نے فرمایا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی چیز کے بارے سوال نہ کرنا حتی کہ میں خود تجھے اس کے بارے نہ بتاؤں۔ اگر تو نے تین مرتبہ جلدی کی تو وہ تیسرا مقام میری اور تمہاری جدائی کا ہوگا۔ وہ کھڑے دیکھ رہے تھے ایک کشتی گزری جو الابلہ شہر کی طرف جارہی تھی۔ خضر علیہ السلام نے انہیں بلایا اے کشتی

والو! ہماری طرف آؤ اور ہمیں اپنی کشتی میں سوار کرلو کشتی والوں نے ملاح سے کہا ہمیں تو یہ لوگ ڈرے ہوئے لگتے ہیں، یہ لوگ چور ہیں، انہیں سوار نہ کر، کشتی کے مالک نے کہا میں ان لوگوں کے چہروں پر نور دیکھ رہا ہوں، میں انہیں ضرور سوار کروں گا۔ حضرت خضر نے فرمایا ان سواروں سے تو نے کتنا کرایہ لیا ہے جتنا کرایہ تو نے ان میں سے ہر شخص کا لیا ہے اس کا دو گنا ہم سے لے لے، پس ملاح نے انہیں سوار کرلیا اور وہ کشتی روانہ ہوگئی۔ جب وہ زمین کے قریب ہوئے تو گاؤں کے سربراہ نے حکم دے رکھا تھا ایسی کشتی دیکھو جس میں عیب نہ ہو تو میرے پاس لے آؤ۔ خضر علیہ السلام کو حکم تھا کہ اس کشتی میں عیب لگادے تاکہ ظالم لوگ چھین نہ لیں۔ آپ نے اس میں شگاف کردیا تو اس میں پانی ابلنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام غصہ سے بھر گئے اور فرمایا اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے کپڑوں کو سختی سے پکڑا اور انہیں دریا میں ڈالنے کا ارادہ فرمایا اور کہا تو نے انہیں ہلاک کرنے کا ارادہ کیا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ پہلے تو ہی ہلاک ہو گا۔ موسیٰ علیہ السلام کا غصہ جب زیادہ ہوتا تو دریا ٹھہر جاتا۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوتا تو دریا زمانہ کی طرح چلتا۔ یوشع بن نون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کیا آپ کو وہ عہد اور میثاق یاد نہیں جو آپ نے اپنے بارے کیا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کرسکے گا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر حلم طاری ہوگیا اور کہنے لگے لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا جب گاؤں میں پہنچے تو خضر علیہ السلام نے کہا وہ تمہاری طرف متوجہ نہ ہوئے حتی کہ انہیں غرق ہونے کا خدشہ ہوا۔ خضر علیہ السلام ملاح کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا میں نے تجھ سے خیر کا ارادہ کیا تھا، پس لوگوں نے آپ کی رائے کی تعریف کی اللہ تعالیٰ نے پھر اس کشتی کو پہلے کی طرح درست فرمادیا۔ پھر کشتی سے نکلے تو ایک نوجوان غلام تک پہنچے حضرت خضر علیہ السلام نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا پھر اسے قتل کردیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا آپ نے بغیر کسی نفس کے بدلہ کے ایک معصوم جان کو قتل کردیا ہے۔ الیٰ قولہ۔ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں نے اپنا وعدہ پورا کردیا اب میری اور تمہاری جدائی کا وقت آگیا ہے۔ وہ بچہ کسی سے ناراض ہوتا تو وہ ناراض شخص اس کے لیے اور اس کے والدین کے لیے بددعا کرتا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کے والدین کو ان بددعاؤں سے پاک کرلیا اور انہیں اس کی جگہ دوسرا بچہ عطا فرمایا جو اس سے بہتر تھا اور زیادہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا تھا اور زیادہ مہربان تھا۔

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ الخ۔

ہم نے سنا ہے کہ وہ کنز علم تھا انہوں نے اس علم کی وراثت پائی تھی۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے الحسن بن عمارہ عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ابن عباس سے کہا گیا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے نوجوان کی بات کرتے ہوئے نہیں سنا حالانکہ وہ بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ابن عباس نے فرمایا: نوجوان کی بات جو انہوں نے ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ اس نوجوان نے پانی پیا۔ پس وہ بھی ہمیشہ کے لیے زندہ ہوگیا۔ عالم نے اس کو پکڑ کر ایک کشتی کے ساتھ ملادیا تھا پھر اسے دریا میں بھیج دیا تھا۔ پس قیامت تک اس کے ساتھ وہ کشتی چلتی رہے گی۔ اس سزا کی وجہ یہ

ہے کہ اس کے لیے اس پانی سے پینا جائز نہیں تھا، ابن کثیر فرماتے ہیں: الحسن متروک ہے اور اس کا باپ غیر معروف ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو جدائی کے وقت کہا اے موسیٰ! علم حاصل کرو اس پر عمل کرنے کے لیے۔ لوگوں سے بحث کرنے کے لیے علم حاصل نہ کرو۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا میرے لیے دعا فرمایئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنی اطاعت آسان فرمائے۔ (1)

امام احمد نے الزہد میں وہب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے وقت کہا۔ اے موسیٰ! لجاجت سے دور رہو، بغیر ضرورت کے نہ چلو بغیر عجب کے نہ ہنسو، اپنے گھر کو لازم پکڑ و اور اپنی خطا پر روؤ۔ (2)

امام ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوعبداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میرا خیال ہے یہ ابوعبداللہ الملطی ہے۔ فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے جدائی کا ارادہ کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا جناب مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: نفع بخش بن جاؤ، تکلیف دینے والے نہ بنو، خوش رہو، (ہر وقت) غصہ میں نہ رہو، لجاجت سے پھر جاؤ، بغیر حاجت کے نہ چل، کسی شخص کو اس کی غلطی پر عار نہ دلاؤ۔ اے ابن عمران! اپنی خطا پر آنسو بہاؤ۔ (3)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت وہب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ! لوگ دنیا میں اپنے ارادوں کے مطابق عذاب دیئے جاتے ہیں۔ (4)

امام العقیلی رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت خضر علیہ السلام بحر اعلیٰ اور بحر اسفل کے درمیان ایک منبر پر تشریف فرما ہیں، سمندر کے تمام جانوروں کو حکم دیا گیا کہ وہ آپ کی بات سنیں اور آپ کی اطاعت کریں۔ صبح و شام آپ پر روحیں پیش کی جاتی ہیں۔

امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے حضرت خصیف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: چار انبیاء زندہ ہیں، دو آسمان میں ہیں، وہ عیسیٰ اور ادریس علیہما السلام ہیں اور دو زمین میں ہیں، وہ خضر اور الیاس علیہما السلام ہیں۔ خضر علیہ السلام دریا میں ہیں اور الیاس علیہ السلام خشکی میں ہیں۔

امام خطیب اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر یہ کہہ رہا تھا، اے وہ ذات جس کو کوئی آواز دوسری آواز سے مشغول نہیں کرتی، اے وہ ذات جس کو مسائل غلط نہیں کرتے، اے وہ ذات جس کو اصرار کرنے والوں کا اصرار زچ نہیں کرتا، مجھے اپنے عفو کی ٹھنڈک اور اپنی رحمت کی حلاوت چکھادے۔ میں نے کہا اے اللہ کے بندے! اپنی کلام کو دوہرا۔ اس نے کہا (کیا) تو نے وہ کلام سن لی ہے؟

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 416، دارالفکر بیروت
2۔ کتاب الزہد، جلد 1، صفحہ 79
3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 416، دارالفکر بیروت
4۔ ایضاً

میں نے کہا ہاں۔ اس شخص نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں خضر کی جان ہے! (وہ خضر علیہ السلام تھے) جو بندہ ان کلمات کو فرضوں کی نماز کے بعد کہے گا اس کے (سارے) گناہ معاف ہو جائیں گے اگرچہ وہ ریت کے ٹیلے کے زروں کے برابر ہوں، بارش کے قطروں کے برابر ہوں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہوں۔ (1)

امام ابوالشیخ نے العظمہ میں ابونعیم نے الحلیۃ میں کعب الاحبار سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت خضر بن عامیل اپنے چند ساتھیوں کی معیت میں سوار ہوئے حتی کہ ہند میں پہنچے۔ یہ چین کا سمندر ہے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اے میرے ساتھیوں! مجھے لڑھکا دو، انہوں نے اسے دریا میں لڑھکا دیا کچھ دنوں اور کچھ راتوں کے بعد اوپر تشریف لائے۔ ساتھیوں نے پوچھا اے خضر! تو نے کیا دیکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تجھے بہت عزت دی ہے اور سمندر کی گہرائی میں بھی تمہاری حفاظت فرمائی ہے۔ فرمایا مجھے ایک فرشتہ ملا۔ اس نے مجھے کہا اے خطا کار! آدمی کہاں جا رہے ہو اور کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے کہا میں نے اس سمندر کی گہرائی دیکھنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس نے مجھے کہا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص سمندر میں گرا تھا۔ وہ ابھی تک اس کی گہرائی کے تیسرے حصے کو بھی نہیں پہنچا۔ اس وقت تین سو سال گزر چکے تھے۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت بقیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے ابوسعید نے بتایا۔ فرماتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے جدائی کے وقت جو آخری بات کی تھی وہ یہ تھی کسی گناہ گار کو اس کے گناہ پر عار اور شرمندگی دلانے سے بچ ورنہ تو خود اس میں مبتلا ہو جائے گا۔

امام طبرانی اور ابن عساکر نے حضرت ابو اسامہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تمہیں خضر علیہ السلام کے متعلق نہ بتاؤں، صحابہ نے عرض کی: ضرور کرم فرمائیے یا رسول اللہ! فرمایا ایک دن وہ بنی اسرائیل کے بازار میں جا رہے تھے تو انہیں ایک (مسکین) مکاتب شخص نے دیکھ لیا۔ اس نے کہا مجھ پر صدقہ کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے۔ حضرت خضر نے فرمایا میں اللہ پر ایمان لایا، جو امر اللہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے، میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو میں تجھے عطا کروں، مسکین نے کہا میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ پر صدقہ کریں، میں تمہارے چہرے میں سخاوت کے آثار دیکھتا ہوں۔ میں نے تیرے پاس برکت پائی ہے۔ حضرت خضر نے کہا میں اللہ پر ایمان لایا، میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو میں تجھے عطا کروں مگر یہ کہ تو میرے پیچھے پیچھے آ جا۔ مسکین نے کہا کیا یہ درست ہے؟ فرمایا ہاں میں حق ہی کہتا ہوں، تو نے مجھ سے ایک بہت بڑے واسطہ سے سوال کیا ہے۔ میں تجھے رب تعالیٰ کی وجہ سے نامراد نہیں لوٹاتا، اس نے حضرت خضر علیہ السلام کو بازار میں پیش کیا اور چار سو درہم کے عوض فروخت کر دیا، آپ مشتری کے پاس ایک زمانہ ٹھہرے رہے لیکن اس نے آپ کو کام پر نہ لگایا۔ آپ نے مشتری سے کہا تو نے مجھے خریدا ہے، مجھ سے خیر تلاش کر، مجھے کسی عمل کا حکم دے، مشتری نے کہا میں تجھے تکلیف دینا ناپسند کرتا ہوں کیونکہ آپ ایک بوڑھے کمزور آدمی ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ مشتری نے کہا اٹھو اور یہ پتھر یہاں سے وہاں نقل کر دو۔ وہ پتھر اتنے زیادہ تھے کہ چھ

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 425، دارالفکر بیروت 2۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 6، صفحہ 7

آدمی بھی ایک دن میں انہیں منتقل نہیں کر سکتے تھے، وہ شخص آپ کو حکم دے کر کسی کام کے لیے باہر گیا پھر واپس آیا تو تمام پتھر اسی وقت منتقل ہو چکے تھے۔ مشتری نے کہا تو نے بڑا اچھا کام کیا ہے، تو بہت طاقتور ہے، میں تو تجھے ایسا طاقت ور نہ سمجھتا تھا، پھر اس شخص کو سفر کی مہم پیش آ گئی۔ اس نے کہا میں تجھے امین گمان کرتا ہوں تم میرے گھر والوں میں میرے قائم مقام ہو کر ان سے اچھائی کرنا۔ حضرت خضر نے فرمایا تم مجھے کسی کام کی وصیت کرو۔ اس نے کہا: میں تجھے تکلیف دینا پسند نہیں کرتا، حضرت خضر نے فرمایا: مجھ پر کوئی امر گراں نہیں۔ مشتری نے کہا تم اینٹیں بناؤ تا کہ ہم مکان بنائیں حتی کہ میں سفر سے واپس آ جاؤں۔ وہ آدمی سفر پر گیا، واپس آیا تو آپ تعمیر مکمل کر چکے تھے۔ اس شخص نے کہا میں خدا کے واسطہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں تمہارا راستہ کیا ہے اور تمہارا معاملہ کیا ہے؟ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تو نے مجھ سے خدا کا واسطہ دے کر سوال کیا ہے اور اسی خدا کے واسطہ نے ہی مجھے غلامی میں ڈالا تھا۔ میں خضر ہوں جس کے متعلق تو نے سنا ہے۔ مجھ سے ایک مسکین نے صدقہ مانگا اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو میں اسے پیش کرتا۔ اس نے مجھے خدا کا واسطہ دیا تو میں نے اپنا آپ ہی اس کے حوالہ کر دیا۔ اس نے مجھے بیچ ڈالا۔ اور میں تجھے بتاتا ہوں کہ جس سے خدا کے واسطہ سے مانگا گیا اور اس نے سائل کو رد کر دیا جب کہ وہ عطا کرنے پر قادر تھا تو وہ قیامت کے روز اس طرح کھڑا ہوگا کہ اس کی جلد ہوگی نہ اس کا گوشت ہوگا اور نہ اس کی ہڈیاں ہوں گی تا کہ وہ وہاں ہی ٹھہرا رہے۔ اس شخص نے کہا میں اللہ پر ایمان لایا۔ اے اللہ کے نبی! میں نے تجھے تکلیف دی جب کہ مجھے علم نہیں تھا۔ حضرت خضر نے فرمایا کوئی حرج نہیں تو نے بہت اچھا کیا اور پختہ کیا۔ اس شخص نے کہا اے اللہ کے نبی! میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہو جائیں، آپ میرے گھر والوں اور میرے مال کے متعلق حکم فرمائیں، اس کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے یا میں تجھے اختیار دیتا ہوں، میں تمہارا راستہ کھلا چھوڑتا ہوں۔ حضرت خضر نے فرمایا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو میرا راستہ چھوڑ دے تا کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں، پس اس شخص نے آپ کا راستہ چھوڑ دیا۔ حضرت خضر نے کہا: سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے پہلے غلامی میں ڈالا پھر مجھے اس سے نجات عطا فرمائی۔(1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الشعب میں حضرت حجاج بن فرافصہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ دو آدمی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر بیع کر رہے تھے۔ ایک شخص زیادہ قسمیں اٹھا رہا تھا، وہ اسی سودے میں مصروف تھے کہ ایک شخص ان کے پاس سے گزرا اور ان کے قریب آ کر ٹھہر گیا۔ اس نے زیادہ قسمیں اٹھانے والے سے کہا اے اللہ کے بندے! رک جا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور زیادہ قسمیں نہ اٹھا۔ یہ تیرے رزق میں کچھ اضافہ کا باعث نہ ہوگا اور اگر تو قسمیں نہیں اٹھائے گا تو تیرا رزق کم نہ ہوگا۔ وہ کام کر جو تیرا معین و مددگار ہو۔ اس نے کہا کون سا کام میرا مددگار ہوگا؟ اس نے تین مرتبہ پوچھا اور اپنی بات کو دوہرایا۔ جب وہ شخص واپس جانے لگا تو اس نے کہا جان لے ایمان کی علامت یہ ہے کہ تو سچائی کو اس وقت جھوٹ پر ترجیح دے جب کہ سچائی تیرے لیے نقصان کا باعث ہو اور جھوٹ تیرے لیے نفع بخش ہو۔ اور تیرے قول کو تیری ذات پر فضیلت نہ ہو پھر وہ شخص مڑا تو عبد اللہ بن عمر نے کہا اس شخص سے ملو اور یہ کلمات لکھوا لو۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندے! مجھے یہ کلمات

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 417، دار الفکر بیروت

لکھوادے۔ اس شخص نے کہا اللہ تعالیٰ جس امر کا فیصلہ فرماتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ اس نے وہ کلمات دوہرائے حتی کہ سننے والے نے یاد کر لیے پھر اس شخص نے دیکھا کہ اس اللہ کے بندے نے ایک قدم مسجد میں رکھا پھر معلوم نہیں زمین نے اسے نگل لیا یا آسمان نے اٹھالیا۔ فرماتے ہیں وہ انہیں خضر علیہ السلام یا الیاس علیہ السلام سمجھتے تھے۔(1)

امام الحارث بن اسامہ رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ایک کمزور سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت خضر علیہ السلام دریا میں ہیں اور حضرت الیسع علیہ السلام خشکی پر ہیں۔ وہ ہر رات اس دیوار کے پاس جمع ہوتے ہیں جو لوگوں اور یاجوج و ماجوج کے درمیان ذوالقرنین نے بنائی تھی۔ وہ دونوں ہر سال حج اور عمرہ کرتے ہیں۔ زمزم سے اتنا پانی پیتے ہیں کہ آئندہ سال تک ان کی کفایت کرتا ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام بیت المقدس میں ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں، ہر سال حج کرتے ہیں اور آب زمزم سے اتنا پانی پی لیتے ہیں جو ان کے لیے آئندہ سال تک کافی ہوتا ہے۔(2)

امام العقیلی، دارقطنی نے الافراد میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر سال حج کے موسم میں حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام ملتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا حلق کرتا ہے اور یہ کلمات کہہ کر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا يَسُوْقُ الْخَيْرَ اِلَّا اللّٰهُ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا يُصَرِّفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰهُ مَاشَاءَ اللّٰهُ مَا كَانَ مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں ماشاء اللہ، بھلائی اور خیر صرف اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے ماشاء اللہ، برائی اور مصیبت کو صرف اللہ ہی دور فرماتا ہے ماشاء اللہ، ہر نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ برائی سے بچنے کی طاقت ہے''۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: جس نے یہ کلمات تین مرتبہ صبح اور تین مرتبہ شام کے وقت کہے اللہ تعالیٰ اسے غرق ہونے، جلنے، چوری ہونے سے محفوظ فرمائے گا اور شیاطین، سلطان، سانپ اور بچھو سے بھی مامون و محفوظ فرمائے گا۔(3)

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۸۳ۭ

''اور دریافت کرتے ہیں آپ سے ذی القرنین کے متعلق۔ فرمائیے میں ابھی بیان کرتا ہوں تمہارے سامنے اس کا حال''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہود نے نبی کریم ﷺ سے کہا: اے محمد! (ﷺ) تم ابراہیم، موسیٰ اور دوسرے انبیائے کرام کا ذکر کرتے ہو ان کا ذکر تو آپ نے ہم سے سنا ہے تم ہمیں اس نبی کے متعلق بتاؤ جس

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 221 (4856)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 16، صفحہ 428، دار الفکر بیروت

3۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 427

کا ذکر تورات میں بھی صرف ایک جگہ ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ کون سا نبی ہے؟ انہوں نے کہا ذوالقرنین۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کے متعلق مجھے کوئی خبر نہیں پہنچی، یہود خوش ہو کر باہر نکلے کہ وہ آپ پر غالب آ گئے ہیں۔ وہ ابھی دروازے تک نہ پہنچے تھے کہ جبرئیل امین یہ آیات لے کر نازل ہو گئے: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ الخ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر مولیٰ غفرہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کچھ اہل کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے ابوالقاسم! تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو ساری زمین کا سیاح تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ ابھی وہ وہاں ہی بیٹھے تھے کہ انہوں نے چھت سے ٹوٹنے کی آواز سنی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی جب وحی کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار کا ذکر فرمایا تو اہل کتاب نے کہا اے ابوالقاسم تیرے پاس اس کی خبر آ چکی ہے تیرے لیے کافی ہے۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کیا تبع لعین تھا یا نہیں۔ مجھے معلوم نہیں ذوالقرنین نبی تھا یا نہیں اور مجھے معلوم نہیں حدود، حدود والوں کے لیے کفارہ ہیں یا نہیں۔(1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سالم بن ابی الجعد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ نبی تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا بندہ تھا کہ جو پیکر اخلاص تھا اور اللہ تعالیٰ اس کے اخلاص کی قدر فرماتا تھا۔

امام عبد الحکیم نے فتوح مصر میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے المصاحف میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو الطفیل رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابن الکواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ نبی تھا یا بادشاہ تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ نہ نبی تھا اور نہ بادشاہ تھا لیکن وہ پیکر اخلاص تھا اور اللہ تعالیٰ اس کے اخلاص کی قدر فرماتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک قوم کے پاس بھیجا تو انہوں نے اس کے سر پر چوٹیں لگائیں تو وہ فوت ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے کے لیے اسے پھر زندہ فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی قوم کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اسے سر کی دوسری طرف چوٹیں لگائیں تو وہ فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے پھر زندہ کیا۔ اسی وجہ سے انہیں ذوالقرنین کہا جاتا ہے، تم میں بھی اس کی مثل ہو۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین نبی تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے الاحوص بن حکیم عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین کے متعلق پوچھا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بادشاہ تھا، اس نے زمین پر احسان پھیلایا تھا۔

امام ابن عبد الحکیم نے فتوح مصر میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے العظمہ میں حضرت خالد بن

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 17 (2175)، دار الکتب العلمیہ بیروت

معدان الکلاعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ذوالقرنین کے متعلق کے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بادشاہ تھا جس نے زمین کے نیچے سے اسباب کے ذریعے برکت حاصل کی تھی۔

امام ابن عبد الحکیم، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن الانباری نے کتاب الاضداد میں اور ابوالشیخ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو منیٰ میں یاذاالقرنین کہتے ہوئے سنا۔ حضرت عمر نے فرمایا پہلے تم نے انبیائے کرام کے اسماء کے ساتھ اپنے نام رکھے اس پر اکتفاء نہ کیا حتی کہ تم نے فرشتوں کے اسماء سے نام رکھنے شروع کر دیئے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جبیر بن نفیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا تھا اور اسے ہر چیز کا سبب عطا فرمایا تھا۔

امام الشیرازی رحمہ اللہ الالقاب میں حضرت جبیر بن نفیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہودی علماء نے نبی کریم ﷺ سے کہا: ہمیں ذوالقرنین کے متعلق بتائیں کیا وہ نبی تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ بادشاہ تھا۔ اس نے زمین سے اسباب کے ذریعے برکت حاصل کی تھی۔

ابن ابی حاتم نے ابن زید سے روایت کیا ہے کہ ایک نذیر ایسا تھا کہ مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ ہے اسے اس نے پایا تھا ذوالقرنین دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تھا اور وہ نذیر (ڈرانے والا) تھا۔ میں نے یقین کے ساتھ نہیں سنا کہ وہ نبی تھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت ابوالورقاء رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا ذوالقرنین کے سینگ کس چیز کے بنے ہوئے تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید تیرا خیال ہے کہ وہ سونے یا چاندی کے تھے۔ وہ نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی طرف بھیجا، انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو ایک شخص اٹھا اور اس نے آپ کے سر کی بائیں جانب چوٹ لگائی جس سے آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا، پھر لوگوں کی طرف تبلیغ حق کے لیے بھیجا تو ایک اور شخص اٹھا اور اس نے آپ کی دائیں جانب چوٹ لگائی، آپ کا پھر وصال ہو گیا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام ذوالقرنین رکھا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم بن علی بن عبد اللہ بن جعفر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالقرنین کے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ انہیں رضائے الٰہی میں سر پر دو زخم آئے تھے اور آپ سیاہ رنگ والے تھے۔

امام ابوالشیخ نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے ذوالقرنین نے عمامہ باندھا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے سر پر دو سینگ تھے جو حرکت کرتے رہتے تھے۔ اس وجہ سے آپ نے عمامہ باندھا۔ وہ حمام میں داخل ہوئے اور آپ کا کاتب بھی آپ کے ساتھ داخل ہوا۔ آپ نے عمامہ اتار کر رکھا اور کاتب سے فرمایا یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر تیرے سوا کوئی بھی مطلع نہیں۔ اگر میں نے کسی سے اس کے متعلق کوئی بات سنی تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ کاتب حمام سے باہر نکل آیا اور اس پر موت کی ہیبت طاری ہو گئی۔ وہ صحرا میں آیا، اپنا منہ زمین پر رکھا اور ندا دی غور سے سنو! بادشاہ کے دو سینگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بات سے دو بانس پیدا فرمائے، ایک چرواہا ان دو بانسوں کے پاس سے گزرا تو وہ اسے بہت اچھے لگے۔ اس نے انہیں

کاٹا اور ان سے بانسری بنائی۔ پس جب بھی وہ اسے بجاتا تو ان سے یہ آواز نکلتی بادشاہ کے دو سینگ ہیں۔ پس بات شہر کے اندر پھیل گئی۔ ذوالقرنین نے کاتب کو بلایا اور کہا مجھ سے سچی بات کہنا ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ کاتب نے اپنا واقعہ بیان فرمایا، ذوالقرنین نے کہا یہی امر ہے جس کے ظہور کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ پس آپ نے اپنے سر سے عمامہ اتار دیا۔

امام ابن عبد الحکیم نے فتوح مصر میں، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں باہر نکلا تو دروازے پر اہل کتاب کے چند مرد موجود تھے جن کے پاس مصاحف بھی تھے۔ انہوں نے کہا نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ہماری حاضری کی اجازت کون طلب کرے گا؟ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور اہل کتاب کی آمد بتائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا انہیں میرے ساتھ کیا غرض ہے، وہ مجھ سے ایسی باتیں پوچھتے ہیں جو میں نہیں جانتا؟ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ میں صرف وہی جانتا ہوں جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔ پھر فرمایا میرے لیے پانی تلاش کرو۔ میں پانی لے آیا۔ آپ نے وضو فرمایا۔ دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیرا تو فرمایا لوگوں کو میرے پاس بلاؤ۔ حضرت عقبہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کے چہرے پر خوشی اور بشاشت دیکھی تھی۔ اور جو میرے اصحاب موجود ہیں انہیں میرے پاس بلاؤ۔ میں نے انہیں اجازت دی تو وہ اندر آ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں ہی تمہیں تمہاری گفتگو سے پہلے بتا دوں کہ تم مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو اور اگر تم چاہو تو میرے کہنے سے پہلے تم خود اپنا مدعا بیان کرو۔ اہل کتاب نے کہا آپ ہی بتا دیں۔ فرمایا تم مجھ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھنے آئے ہو۔ وہ ابتداء میں رومی غلام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہی عطا فرمائی۔ وہ چلا حتی کہ مصر کی زمین کے ساحل پر آیا۔ اس نے وہاں ایک شہر بنایا جسے اسکندریہ کہا جاتا ہے۔ جب وہ اس شہر کی تعمیر سے فارغ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ وہ اسے اوپر لے آیا۔ وہ آسمان کے درمیان تک بلند ہوا پھر اس نے کہا نیچے دیکھ۔ ذوالقرنین نے کہا: میں نے اپنا شہر اور اس کے ساتھ دوسرے شہر دیکھے ہیں۔ پھر وہ فرشتہ اسے مزید اوپر لے گیا اور کہا اب نیچے دیکھ۔ ذوالقرنین نے کہا میرا شہر دوسرے شہروں کے ساتھ خلط ہو گیا ہے۔ میں اس کی پہچان نہیں کر سکتا۔ فرشتہ اسے مزید اوپر لے گیا اور کہا اب نیچے دیکھ۔ تو ذوالقرنین نے کہا میں صرف اپنا شہر دیکھ رہا ہوں اور مجھے کوئی شہر نظر نہیں آ رہا ہے، فرشتے نے ذوالقرنین سے کہا یہ ساری زمین ہے اور جو تجھے دکھائی دے رہا ہے کہ اس نے زمین کو گھیرا ہوا ہے۔ وہ سمندر ہے۔ تیرے رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ تجھے ساری زمین دکھائے جب کہ اس نے تجھے اس میں بادشاہ بنایا ہے۔ تو اس میں چل اور جاہل کو تعلیم دے اور عالم کو علم پر مضبوط کر وہ چلا حتی کہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ تک پہنچا پھر وہ چلا تو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ تک پہنچا پھر وہ ان دونوں نرم وملائم پہاڑوں کے پاس آیا جن سے ہر چیز پھسل جاتی ہے، اس نے ایک دیوار بنائی پھر وہ یاجوج ماجوج کی طرف چلا۔ اس نے ایک قوم کو پایا جن کے چہرے کتوں کے چہروں کی طرح تھے۔ وہ یاجوج ماجوج سے قتال کرتے تھے پھر اس نے انہیں علیحدہ کر دیا پھر اس نے ایک چھوٹی قوم پائی جو اس قوم سے جنگ کرتی تھی جن کے چہرے کتوں کی طرح تھے پھر اس نے ایک آبی پرندوں کی مثل ایک قوم دیکھی جو اس چھوٹی قوم سے لڑتی تھی۔ پھر وہ چلا اس نے سانپوں کی امت دیکھی جن میں ایک

سانپ بڑی چٹان کونگل جاتا تھا۔ پھر وہ سمندر کی طرف چلا جو زمین کے اردگرد تھا۔ اہل کتاب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے۔ ہم اپنی کتاب میں اس کا ذکر اسی طرح پاتے ہیں۔ (1)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت سلیمان بن الاشج صاحب کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین ایک نیک اور چکر لگانے والا شخص تھا۔ جب وہ اس پہاڑ پر کھڑا ہوا جس پر آدم علیہ السلام اتارے گئے تھے تو اس نے آپ کے اثر اور نشانات کو دیکھا تو پریشان ہو گیا۔ خضر علیہ السلام نے اس کو کہا اے بڑے جھنڈے والے اے بادشاہ! تجھے کیا ہے؟ اس نے کہا یہ انسانوں کے نشانات ہیں، میں ہاتھوں اور قدموں کے نشان دیکھ رہا ہوں۔ یہ سفید زمین ہے، میں اس کے اردگرد خشک کھڑے درخت دیکھ رہا ہوں جن سے سرخ پانی بہہ رہا ہے، اس کی کوئی بڑی شان ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے کہا آپ کو علم اور فہم عطا کیا گیا تھا۔ اے بادشاہ! کیا تو نہیں دیکھتا کہ ایک پتا بڑی کھجور کے ساتھ لٹکا ہوا ہے۔ ذوالقرنین بادشاہ نے کہا وہ تو میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ تجھے اس کی شان کی خبر دے رہا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام ہر کتاب پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے بادشاہ! میں ایک کتاب دکھاتا ہوں جس میں یہ لکھا ہوا ہے "اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ یہ کتاب ابوالبشر آدم کی طرف سے ہے۔ میں اپنی اولاد اور اپنی بیٹیوں کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ابلیس کو میرا اور اپنا دشمن بناؤ جو اپنی کلام اور غلط خواہشات کو بڑے نرم لہجہ میں پیش کرتا ہے۔ اس نے مجھے جنت الفردوس سے دنیا کی مٹی کی طرف اتارا۔ اور مجھے اس جگہ پر ڈال دیا کہ میری ایک خطا کی وجہ سے دو سو سال میری طرف توجہ تک نہیں کی گئی حتی کہ میں نے زمین کو روندا اور یہ میرا نشان ہے اور یہ درخت میرے آنسوؤں کے پانی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی مٹی پر میری توبہ نازل ہوئی۔ پس تم شرمندہ ہونے سے پہلے توبہ کرو اور جلدی کرو اس سے پہلے کہ تمہارے لیے جلدی کی جائے اور اعمال پیش کرو اس سے پہلے کہ تمہیں پیش کیا جائے۔ ذوالقرنین اترے۔ انہوں نے آدم علیہ السلام کے بیٹھنے کی جگہ کو چھوا۔ وہ ایک سو اسی میل تھی۔ پھر درخت شمار کیے تو وہ نو سو درخت تھے۔ تمام کے تمام آدم علیہ السلام کے آنسوؤں سے اگے تھے۔ جب ہابیل کو قابیل نے قتل کیا تو یہ سب درخت خشک ہو گئے اور یہ سرخ خون رونے لگے۔ ذوالقرنین نے حضرت خضر سے کہا ہمارے پاس لوٹ آؤ۔ اس کے بعد دنیا طلب نہیں کی جائے گی۔ (2)

امام ابن عبدالحکم رحمہ اللہ نے فتوح مصر میں حضرت سدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: الاسکندر کی ناک تین ہاتھ تھی۔

امام ابن عبدالحکم رحمہ اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام ابن عبدالحکم اور ابن ابی حاتم اور الشیرازی نے الالقاب میں حضرت عبید بن یعلی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالقرنین کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ اس کے سر پر دو چھوٹے سینگ تھے جنہیں وہ عمامہ کے ساتھ چھپائے رکھتے تھے۔

احمد نے الزہد، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے: ان سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا اس کی طرف وحی نہیں کی گئی۔ وہ بادشاہ تھا۔ پوچھا گیا کہ انہیں ذوالقرنین کیوں کہا جاتا ہے؟

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 6، صفحہ 296، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 17، صفحہ 355، دارالفکر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

انہوں نے فرمایا: اس کے بارے میں اہل کتاب کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں وہ روم اور فارس کا بادشاہ تھا۔ اس لیے اسے ذوالقرنین کہا جاتا تھا اور بعض کہتے ہیں اس کے سر پر دو سینگوں کی طرح نشان تھے اس لیے اسے ذوالقرنین کہا جاتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت بکر بن مصر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ہشام بن عبد الملک نے اس سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا کیا وہ نبی تھا؟ بکر نے کہا نہیں لیکن اسے چار خصائل کی وجہ سے عطا کیا گیا تھا جو کچھ عطا کیا گیا تھا۔ جب وہ قادر ہوتا تو معاف کر دیتا، جب وہ وعدہ کرتا تو وفا کرتا، جب بولتا تو سچ بولتا اور آج کل کے لیے جمع نہیں کرتا تھا۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے حضرت یونس بن عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اسے ذوالقرنین اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے سر پر بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔

امام ابن المنذر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ان کو ذوالقرنین اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے سورج کے طلوع اور غروب کے درمیان جو جگہ ہے اس کو اس نے ملایا تھا۔

امام ابن عبد الحکم رحمہ اللہ نے فتوح مصر میں حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس نام سے ملقب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورج غروب اور طلوع ہونے کے قرن تک پہنچا تھا۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ الاسکندر ہی ذوالقرنین تھا۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن اسحٰق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین اہل مصر کا ایک نیک صالح شخص تھا۔ اس کا نام مرزیا بن مرزیہ الیونانی تھا اور یہ یونن بن یافث بن نوح کی اولاد سے تھا۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین نے پیدل حج کیا تھا۔ ابراہیم نے اس سے سنا اور اس سے ملاقات کی۔

امام الشیرازی رحمہ اللہ نے القاب میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اسے ذوالقرنین اس لیے کہتے تھے کہ اس کے سر پر دو بالوں کے جوڑے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: ذوالقرنین روم کے سیاستدانوں میں سے تھا اور رومیوں کے امور کا بندوست کرتا تھا۔ اس کو بادل کی اطاعت اور اس کے غیر مطیع ہونے میں اختیار دیا گیا تو اس نے بادل کے اطاعت کرنے کو پسند فرمایا پس وہ بادل پر سوار ہوتا تھا۔

امام ابن اسحاق، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، الشیرازی نے الالقاب میں اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ ان کو پہلے لوگوں کی باتوں کا علم تھا۔ وہ فرماتے ہیں ذوالقرنین رومی شخص تھا اور رومیوں کی بوڑھی عورتوں میں سے ایک کا بیٹا تھا۔ اس کا یہ اکلوتا بیٹا تھا اور اس کا نام اسکندر تھا۔ اس کو ذوالقرنین اس لیے کہا جاتا تھا کیونکہ اس کے سر کے دونوں اطراف تانبے کی تھیں۔ جب یہ بالغ ہوا تو ایک نیک شخص تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا: اے ذوالقرنین! میں تجھے زمین کی امتوں کی طرف بھیجنے والا ہوں۔ دو امتیں ایسی ہیں جن کے درمیان پوری زمین کا طول فاصلہ

ہے۔اور دو امتیں ایسی ہیں جن کے درمیان پوری زمین کا عرض فاصلہ ہے۔اور زمین کے واسطہ میں انسان، جن اور یاجوج ماجوج ہیں۔وہ دو امتیں جن کے درمیان زمین کے طول کا فاصلہ ہے ان میں سے ایک امت سورج کے غروب ہونے کی جگہ رہتی ہے جسے فاسک کہا جاتا ہے اور دوسری امت سورج کے طلوع ہونے کی جگہ رہتی ہے جسے منسک کہا جاتا ہے اور وہ دو امتیں جن کے درمیان زمین کے عرض کا فاصلہ ہے ان میں سے ایک زمین کے دائیں قطر میں رہتی ہے، اس کو ہاویل کہا جاتا ہے اور دوسری زمین کے بائیں قطر میں رہتی ہے جسے قاویل کہا جاتا ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا تو ذوالقرنین نے عرض کی یا الٰہی! تو نے میرے سپرد ایک اہم کام لگایا ہے جو صرف اور صرف تیری قدرت سے حل ہو سکتا ہے، مجھے ان امتوں کے بارے بتا جن کی طرف تو مجھے بھیج رہا ہے میں کس قوت کے ساتھ ان کا مقابلہ کر سکتا ہوں اور کتنی نفری کے ساتھ میں ان سے زیادہ ہو سکتا ہوں اور کس حیلہ کے ساتھ میں ان کی تدبیر کر سکتا ہوں اور کس زبان کے ساتھ ان سے بات کروں؟ میرے لیے کیسے ممکن ہے کہ میں ان سے جنگ کروں، کون سے کان ان کی بات کو زیادہ یاد رکھنے والے ہیں، کون سی آنکھیں انہیں دیکھنے والی ہیں، کون سی حجت کے ساتھ میں ان کا مقابلہ کر سکتا ہوں، کون سا دل ان کی بات کو زیادہ سمجھ سکتا ہے، کون سی حکمت کے استعمال سے میں ان کی تدبیر کر سکتا ہوں، کون سے عدل کے ساتھ میں ان کے درمیان عدل کروں، کس حلم کے ساتھ میں ان کے قول وعمل پر صبر کروں، کس معرفت کے ساتھ میں ان کے درمیان فیصلہ کروں کس علم کے ساتھ میں ان کے معاملہ کو پختہ کروں، کس طاقت کے ساتھ میں ان کے درمیان فیصلہ کروں، کس علم کے ساتھ میں ان کے معاملہ کو پختہ کروں، کس طاقت کے ساتھ میں ان پر چھا جاؤں، کس قدم کے ساتھ میں ان کو روند ڈالوں، کس نرمی کے ساتھ میں ان کی الفت حاصل کروں؟ یا الٰہی: میرے پاس ان چیزوں میں سے کوئی بھی نہیں تاکہ ان پر غلبہ حاصل کیا جائے اور ان کو مطیع کیا جائے۔تو رب رحیم ہے، کسی نفس کو تکلیف مالا یطاق نہیں دیتا۔تو کسی نفس پر سختی اور شدت نہیں کرتا بلکہ تو راحت و رحمت کا مظاہرہ کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے جس کام پر مامور کیا ہے میں تجھے اس کی طاقت بھی عطا کروں گا۔میں تیرا سینہ کھول دوں گا جس میں ہر چیز کی گنجائش ہوگی اور میں تیرے لیے تیرے فہم کو کھول دوں گا۔پس تو ہر چیز سمجھ لے گا اور میں تیرے لیے تیری زبان کو کشادہ کر دوں گا، ہر چیز کے ساتھ تو کلام کرے گا، میں تیرے لیے تیرے کانوں کو کھول دوں گا، وہ ہر چیز کو یاد رکھیں گے۔میں تیرے لیے تیری نظر کو بڑھا دوں گا پس وہ ہر چیز سے گزر جائے گی۔میں خود ہی تیرے لیے تیرے معاملات کی تدبیر کروں گا۔میں تیرے لیے ایسا شمار کروں گا کہ کوئی چیز تجھ سے فوت نہ ہوگی، میں تجھے ایسا یاد کراؤں گا کہ کوئی چیز تجھ سے غائب نہ ہوگی، میں تیری پیٹھ کو ایسا مضبوط کر دوں گا کہ کوئی چیز تیرے قدموں میں لڑکھڑاہٹ پیدا نہیں کر سکے گی، میں تجھے ایسا مضبوط سوار بنا دوں گا کہ کوئی چیز تجھ پر غالب نہیں آئے گی، میں تیرے دل کو ایسا مضبوط کر دوں گا کہ کوئی چیز تجھے خوف زدہ نہیں کر سکے گی، میں تیری عقل کو ایسا پختہ کر دوں گا کہ کوئی چیز تجھے ڈرا نہیں سکے گی، میں تیرے ہاتھوں کو اتنا کشادہ کر دوں گا کہ وہ ہر چیز سے بلند ہوں گے، میں تجھے ایسی ہیبت عطا کروں گا کہ کوئی چیز تجھے خوف زدہ نہیں کرے گی، میں تیرے لیے نور اور تاریکی کو مسخر کر دوں گا اور میں انہیں تیرے لشکروں میں سے ایک لشکر بنا دوں گا۔نور تیری

WWW.NAFSEISLAM.COM

41A

آگے راہنمائی کرے گا اور ظلمت پیچھے سے تجھے گھیرے میں لیے ہوئے ہوگی۔

جب ذوالقرنین کو یہ کہا تو سب سے پہلے اس نے اس قوم کا ارادہ کیا جو سورج کے غروب ہونے کی جگہ رہتی تھی۔ جب وہ ان کے پاس پہنچا تو اس نے ایک جم غفیر پایا جن کا شمار صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے اور ان کے پاس ایسی قوت اور شدت تھی کہ اس کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کو ہی تھی۔ ان کی زبانیں مختلف تھیں اور امور مشتبہ اور خواہشات مختلف اور دل جدا جدا تھے۔ جب ذوالقرنین نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو ان کا مقابلہ اس نے تاریکی کے ساتھ کیا۔ ان کے اردگرد تین لشکر تاریکی کے دیئے جنہوں نے ان کا ہر طرف سے احاطہ کر لیا اور انہیں ایک مکان میں اکٹھا کر دیا۔ پھر ان پر نور کو داخل کیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عبادت کی طرف بلایا۔ ان میں سے بعض ایمان لائے اور بعض ایمان لانے سے رک گئے۔ جنہوں نے اعراض کیا آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے، ان پر تاریکی کو داخل کیا، وہ ان کے مونہوں، ناکوں، کانوں اور پیٹوں میں داخل ہوگئی۔ اور وہ تاریکی ان کی گھروں اور کمروں میں داخل ہوگئی اور ان پر اوپر نیچے اور ہر طرف سے چھا گئی، وہ اس میں چلنے لگے اور حیران تھے۔ جب انہیں اندیشہ ہوا کہ وہ اس تاریکی میں ہلاک ہو جائیں گے تو وہ ایک آواز کے ساتھ ذوالقرنین کی طرف چلائے، اس نے ان سے تاریکی کو دور کر دیا اور سختی سے انہیں پکڑ لیا۔ وہ اس کی دعوت میں داخل ہو گئے۔ پھر اس نے اہل مغرب سے ایک بڑی امت کو لشکر بنایا اور سب کو ایک ہی لشکر کر دیا، پھر اس نے اہل مغرب سے ایک بڑی امت کو لشکر بنایا اور سب کو ایک ہی لشکر کر دیا پھر وہ ان کو لے کر چلا تاریکی انہیں پیچھے سے ہانک رہی تھی اور ادھر ادھر سے ان کی حفاظت کر رہی تھی، نور ان کی آگے آگے قیادت کر رہا تھا اور راہنمائی کر رہا تھا۔ وہ ذوالقرنین کی دائیں جانب میں چلا۔ اب وہ اس سفر میں زمین کے دائیں قطر میں رہنے والی امت کا ارادہ کیے ہوئے تھا جسے ہاویل کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے ہاتھ، دل، رائے، نظر کو مسخر کر دیا تھا۔ وہ حکم دیتا تو غلط نہ ہوتا۔ جب وہ کوئی عمل کرتا تو وہ اسے پختہ کرتا، وہ ان امتوں کے آگے آگے تھا اور امتیں اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔ جب ذوالقرنین سمندر یا اس کی گہرائی تک پہنچا تو اس نے خچروں کی مثل چھوٹی چھوٹی کشتیاں بنائیں اور انہیں ایک ہی ساعت میں منظم کر دیا پھر اس نے تمام قوموں اور لشکروں کو اس پر سوار کیا۔ جب اس نے دریاؤں اور نہروں کو عبور کیا تو ان کشتیوں کو توڑ دیا پھر ہر ایک انسان کو ایک تختی دے دی جس کا اٹھانا اسے مشکل نہ تھا۔ اس کا سفر جاری رہا حتی کہ وہ قوم ہاویل تک پہنچا۔ اس نے اس پر بھی اسی طرح حملہ کیا جس طرح ناسک قوم پر حملہ کیا تھا۔ جب وہ ان سے فارغ ہوا تو وہ سیدھا زمین کی دائیں جانب چلا حتی کہ منسک قوم کے پاس پہنچا جو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ رہتی تھی۔ اس پر بھی اس نے لشکر کشی کی اور اس کے ساتھ بھی پہلی دو امتوں جیسا سلوک کیا پھر وہ زمین کی بائیں جانب تاویل قوم کے ارادہ سے چلا۔ یہ وہ امت ہے جو ہاویل کے مقابل تھی۔ دونوں کے درمیان پوری زمین کے عرض کا فاصلہ تھا۔ جب ذوالقرنین وہاں پہنچا تو اس نے ان پر بھی لشکر کشی کی اور ایسا ہی کیا جیسا پہلی قوموں کے ساتھ کیا تھا، جب وہ وہاں سے فارغ ہوا تو ان امتوں کی طرف لوٹا جو زمین کے وسط میں رہتی تھیں یعنی جن، انس اور یاجوج، ماجوج۔ جب وہ راستہ پر تھا جہاں مشرق کی جانب ترکوں کی زمین ختم ہوتی ہے تو ذوالقرنین کو

41B

انسانوں کی ایک نیک جماعت نے مشورہ دیا کہ اے ذوالقرنین! ان دو پہاڑوں کے درمیان ایک مخلوق خدا ہے جو بہت زیادہ ہے اور انسانوں کے مشابہ ہے اور کچھ جانوروں کے بھی مشابہ ہیں، گھاس کھاتے ہیں جانوروں کو چیرتے پھاڑتے ہیں جس طرح درندے پھاڑتے ہیں۔ زمین کے تمام حشرات مثلاً سانپ بچھو اور ہر ذی روح کو کھاتے ہیں جو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق ان کی طرح نہیں بڑھتی اور نہ ان کی طرح زیادہ اور کثیر ہوتی ہے۔ اگر ان کی کثرت اور زیادتی اسی طرح ہوتی رہی تو بلاشبہ وہ زمین کو بھر دیں گے اور اہل زمین پر غالب آ جائیں گے اور زمین میں فساد برپا کریں گے، جب سے ہمیں ان کا پڑوس حاصل ہے اور ہم نے انہیں دیکھا ہے، کوئی سال ایسا نہیں گزرتا مگر ہم اسی انتظار میں رہتے ہیں کہ ان کے اگلے لوگ ان پہاڑوں پر ہم پر ظاہر ہوں گے۔ کیا ہم آپ کو خراج پیش کریں تا کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار بنا دیں؟ ذوالقرنین نے کہا: وہ دولت جس میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے وہ بہتر ہے۔ پس تم میری مدد کرو جسمانی مشقت سے، میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ بنا دوں گا۔ تم چٹانیں، لوہا اور تانبا لے آؤ حتی کہ میں ان کے شہروں کو مطیع کرلوں، ان کے علم پر فوقیت حاصل کرلوں اور ان کے پہاڑوں کے درمیانی فاصلہ کا اندازہ کرلوں۔ پھر وہ ان کے قصد سے چلا حتی کہ اس نے انہیں دھکیل کر ان کے شہروں کے درمیان پہنچ گیا۔ وہ تمام لوگ مذکر، مؤنث ایک جیسے قد کے تھے اور ان کا قد ہمارے درمیانی قد کے آدمی کے نصف کے برابر تھا۔ ہمارے ہاتھوں پر جہاں ناخن ہیں وہاں ان کے پنجے تھے، ان کی لمبی داڑھیں اور کچلیاں تھیں جس طرح درندوں کی داڑھیں اور کچلیاں ہوتی ہیں۔ ان کے جبڑے قوت میں اونٹوں کے جبڑوں کی طرح تھے۔ وہ جب کھاتے تھے تو حرکت سنائی دیتی تھی جس طرح اونٹ جو گالی کرتا ہے اور یا طاقتور نر یا طاقتور گھوڑے کی طرح کاٹنے کی حرکت سنائی دیتی ہے۔ وہ بہت سخت ہیں۔ ان کے جسموں پر بال ہیں جو انہیں چھپاتے ہیں۔ ان بالوں کے ساتھ اپنے آپ کو گرمی اور سردی سے بچاتے ہیں۔ ایک کے لمبے کان ہیں، ان کا ایک کان وبرہ اور دوسرا زغبہ ہے۔ یعنی وہ کان اتنے بڑے ہیں کہ وہ ایک کو بچھونا بناتے ہیں اور دوسرے کو اوپر اوڑھ لیتے ہیں۔ ایک میں گرمی کا موسم گزارتے ہیں اور دوسری میں سردی کا موسم گزارتے ہیں۔ ان میں کوئی مذکر اور مؤنث شامل نہیں مگر اس کی وہ عمر جس میں مرتا ہے وہ معلوم ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کے مذکروں میں سے کوئی مذکر نہیں ہوتا حتی کہ اس کی صلب سے ہزار بچے پیدا ہو جائیں اور کوئی مؤنث نہیں ہوتا حتی کہ اس کے رحم سے ہزار بچے پیدا ہو جائیں۔ جب یہ تعداد پوری ہو جاتی ہے تو اسے موت کا یقین ہو جاتا ہے اور موت کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ انہیں موسم بہار میں مچھلی کا رزق دیا جاتا ہے۔ جب وہ وقت آتا ہے تو بارش کی طرح اسے طلب کرتے ہیں۔ ہر سال انہیں اتنی خوراک دی جاتی ہے کہ وہ ان کے آئندہ سال تک کافی ہوتی ہے اور ان کی کثیر تعداد کے لیے بھی کافی اور معاون ہوتی ہے۔ جب ان پر بارش ہوتی ہے تو وہ سر سبز شاداب ہو جاتے ہیں اور بے خوف زندگی گزارتے ہیں اور اس شادابی کا اثر ان پر ظاہر ہوتا ہے۔ ان کی عورتیں تر و تازہ ہو جاتی ہیں اور ان کے مردوں کی شہوت بڑھ جاتی ہے اور جب ان پر بارش نہیں ہوتی تو وہ کمزور ہو جاتے ہیں، ان کے مرد خالی ہو جاتے ہیں عورتیں بدل جاتی ہیں اور اس صورت حال کا اثر ان پر ظاہر ہوتا ہے۔ وہ کبوتروں کی طرح ایک دوسرے کو

بلاتے ہیں، بھیڑیوں کی طرح غراتے ہیں اور جب آپس میں ملتے ہیں تو جانوروں کی طرح جماع کرتے ہیں۔ جب ذوالقرنین نے اس صورت حال کا جائزہ لیا تو وہ دونوں پہاڑوں کے درمیان میں آیا اور ان کا اندازہ کیا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں مشرق کی جانب ترکوں کا علاقہ ختم ہوتا ہے۔ اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان سوفرسخ کا فاصلہ پایا۔ جب اس نے دیوار کا کام شروع کیا تو پہلے اس نے اس کی پانی تک گہری بنیاد کھدوائی پھر اس نے اس دیوار کی چوڑائی پچاس فرسخ بنائی اور اس کے اندر پتھر ڈلوائے اور تابنے سے مصالحہ تیار کیا او وہ ان پتھروں کے اوپر ڈال دیا وہ اس طرح ہوگیا گویا زمین کے نیچے سے پہاڑ نکل آیا ہے پھر اس نے اس کے اوپر لوہے کی چادریں اور پگھلا ہوا تانبا ڈالا، اس کے اندر اس نے زرد رنگ کا تانبا ڈالا۔ وہ اس طرح ہوگیا گویا دھاری دار چادر ہے جس میں تانبے کی زردی اور سرخی اور لوہے کی سیاہی نظر آتی تھی۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہوا اور اسے پختہ کرلیا تو وہ انسانوں اور جنوں کی ایک جماعت کے قصد سے نکلا۔ راستہ پر اسے ایک نیک امت سے ملنے کا اتفاق ہوا جو حق کی طرف راہنمائی کرتے تھے اور حق کے ساتھ فیصلہ کرتے تھے۔ اس نے ایک عادل امت پائی جو برابر تقسیم کرتی تھی اور عدل کے ساتھ فیصلے کرتے تھے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ ان کی حالت ایک تھی، ان کی بات ایک تھی، ان کے اخلاق ایک دوسرے کے مشابہ تھے، ان کا طریق سیدھا تھا، ان کے دل متحد تھے، ان کی سیرت بالکل مستوی تھی، ان کی قبور ان کے گھروں کے دروازوں پر تھیں، ان کے گھروں کے دروازے نہیں تھے۔ اس کے امراء نہیں تھے، ان کے نہ تو قاضی تھے نہ غنی، نہ بادشاہ اور رئیس تھے۔ نہ وہ اختلاف کرتے نہ ایک دوسرے پر بڑائی جتلاتے، نہ جھگڑا کرتے نہ گالی گلوچ کرتے، نہ جنگ کرتے نہ ان کو قحط میں مبتلا کیا جاتا، نہ ان پر ناراضگی کا اظہار کیا جاتا نہ انہیں ایسی آفات لاحق ہوتی تھیں جو عام لوگوں کو لاحق ہوتی تھیں، ان کی عمریں تمام لوگوں سے لمبی تھیں، نہ ان میں کوئی مسکین تھا اور نہ فقیر، نہ کوئی بداخلاق تھا اور نہ کوئی بدخو۔

جب ذوالقرنین نے ان کے یہ حالات دیکھے تو بڑا تعجب کیا۔ اس نے انہیں کہا اے قوم تم مجھے اپنی بات بتاؤ میں نے ساری زمین چھانی ہے، زمین کا بحروبر شرق وغرب، نور وظلمت سب دیکھا ہے۔ لیکن مجھے تمہاری مثل کوئی قوم نظر نہیں آئی۔ تم مجھے اپنی حقیقت سے آگاہ کرو۔ انہوں نے کہا ہاں تو جو چاہتا ہے ہم سے پوچھ اس نے کہا، کیا وجہ ہے کہ تمہاری قبور تمہارے دروازوں پر ہیں، انہوں نے کہا یہ ہم نے عمداً کیا ہے تاکہ ہم کبھی موت کو نہ بھولیں اور اس کا ذکر ہمارے دلوں سے کبھی دور نہ ہو۔ ذوالقرنین نے پوچھا تمہارے دروازے کیوں نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ہم میں کوئی متہم نہیں ہے، ہم میں صرف امین لوگ ہیں۔ ذوالقرنین نے پوچھا تمہارے امراء کیوں نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہم میں مظالم ہی نہیں تاکہ امراء کی ضرورت پڑے۔ ذوالقرنین نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تمہارے درمیان حکام نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہم آپس میں لڑتے ہی نہیں ہیں۔ اس نے پوچھا تمہارے اندر اغنیاء کیوں نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہم زیادہ مال جمع کرتے ہی نہیں۔ اس نے پوچھا تم میں اشراف کیوں نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا ہم آگے بڑھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ اس نے پوچھا تم میں تفاوت نہیں ہے اور ایک دوسرے پر فضیلت نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ہم ایک دوسرے سے صلہ رحمی کرتے ہیں اور رافت ورحمت کا سلوک

WWW.NAFSEISLAM.COM

کرتے ہیں، اس نے پوچھا تم آپس میں لڑتے کیوں نہیں ہو اور اختلاف کیوں نہیں کرتے، انہوں نے کہا ہمارے دلوں میں جو الفت ہے اور آپس میں جو اصلاح کا عنصر ہے۔ اس کی وجہ سے لڑتے نہیں ہیں۔ اس نے کہا تم جنگ کیوں نہیں کرتے اور ایک دوسرے کو گالی کیوں نہیں دیتے۔ انہوں نے کہا ہم عزم کے ساتھ اپنی طبائع پر غالب ہیں اور ہم نے اپنے آپ کو حلم کے ساتھ چلایا ہے۔ اس نے کہا کیا وجہ ہے کہ تمہاری بات ایک ہے اور تمہارا راستہ سیدھا ہے؟ انہوں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بولتے، ایک دوسرے کو دھوکہ نہیں دیتے ایک دوسرے کی غیبت نہیں کرتے۔ اس نے پوچھا بتاؤ تمہارے دل مشابہ کیوں ہیں اور تمہاری سیرت معتدل کیوں ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے سینے درست ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں سے حسد اور کینہ نکال لیا ہے۔ ذوالقرنین نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تم میں مسکین اور فقیر نہیں ہے؟ انہوں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم برابر تقسیم کرتے ہیں۔ ذوالقرنین نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تم میں کوئی ترش خو اور سخت مزاج نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ہماری تواضع اور انکساری کی وجہ سے۔ ذوالقرنین نے پوچھا کیا وجہ ہے تمہاری عمریں تمام لوگوں سے زیادہ ہیں؟ انہوں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم حق کو ادا کرتے ہیں اور عدل سے فیصلہ کرتے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تم قحط میں مبتلا نہیں ہوتے؟ انہوں نے کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم استغفار سے غافل نہیں ہوتے۔ ذوالقرنین نے کہا تم پر ناراضگی کا اظہار کیوں نہیں کیا جاتا؟ انہوں نے کہا ہم جب سے ہیں ہم نے اپنے نفوس کو مصیبت کے لیے تیار کر رکھا ہے، ہم مصیبت کو پسند کرتے ہیں اور ہم اس کے حریص ہیں۔ اس لیے ہم اس سے محفوظ ہیں۔ ذوالقرنین نے کہا کیا وجہ ہے کہ تمہیں آفات لاحق نہیں ہوتیں جیسا کہ دوسرے لوگوں کو لاحق ہوتی ہیں؟ انہوں نے کہا ہم غیر اللہ پر بھروسہ نہیں کرتے اور ہم ستاروں کے طلوع وغروب پر عمل نہیں کرتے۔ ذوالقرنین نے کہا مجھے بتاؤ کیا تمہارے آباء بھی اسی طرح کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم نے اپنے آباء کو ان صفات کا حامل پایا کہ وہ اپنے مساکین پر رحم کرتے تھے، فقراء پر ہمدردی کرتے تھے، انہیں معاف کر دیتے تھے، جو ان پر ظلم کرتا تھا اور جو ان سے برائی کرتا تھا اس کے ساتھ احسان کرتے تھے، جو ان سے جہالت کا مظاہرہ کرتا وہ اس کے ساتھ بھی حلیمانہ سلوک کرتے تھے، جو انہیں برا بھلا کہتا وہ اس کے لیے استغفار کرتے تھے، صلہ رحمی ان کا وطیرہ تھا، لوگوں کی امانات واپس کرتے تھے اور اپنی نماز کے وقت کی حفاظت کرتے تھے، اپنے عہد کو پورا کرتے تھے، اپنے وعدوں میں وہ سچے تھے، وہ اپنے ہم پلہ لوگوں سے انحراف نہیں کرتے تھے اور اپنے قریبی رشتہ داروں سے ملنا اپنے لیے عار نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح فرمائی تھی اور جب تک وہ زندہ رہے اللہ تعالیٰ ان امور خیر کی وجہ سے ان کی حفاظت فرماتا رہا، اللہ پر حق تھا کہ وہ ان کے ترکہ میں بہتر خلیفہ چھوڑے۔ ذوالقرنین نے انہیں کہا اگر میں ٹھہرتا تو تم میں ٹھہرتا لیکن مجھے اقامت کا حکم نہیں دیا گیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالقرنین کا ملائکہ میں سے ایک دوست تھا جس کو زرافیل کہا جاتا تھا۔ وہ ہمیشہ آپ سے سلام کے ساتھ ملاقات کرتا تھا۔ ایک دن ذوالقرنین نے کہا اے زرافیل! کیا تم کوئی ایسی چیز جانتے ہو جو عمر کو زیادہ کرتی ہے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر کریں اور

زیادہ عبادت کریں؟ زرافیل نے کہا مجھے اس کا علم نہیں لیکن آپ کی خاطر اس کے متعلق آسمان (والے) سے پوچھوں گا
زرافیل آسمان پر گیا۔ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں ٹھہرا پھر نیچے آیا اور کہا میں نے وہ سوال کیا جو آپ نے مجھ سے کیا تھا۔ مجھے
بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تاریکی میں ایک چشمہ ہے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جس نے اس سے ایک
گھونٹ پانی پی لیا وہ فوت نہیں ہوگا حتی کہ وہ خود اللہ تعالیٰ سے موت کا سوال کرے گا۔ فرماتے ہیں ذوالقرنین نے زمین کے
علماء کو جمع کیا اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے تاریکی میں ایک چشمہ ہے؟ علماء نے کہا ہم تو اس کے متعلق نہیں جانتے۔ پھر
ایک نوجوان اٹھا اور کہا اے بادشاہ! تجھے اس سے کیا غرض ہے؟ اس نے کہا مجھے اس کی حاجت ہے اس نے کہا میں نے آدم
علیہ السلام کی وصیت پڑھی تو اس میں یہ لکھا تھا اللہ تعالیٰ کا سورج کے مطلع کے پیچھے تاریکی میں ایک چشمہ ہے، اس کا پانی دودھ
سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جو اس سے پانی پیئے گا وہ فوت نہیں ہوگا حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے موت کا خود سوال
کرے۔ ذوالقرنین اپنی جگہ سے روانہ ہو گیا جہاں اس نے بارہ سال گزارے تھے حتی کہ وہ سورج طلوع ہونے کی جگہ پہنچا،
اس نے علماء کو جمع کیا اور کہا میں اس تاریکی میں تمہارے ساتھ چلنا چاہتا ہوں، علماء نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ تو ایسے
راستہ پر چلے جس پر تجھ سے پہلے کوئی ابن آدم نہیں چلا۔ اس نے کہا میں ضرور جاؤں گا۔ علماء نے کہا ہم تجھے اللہ کی پناہ میں
دیتے ہیں کہ تو ہمیں اس ظلمت میں لے جائے ہمیں اس بات سے امن میں نہیں ہیں کہ ہم پر کوئی ایسا معاملہ کھل جائے جس
میں زمین کا فساد ہو۔ اس نے کہا میں اس راستہ پر ضرور چلوں گا، علماء نے کہا تیری مرضی! اس نے پوچھا سب سے تیز نگاہ کس
جانور کی ہے؟ علماء نے کہا گھوڑا۔ اس نے کہا گھوڑوں میں تیز نگاہ کون سی صنف ہے۔ علماء نے کہا مادہ۔ پھر ان میں سے کون سی
صنف تیز نگاہ ہے۔ انہوں نے کہا جوان جس سے ابھی جفتی نہ ہوئی ہو۔ اس نے چھ ہزار جوان گھوڑیاں تیار کیں پھر اپنے لشکر
سے چھ ہزار نوجوان تیار کیے۔ ہر آدمی کو ایک گھوڑی دے دی، اس نے خضر کو دو ہزار گھوڑیوں پر مقرر کیا اور اسے اپنے اس لشکر کا
مقدمہ بنایا۔ پھر اسے کہا تو میرے آگے چل۔ خضر نے اسے کہا اے بادشاہ! میں اس امت کی گمراہی سے مامون نہیں ہوں۔
لوگ مجھ سے بکھر جائیں گے، اس نے اسے ایک سرخ موتی دیا اور کہا جب لوگ ادھر ادھر ہوں تو تو یہ موتی پھینکنا۔ یہ تیرے
لیے روشنی کرے گا اور آواز دے گا حتی کہ یہ تیرے پاس گمراہوں کو جمع کردے گا۔ ذوالقرنین نے لوگوں پر ایک خلیفہ بنایا اور
اسے حکم دیا کہ وہ اس لشکر میں بارہ سال رہے۔ اگر بادشاہ لوٹ آیا تو فبہا ورنہ لوگوں کو اپنے شہروں کی طرف جانے کا حکم دے
دینا۔ پھر اس نے خضر کو چلنے کا حکم دیا تو خضر اس کے آگے چلا جس منزل پر ذوالقرنین پہنچتا وہاں سے خضر کوچ کر جاتا،
ذوالقرنین خضر کی جگہ پر ہی پڑاؤ کرتا، خضر اس تاریکی میں چل رہا تھا کہ لوگ ادھر ادھر ہونے لگے۔ خضر نے وہ موتی پھینکا تو وہ
اسی چشمہ کے کنارہ پر گرا اور چشمہ ایک وادی میں تھا، پس اس موتی نے کنویں کا ارد گرد روشن کردیا، خضر اترے اپنے کپڑے
اتارے اور چشمہ میں داخل ہوا۔ اس نے اس کا پانی پیا اور غسل کیا پھر باہر تشریف لائے اس نے اپنے کپڑے سمیٹے پھر موتی
اٹھایا اور سوار ہو گیا۔ ذوالقرنین دوسرے راستہ پر پڑ گیا جو خضر کے راستے سے مختلف تھا۔ پس ذوالقرنین اور اس کے ساتھ اس
تاریکی میں چھ راتیں اور چھ دنوں کی مقدار چلتے رہے، وہ تاریکی رات کی تاریکی کی طرح نہیں تھی وہ تاریکی کہر کی مانند تھی حتی

WWW.NAFSEISLAM.COM

کہ ذوالقرنین ایک نور والی زمین پر جا نکلا جہاں نہ سورج تھا نہ چاند اور نہ ستارہ، اس نے لشکر کو ٹھہرایا۔ لوگ اتر پڑے اور ذوالقرنین خود سوار ہو کر چلا گیا حتی کہ وہ ایک محل تک پہنچا جس کا طول (وعرض) فرسخ، فرسخ تھا وہ اس محل میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ محل کے دونوں کناروں پر مینار ہیں وہاں ایک مذموم پرندہ ہے۔ اس کی ناک میں ایک زنجیر ہے جو اس مینار سے معلق ہے۔ وہ پرندہ خطاف کے مشابہ تھا یا اس کے قریب قریب تھا۔ پرندے نے ذوالقرنین سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ذوالقرنین ہوں۔ پرندے نے کہا اے ذوالقرنین! کیا تیرے لیے وہ کافی نہ تھا جو تیرے پیچھے تھا حتی کہ تو نے تاریکی کا بھی سفر کیا ہے، اے ذوالقرنین! مجھے بتا۔ اس نے کہا پوچھ پرندے نے پوچھا کیا پکی اینٹوں اور شیشہ سے بنائی گئی عمارتیں کثیر ہو گئی ہیں؟ ذوالقرنین نے کہا ہاں۔ پرندے نے پر پھیلائے حتی کہ دونوں دیواروں کے درمیان کا تیسرا حصہ ڈھک گیا، پھر اس نے کہا اے ذوالقرنین! مجھے بتا۔ اس نے کہا پوچھ۔ اس نے پوچھا کیا لوگوں میں آلات ملاہی زیادہ ہو گئے ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر اس نے پر کھولے حتی کہ دو دیواروں کے درمیان کا دو ثلث بھر گیا، پھر اس نے کہا اے ذوالقرنین! مجھے بتا، ذوالقرنین نے کہا پوچھ۔ اس نے پوچھا کیا لوگوں میں جھوٹ کی گواہی زیادہ ہو گئی ہے؟ ذوالقرنین نے کہا ہاں۔ اس نے پھر پر پھیلائے تو دیواروں کے درمیان کا سارا حصہ ڈھک گیا۔ ذوالقرنین اس سے خوف زدہ ہو گیا۔ پرندے نے کہا اے ذوالقرنین! خوف زدہ نہ ہو۔ اس نے کہا مجھے بتا۔ ذوالقرنین نے کہا پوچھ۔ اس نے کہا کیا لوگوں نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت چھوڑ دی ہے ذوالقرنین نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا لوگوں نے جنابت کا غسل ترک کر دیا ہے؟ ذوالقرنین نے کہا نہیں۔ اس پر پرندے نے اپنے پر دو ثلث ملا لیے۔ اس نے کہا اے ذوالقرنین! مجھے بتا، ذوالقرنین نے کہا پوچھ، اس نے پوچھا کیا لوگوں نے فرضی نماز چھوڑ دی ہے؟ ذوالقرنین نے کہا نہیں، پرندے نے پر ملا لیے حتی کہ وہ اس طرح ہو گیا جس طرح پہلے تھا۔ پھر پرندے نے کہا اے ذوالقرنین! اس درجہ کی طرف جا اور اس پر چڑھ جا تو اس کو پالے گا جس سے تو سوال کرے گا اور وہ تجھے جواب دے گا۔ ذوالقرنین چلا حتی کہ وہ اس درجہ پر چڑھ گیا۔ وہ ایک لمبی سطح تھی۔ اس کے کنارے نظر نہیں آتے تھے۔ وہاں ایک نوجوان شخص آسمان کی طرف آنکھیں کھولے، اپنے منہ پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا، اس کا ایک قدم آگے تھا اور دوسرا پیچھے تھا۔ ذوالقرنین نے اسے سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا اس نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ذوالقرنین ہوں نوجوان نے کہا اے ذوالقرنین تیرے لیے وہ کافی نہ تھا جو تو پیچھے چھوڑ کر آیا ہے حتی کہ تو نے تاریکی کو طے کیا ہے اور مجھ تک پہنچا ہے۔ ذوالقرنین نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں صور پھونکنے والا ہوں میں نے ایک قدم آگے اور ایک پیچھے رکھا ہوا ہے اور صور میں نے اپنے منہ پر رکھا ہوا ہے میں آسمان کی طرف دیکھ کر اپنے رب کے امر کا انتظار کر رہا ہوں پھر اس نے ایک پتھر اٹھایا اور ذوالقرنین کو دیا اور کہا واپس جاؤ یہ پتھر تمہیں بتائے گا۔ اس بات کی تاویل جس کا میں نے ارادہ کیا ہے۔ ذوالقرنین واپس آیا حتی کہ اپنے لشکر کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے تمام علماء کو جمع کیا اور انہیں محل مینار اور پرندے کی بات بتائی جو اس نے کہا اور جو اس کو جواب دیا گیا، صور والے کی بات اور اس کا پتھر عطا کرنا اور اس کا یہ کہنا کہ جو میں نے کہا ہے۔ اس کی تاویل تجھے یہ پتھر بتائے گا، یہ تمام باتیں ان کے گوش گزار کیں اور کہا کہ مجھے اس پتھر کے متعلق بتاؤ یہ کیا ہے اور اس سے اس

نے کس چیز کا ارادہ کیا ہے؟ علماء نے میزان منگوایا۔ ایک طرف وہ پتھر رکھا گیا اور دوسری طرف اس کی مثل پتھر رکھا گیا تو صاحب صور کا پتھر بھاری ہو گیا پھر اس کے ساتھ دوسرا پتھر رکھا پھر صاحب صور کا پتھر بھاری نکلا۔ پھر اس کے مقابلے میں سو پتھر رکھے تو پھر بھی وہ بھاری نکلا۔ پھر اس کے مقابلہ پر پتھر رکھے گئے پھر بھی وہ بھاری نکلا، ذوالقرنین نے کہا کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جسے اس پتھر کے بارے کچھ علم ہو۔ خضر اپنی حالت پر بیٹھے تھے اور بات نہیں کر رہے تھے۔ ذوالقرنین نے کہا اے خضر! کیا آپ کو اس کے بارے کچھ علم ہے؟ خضر نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا کیا ہے؟ خضر نے کہا اے بادشاہ! اللہ تعالیٰ عالم کو عالم کے ساتھ آزماتا ہے اور عام لوگوں کو دوسرے لوگوں سے آزماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے میری وجہ سے آزمایا ہے اور مجھے تیری وجہ سے ابتلا میں ڈالا ہے۔ ذوالقرنین نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تو ہی میرا مطلوب بیان کرے گا، خضر نے کہا اسی طرح ہی ہے۔ اس نے کہا تو میرے پاس آ۔ انہوں نے میزان پکڑا۔ ایک طرف صاحب صور کا پتھر رکھا اور دوسری طرف ایک اور پتھر رکھا پھر خضر نے ایک مٹھی مٹی کی اٹھائی اور دوسرے پتھر کے ساتھ رکھ دی پھر میزان اٹھایا تو وہ پتھر جس کے ساتھ خضر نے مٹی کی مٹھی ڈالی تھی۔ وہ صاحب صور کے پتھر سے بھاری ہو گیا۔ علماء نے کہا سبحان اللہ ربنا! ہم نے ہزار پتھر اس کے ساتھ رکھے لیکن وہ بھاری نہ ہوا۔ خضر نے ایک پتھر اور مٹی کی مٹھی رکھی اور وہ بھاری ہو گیا۔ ذوالقرنین نے کہا مجھے اس بات کی تاویل بتا۔ خضر نے کہا میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو مشرق و مغرب پر غالب آیا۔ اس نے بھی تجھے کفایت نہ کی حتی کہ تو ظلمت میں داخل ہوا پھر صاحب صور تک پہنچا تیری آنکھ کو صرف مٹی ہی بھرے گی۔ ذوالقرنین نے کہا تو نے سچ کہا ہے۔ ذوالقرنین چل پڑا اور تاریکی میں لوٹ آیا۔ لوگ اپنے گھوڑوں کے اگلے حصے کے نیچے آواز سن رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا اے بادشاہ! ہم اپنے گھوڑوں کے اگلے حصہ کے نیچے یہ کیسی آواز سن رہے ہیں اس نے کہا جس نے اس کو پکڑا وہ بھی شرمندہ ہوا جس نے اس کو چھوڑا وہ بھی شرمندہ ہوا۔ ایک گروہ نے اسے پکڑا اور ایک گروہ نے اسے چھوڑا۔ جب وہ روشنی میں پہنچے تو وہ زبرجد تھا جس نے اسے اٹھایا تھا۔ وہ اس بات پر شرمندہ ہوا کہ زیادہ نہ اٹھایا اور تارک اس پر شرمندہ ہو کہ اس نے حاصل نہیں کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی ذوالقرنین پر رحم فرمائے، وہ ظلمت میں داخل ہوئے اور اس سے عدم دلچسپی کے ساتھ باہر نکلے، وہ اگر اس سے رغبت کرتے ہوئے باہر آتے تو اس کا کوئی پتھر بھی نہ چھوڑتے مگر باہر لے آتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دومۃ الجندل ٹھہرے، اس میں اللہ کی عبادت کرتے رہے حتی کہ وصال کر گئے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوجعفر رحمہ اللہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے بھائی ذوالقرنین پر رحم فرمائے۔ اگر وہ زبرجد کو ابتداء میں پا لیتے تو کوئی چیز بھی اس میں نہ چھوڑتے حتی کہ وہ لوگوں کی طرف نکال کر لاتے کیونکہ ابتداء میں وہ دنیا کی طرف راغب تھے لیکن وہ اس کے پانے پر اس وقت کامیاب ہوئے جب کہ ان کی دنیا سے دلچسپی ختم ہو چکی تھی اور انہیں دنیا کی کوئی حاجت نہ تھی۔

امام ابن اسحٰق، الفریابی، ابن ابی الدنیا نے ''من عاش بعد الموت'' کتاب میں روایت کیا ہے اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ ایک ایسا

بندہ تھا جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتا تھا اور اللہ کی بارگاہ میں اپنا اخلاص پیش کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ اس کے اخلاص کی قدر دانی فرماتا تھا: اللہ تعالیٰ نے اسے ایک قوم کی طرف بھیجا۔ انہوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلایا اور اسلام کی دعوت دی لیکن قوم نے انہیں سر کی دائیں جانب چوٹ لگائی، جس سے ان کا وصال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا عرصہ چاہا انہیں روکے رکھا پھر انہیں زندہ کیا اور ایک دوسری امت کی طرف بھیجا۔ انہوں نے انہیں بھی اللہ تعالیٰ اور اسلام کی طرف بلایا، انہوں نے انہیں سر کی بائیں جانب چوٹ لگائی، جس سے ان کا وصال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا عرصہ چاہا انہیں روکے رکھا پھر انہیں زندہ فرمایا پھر ان کے لیے بادل کو مسخر فرمایا اور انہیں اس میں اختیار دیا۔ انہوں نے اس کے صعب کو اس کے مطیع ہونے پر ترجیح دی بادل کا صعب یہ ہے کہ وہ بارش نہیں برساتا۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے لیے نور کو پھیلایا۔ اس کے لیے اسباب کو لمبا کیا اس کے لیے دن اور رات کو برابر رکھا اسی وجہ سے وہ زمین کے مشرق و مغرب تک پہنچے۔

امام عبد بن حمید اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ذوالقرنین جب جبل قاف پر پہنچا تو پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اے خطا کرنے والے کے بیٹے! جہاں تو آیا ہے اس جگہ نہ تجھ سے پہلے کوئی آیا ہے اور نہ تیرے بعد کوئی آئے گا، ذوالقرنین نے اسے جواب دیا، میں کہاں ہوں؟ فرشتے نے کہا تو ساتویں زمین میں ہے۔ ذوالقرنین نے کہا: کون سی چیز مجھے نجات دے گی۔ فرشتے نے کہا یقین۔ ذوالقرنین نے کہا: اے اللہ! مجھے یقین عطا فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے نجات عطا فرمائی۔ فرشتے نے کہا تو ایک قوم کے پاس جائے گا اور ان کے لیے ایک بلند دیوار بنائے گا۔ جب تو اسے بنالے تو یہ کبھی نہ خیال کرنا کہ میں نے اپنی قوت و طاقت سے یہ تعمیر کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ تیری اس تعمیر پر ایک کمزور ترین مخلوق کو مسلط کرے گا اور وہ اسے گرادے گی۔ پھر ذوالقرنین نے فرشتے سے پوچھا یہ کون سا پہاڑ ہے؟ فرشتے نے کہا: اس پہاڑ کو قاف کہا جاتا ہے۔ یہ سبز ہے اور آسمان سفید ہے اور آسمان کی سبزی اس کی وجہ سے ہے۔ یہ پہاڑ تمام پہاڑوں کی اصل ہے اور تمام اس کے اجزاء ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بستی کو لرزانا چاہتا ہے تو اس کی اصل کو حرکت دیتا ہے۔ پھر اس فرشتے نے انگوروں کا ایک گچھا لیا اور کہا یہ ایک دانہ تجھے سیر کرے گا اور ایک دانہ سیراب کرے گا۔ جب تو اس سے ایک دانہ کھائے گا تو اس کی جگہ دوسرا دانہ پیدا ہو جائے گا۔ پھر ذوالقرنین وہاں سے نکلا تو وہ اس بنیاد کے پاس آیا جس کے بنانے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا تھا۔ لوگوں نے کہا اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ قومیں جن کے پاس ذوالقرنین پہنچے وہ منسک، ناسک، تاویل اور راحیل تھیں۔ ابو سعید فرماتے ہیں وہ یاجوج ماجوج کے علاوہ پندرہ قبائل تھے۔

حاکم نے معاویہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: پوری زمین کے چار بادشاہ گزرے ہیں (۱) سلیمان (۲) ذوالقرنین (۳) اہل حلوان کا ایک شخص (۴) اور ایک دوسرا شخص۔ معاویہ سے پوچھا گیا کیا وہ شخص خضر تھا؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالقرنین ساری

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 645 (4143)، دار الکتب العلمیہ بیروت

زمین کا بادشاہ تھا سوائے بلقیس کے جو مآرب والی تھی۔ ذوالقرنین مساکین کا لباس پہنتا تھا پھر شہروں میں داخل ہو جاتا تھا اور ان سے جنگ کرنے سے پہلے ان کے عیوب دیکھتا تھا۔ بلقیس کو اس بات کی خبر ہوئی تو اس نے اپنا ایک ایلچی بھیجا تاکہ وہ اس کی ایک تصویر بنالائے۔ جب وہ اپنے ملک میں بیٹھا ہو۔ اور ایک اس کی تصویر مساکین کے کپڑوں میں بنالائے۔ پھر بلقیس ہر روز مساکین کو کھانا کھلاتی اور انہیں جمع کرتی تھیں، اس کا ایلچی تصویر لے کر آیا تو اس نے ایک تصویر اپنے قریب رکھی اور ایک تصویر باب الاسطوانہ پر رکھی۔ اس نے ہر روز مساکین کو کھانا کھلانا شروع کیا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے ایک ایک کو دیکھا اور پھر وہ باہر نکلتے گئے حتی کہ ذوالقرنین مساکین کے لباس میں آ گیا۔ وہ ان کے شہر میں داخل ہوئے تو اس نے ایک ایک مسکین کو باہر نکالا اور وہ اس کی مساکین کے لباس میں بنی ہوئی صورت کو دیکھ رہی تھی حتی کہ ذوالقرنین گزرا تو اس نے اس کی صورت کو دیکھ کر حکم دیا کہ اس کو بیٹھا دو اور باقی مساکین کو نکال دو، بلقیس کو ذوالقرنین نے کہا مجھے کیوں بٹھایا ہے میں بھی تو مساکین سے ہوں! اس نے کہا نہیں تو ذوالقرنین ہے یہ تیری تصویر مساکین کے لباس میں بنی ہوئی ہے اللہ کی قسم! تو مجھ سے جدا نہیں ہوگا حتی کہ تو مجھے میرے ملک کی امان لکھ دے ورنہ میں تیری گردن اتار دوں گی۔ جب ذوالقرنین نے یہ حالات دیکھے تو اس نے اسے امان لکھ دی اور کوئی علاقہ ذوالقرنین کی فتح سے نہ بچا سوائے بلقیس کے علاقہ کے۔

امام ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالقرنین نے بارہ سال بادشاہی کی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں حضرت عبداللہ بن ابی جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ذوالقرنین کسی سفر پر تھا کہ وہ ایک قوم کے پاس سے گزرا جن کی قبور ان کے دروازوں پر تھیں اور ان کے کپڑوں کا رنگ ایک تھا۔ وہ سب کے سب مرد تھے۔ ان میں عورت نہیں تھی۔ ایک شخص سے اس نے ملاقات کی اور اس نے کہا میں نے ایک ایسی چیز دیکھی ہے جو اپنے ان سفروں میں پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اس شخص نے کہا وہ کیا ہے؟ ذوالقرنین نے جو کچھ اس قوم میں دیکھا تھا بیان کیا، انہوں نے کہا ہمارے دروازوں پر ہماری قبور کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے انہیں اپنے دلوں کے لیے باعث نصیحت بنایا ہے تاکہ کسی کے دل میں دنیا کا خیال نہ آئے۔ پس جب بھی کوئی گھر سے باہر نکلے تو اپنی قبور کو دیکھ کر اپنی ذات کی طرف رجوع کرے اور کہے اس جگہ کی طرف لوٹنا ہے اور مجھ سے پہلے لوگ بھی اسی جگہ کی طرف لوٹ گئے ہیں۔

رہا ہمارا ایک رنگ لباس تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اعلیٰ لباس پہن کر اپنے ساتھی پر فضیلت نہ جتائے۔ رہی یہ بات کہ تمام کے تمام مرد ہیں کوئی عورت نہیں ہے تو میری عمر کی قسم! ہم مرد اور عورت سے پیدا کیے گئے ہیں لیکن یہ دل کسی چیز کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا مگر وہ اس کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے۔ ہم نے اپنی عورتوں اور بچوں کو ایک قریبی بستی میں بسایا ہوا ہے۔ جب کوئی شخص حقوق زوجیت کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے۔ ایک دو راتیں اس کے ساتھ گزارتا ہے پھر یہاں واپس آ جاتا ہے۔ ہم یہاں عبادت الٰہی کے لیے علیحدہ رہتے ہیں۔ میں تمہیں کسی ایسی بات سے نصیحت نہیں کر سکتا جو تم نے خود اپنے نفسوں کے لیے تجویز کر رکھی ہے تو مجھ سے جو چاہو مانگو، اس نے پوچھا تو کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں ذوالقرنین ہوں اس نے کہا میں تجھ سے کیا سوال کروں جب کہ تو میرے لیے کسی چیز کا مالک ہی نہیں ہے؟ ذوالقرنین نے کہا

وہ کیسے اللہ نے مجھے ہر چیز تک (رسائی حاصل کرنے) کا ساز و سامان دیا ہے؟ اس شخص نے کہا کیا تو مجھے وہ عطا کر سکتا ہے جو میری تقدیر میں نہیں لکھا اور کیا تو مجھ سے وہ دور کر سکتا ہے جو میری تقدیر میں لکھا ہے؟

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب ذوالقرنین سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پہنچا تو فرشتے نے اسے کہا اے ذوالقرنین! تو لوگوں کی میرے سامنے صفات بیان کر۔ ذوالقرنین نے کہا تیرا ایک کم عقل شخص سے بات کرنا اس شخص کی مانند ہے جو اہل قبور کے سامنے کھانا رکھتا ہے اور عقل مند آدمی سے بات کرنا اس طرح ہے جو چٹان کو پانی سے تر کرتا ہے تاکہ وہ گیلی ہو جائے یا جو لوہے کو پکاتا ہے تاکہ سالن حاصل کرے۔ اور پہاڑوں کی چوٹیوں سے پتھر نقل کرنا اس سے آسان ہے کہ تو ایک بے عقل شخص سے بات کرے۔ (1)

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾

''ہم نے اقتدار بخشا تھا اسے زمین میں اور ہم نے دیا تھا اسے ہر چیز (تک رسائی حاصل کرنے) کا ساز و سامان پس وہ روانہ ہوا ایک راہ پر''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سَبَبًا سے مراد علم ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ فَأَتْبَعَ سَبَبًا میں سَبَبًا سے مراد منزل ہے۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سَبَبًا سے مراد علم ہے اور اسی سے لوگوں کی زبانوں کی تعلیم ہے، ذوالقرنین ہر قوم سے اس کی زبان میں بات کرتا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن ابی ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے کعب الاحبار سے کہا تم کہتے ہو کہ ذوالقرنین اپنے گھوڑے کو داننوں سے باندھتا تھا؟ کعب نے کہا اگر میں نے یہ کہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا۔

امام عبد الرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ سَبَبًا سے مراد زمین کی منازل اور اس کے نشانات ہیں۔ (3)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: فَأَتْبَعَ سَبَبًا، فرماتے ہیں: سَبَبًا سے مراد مشرق سے مغرب کی طرف منزل ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سَبَبًا سے مراد راستہ ہے جیسا کہ فرعون نے ہامان سے کہا تھا ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ (غافر: 36) اسباب السموات سے مراد آسمان کے راستے ہیں۔ فرماتے ہیں: ایک شی کا نام ایک ہوتا ہے لیکن معنی میں وہ متفرق ہوتی ہے اور بطور دلیل یہ آیت پڑھی وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 168 (4692)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16 صفحہ 15، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2 صفحہ 341 (1701)، دار الکتب العلمیہ بیروت

الْاَسْبَابُ (البقرہ) اس سے مراد اعمال کے اسباب ہیں۔

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا۬ؕ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾

”یہاں تک کہ جب وہ غروب آفتاب کی جگہ پہنچا تو اس نے اسے یوں پایا گویا وہ ڈوب رہا ہے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمہ میں اور اس نے وہاں ایک قوم پائی۔ ہم نے کہا اے ذوالقرنین (تمہیں اختیار ہے) خواہ تم انہیں سزا دو خواہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو“۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عثمان بن ابی حاضر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس سے ذکر کیا گیا کہ معاویہ بن سفیان اس آیت میں حَمِئَةٍ کو حامیة پڑھتے ہیں، ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے معاویہ سے کہا ہم تو حمئة پڑھتے ہیں۔ معاویہ نے عبداللہ بن عمرو سے پوچھا تم اس لفظ کو کیسے پڑھتے ہو؟ عبداللہ بن عمرو نے کہا جیسے تم پڑھتے ہو۔ ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے معاویہ سے کہا میرے گھر میں قرآن نازل ہوا۔ پس حضرت کعب سے دریافت کیا گیا کہ تورات میں تم کیسے پاتے ہو کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ اہل عرب سے پوچھو کیونکہ وہ اس کو زیادہ جانتے ہیں اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے تو تورات میں یہ ہے کہ سورج پانی اور مٹی میں غروب ہوتا ہے اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے مغرب کی طرف اشارہ فرمایا۔(1)

حضرت ابن ابی حاضر رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو میں کلام کے ذریعے تمہاری تائید کرتا اور حَمِئَةٍ کے متعلق بصیرت زیادہ ہوتی، ابن عباس نے فرمایا وہ کیسے؟ میں نے کہا ہم تبع کی بات کو ترجیح دیتے ہیں جو اس نے ذوالقرنین کے علم اور علم کی اتباع کے بارے میں ذکر کیا ہے۔

ذوالقرنین مسلمان بادشاہ تھا بادشاہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے اور حسد کرتے تھے۔ وہ مشرق و مغرب تک پہنچا۔ اس نے حکیم مرشد سے بادشاہی کے اسباب طلب کیے۔ اس نے سورج کے غروب ہونے کی جگہ کو دیکھا۔ وہ ایک سیاہ بدبودار مٹی کے چشمہ میں غروب ہو رہا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک لڑکے کو بلایا اور کہا یہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس کو لکھ لو۔

ترمذی، ابن جریر اور ابن مردویہ نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عَیْنٍ حَمِئَةٍ پڑھا تھا۔(2)

امام حاکم، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عَیْنٍ حَمِئَةٍ پڑھتے تھے۔(3)

امام الحافظ عبدالغنی بن سعید نے ایضاح الاشکال میں مصداع بن یحییٰ کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 16 2۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 18 3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 266 (2960)، بیروت

ہے فرماتے ہیں: مجھے ابی بن کعب نے اسی طرح پڑھایا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے انہیں پڑھایا تھا حَمِئَةٍ۔

ابن جریر نے الاعرج کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس حَمِئَةٍ پڑھتے تھے اور پھر ذات حَمِئَةٍ پڑھتے تھے۔(1)

امام سعید بن منصور، ابن المنذر، اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ عَيْنٍ حَمِئَةٍ پڑھتے تھے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس کے سوا کسی کو اس طرح پڑھتے نہیں سنا جس طرح کتاب اللہ میں ہے۔ ہم تورات میں حمئة سوداء پڑھتے ہیں۔

امام سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عطاء کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے معاویہ کے پاس حَمِئَةٍ اور حامية پڑھنے کے متعلق عمرو بن العاص سے اختلاف کیا۔ میں نے حَمِئَةٍ پڑھا اور عمرو نے حامية کہا۔ ہم نے کعب سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کتاب اللہ جو منزل ہے اس میں حمئة سوداء ہے۔

امام عبد الرزاق سعید بن منصور، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن حاضر کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم معاویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَامِيَةٍ پڑھا۔ میں نے کہا ہم تو اسے حَمِئَةٍ پڑھتے ہیں۔ معاویہ نے کعب کی طرف لکھا تو انہوں نے پوچھا کہ تم تورات میں کیا پڑھتے ہو کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ کعب نے فرمایا عربی زبان کا تو مجھے علم نہیں لیکن تورات میں پڑھتا ہوں کہ وہ پانی اور مٹی میں غروب ہوتا ہے۔(2)

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ عين حامية پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی عين حامية روایت کیا ہے۔ اس کا مطلب آپ گرم بیان فرماتے۔

امام احمد، ابن ابی شیبہ، ابن منیع، ابو یعلی، ابن جریر، ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سورج کو غروب ہوتے وقت دیکھا تو فرمایا نَارُ اللّٰهِ الْحَامِيَةُ (پھر فرمایا) اگر اللہ تعالیٰ نے اسے نہ روکا ہوتا تو زمین میں جو کچھ ہے اسے جلا دیتا۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے گدھے پر سوار تھا۔ آپ ﷺ نے سورج کو غروب ہوتے وقت دیکھا تو فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا یہ عَيْنٍ حَمِئَةٍ میں غروب ہوتا ہے یعنی بغیر ہمزہ کے پڑھا۔(4)

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ سورج ایک چشمہ میں غروب ہوتا ہے پھر وہ چشمہ اسے مشرق کی طرف پھینکتا ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 16
2۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 345 (1714)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 18
4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 267 (2961)، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابویعلی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے العظمہ میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا فرماتے ہیں: ایک شہر تھا جس کے بارہ ہزار دروازے تھے۔ اگر شہر والوں کی آوازیں نہ ہوتیں تو لوگ سورج کی آواز سنتے جب وہ دھاکے سے گرتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن ابی صالح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ اگر اہل روم کی آوازیں نہ ہوتیں تو لوگ سورج کے گرنے کا دھماکہ سنتے جب وہ گرتا ہے۔

امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اگر مسافروں کی آوازیں نہ ہوتیں تو لوگ سورج کے غروب ہونے کے وقت اس کے دھماکہ کی آواز سنتے۔

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا
نُّكْرًا ﴿۸۷﴾ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِۨالْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ
لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿۸۸﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۹﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ
وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ
قَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ
السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا
يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ
نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ
فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِىْ
زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا
جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ
وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ
رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ وَ تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ
يَّمُوْجُ فِىْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَّ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ

يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۝١٠٠

''ذوالقرنین نے کہا جس نے ظلم (کفر و فسق) کیا تو ہم اسے سزا دیں گے پھر اسے لوٹا دیا جائے گا اس کے رب کی طرف تو وہ اسے عذاب دے گا بڑا ہی سخت عذاب اور جو شخص ایمان لایا اور اچھے عمل کیے تو اس کے لیے اچھا معاوضہ ہے اور ہم اسے حکم دیں گے ایسے احکام بجالانے کا جو آسان ہوں گے۔ پھر وہ روانہ ہوا دوسرے راستہ پر۔ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا طلوع آفتاب کے مقام پر تو اس نے پایا سورج کو کہ وہ طلوع ہو رہا ہے ایسی قوم پر کہ نہیں بنائی ہم نے ان کے لیے سورج (کی گرمی) سے بچنے کی آڑ۔ بات یونہی ہے اور ہم نے احاطہ کر رکھا ہے ہر اس چیز کا جو اس کے پاس تھی اپنے علم سے۔ پھر وہ روانہ ہوا ایک اور راہ پر۔ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا دو پہاڑوں کے درمیان تو پایا اس نے ان پہاڑوں کے پیچھے ایک قوم کو جو نہیں سمجھ سکتے تھے (ان کی) کوئی بات۔ انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج نے بڑا فساد برپا کر رکھا ہے اس علاقہ میں تو کیا ہم مقرر کر دیں آپ کے لیے کچھ خراج تاکہ آپ بنادیں ہمارے درمیان اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار۔ وہ بولا وہ دولت جس میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے وہ بہتر ہے، پس تم میری مدد کرو جسمانی مشقت سے، میں بنادوں گا تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ۔ تم لے آؤ میرے پاس لوہے کی چادریں (چنانچہ کام شروع ہو گیا) یہاں تک کہ جب ہموار کر دیا گیا وہ خلا جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا تو اس نے حکم دیا دھونکو یہاں تک کہ جب وہ لوہا آگ بنا دیا تو اس نے کہا لے آؤ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا کہ میں اسے اس پگھلے ہوئے لوہے پر انڈیلوں۔ سو یاجوج ماجوج بڑی کوشش کے باوجود اسے سر نہ کر سکے اور نہ ہی اس میں سوراخ کر سکے۔ ذوالقرنین نے کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے (کہ اس نے مجھے یہ توفیق بخشی) اور جب آجائے گا میرے رب کا وعدہ تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ (ہمیشہ) سچا ہوا کرتا ہے۔ اور ہم واگزار کر دیں گے بعض کو اس دن کہ وہ (تند موجوں کی طرح) دوسروں میں گھس جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو اکٹھا کر دیں گے اور ہم ظاہر کر دیں گے جہنم کو اس دن کفار کے لیے بالکل عیاں''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت الضحاک سے اَمَّا مَنْ ظَلَمَ کے تحت روایت کیا ہے کہ جس نے شرک کیا۔

عبدالرزاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ کے تحت یہ روایت کیا ہے کہ اس سے مراد قتل ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس کا عذاب یہ تھا کہ وہ انہیں جمع شدہ تانبے میں ڈالتا پھر نیچے سے آگ جلائی جاتی حتی کہ وہ اس میں ختم ہو جاتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ فَلَهٗ جَزَآءَ الْحُسْنٰى سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کے لیے اچھی جزاء ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذ راور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے یُسۡرًا کا معنی معروف روایت کیا ہے۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں ابن جریج رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں مجھے حضرت الحسن عن سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے سلسلہ سے بتایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَّمۡ نَجۡعَل لَّهُم مِّن دُونِهَا سِتۡرًا اس میں کوئی تعمیر نہیں تھی جب سورج طلوع ہوتا تو وہ اپنی سرنگوں (اور غاروں) میں داخل ہو جاتے حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا۔

امام الطیالسی، البزار نے امالی میں، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت الحسن رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ اس قوم کی زمین بھی ایسی تھی کہ عمارت کو برداشت ہی نہیں کر سکتی تھی۔ جب سورج طلوع ہوتا تو وہ پانیوں میں نیچے چلے جاتے اور جب سورج غائب ہوتا تو باہر نکل آتے تھے۔ وہ اس طرح چرتے تھے۔ جس طرح جانور چرتے ہیں پھر حضرت الحسن فرماتے ہیں: یہ سمرہ کی حدیث ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی زمین پر رہتے تھے کہ جس میں کوئی چیز بھی قائم نہیں رہتی تھی۔ پس جب سورج طلوع ہوتا تو وہ اپنی سرنگوں میں چلے جاتے۔ جب وہ ڈھل جاتا تو اپنے کھیتوں اور معایش کی طرف چلے جاتے۔

امام ابن ابی حاتم نے سلمہ بن کہیل سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس قوم کے لیے مکان وغیرہ نہ تھے جب تو ان پر طلوع ہوتا تو ان میں ہر ایک کے لیے اتنے بڑے بڑے کان تھے کہ ایک کو بچھونا بناتے اور دوسرے کو اوپر اوڑھ لیتے۔

امام عبد الرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے وَجَدَهَا تَطۡلُعُ عَلَىٰ قَوۡمٍ کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اس قوم کو زنج کہا جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سورج سرخ چھوٹے قد والی قوم پر طلوع ہوتا ہے۔ ان کے مساکن (رہنے کی جگہیں) غاریں تھیں۔ ان کی معیشت کا دارومدار مچھلیوں پر تھا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے بِمَا لَدَيۡهِ خُبۡرًا کے تحت خبر کا معنی علم بیان کیا ہے۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ السَّدَّيۡنِ سے مراد دو پہاڑ ہیں: ارمینیہ اور آذر بائیجان۔

امام ابن المنذر نے حضرت ابن جریج سے روایت کیا ہے قَوۡمًا لَّا يَكَادُونَ يَفۡقَهُونَ قَوۡلًا سے مراد ترک قوم ہے۔

امام سعید بن منصور نے حضرت تمیم بن حذیم سے روایت کیا ہے کہ وہ لَا يَكَادُونَ يُفۡقِهُونَ قَوۡلًا پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ چمڑے کے ایک قبہ میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد فرمائی پھر فرمایا کیا تمہیں خوش کرتا ہے کہ تم اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو۔ ہم نے کہا ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر فرمایا کیا تمہیں یہ خوشی ہے کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہو۔ ہم نے کہا ہاں اے اللہ کے نبی! فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! مجھے یقین ہے کہ تم اہل جنت کا نصف ہو تم تمام امتوں میں اس سفید بال کی مثل ہو جو سیاہ

نیل کے پہلو میں ہوتا ہے یا سیاہ بال ہو جو سفید بیل کے پہلو میں ہوتا ہے، بے شک تمہارے بعد یاجوج ماجوج ہوں گے، ان میں سے ہر شخص اپنے بعد ہزار اور اس سے زائد اولاد چھوڑے گا اور ان کے علاوہ تین قومیں ہیں: منسک، تاویل، تاریس، ان کی تعداد کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم رحمہم اللہ (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نے حضرت البکالی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ملائکہ، انسان اور جن کے دس اجزاء بناتے ہیں ان میں سے نو حصے ملائکہ ہیں اور ایک حصہ جن وانس ہیں۔ پھر ملائکہ کے دس اجزاء بنائے ہیں، نو کروبیون ہیں جو دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور کمزور اور سست نہیں ہوتے، ایک جزء اس کے پیغامات، خزائن اور جو اللہ تعالیٰ امر چاہتا ہے ان کے پہنچانے کے لیے ہے، انسان اور جنوں کے دس اجزاء ہیں۔ ان میں سے نو اجزاء جن ہیں اور ایک جزء انسان ہیں۔ ایک انسان پیدا ہوتا ہے تو نو جن پیدا ہوتے ہیں انسان کے پھر دس اجزاء ہیں، ان میں سے نو اجزاء یاجوج و ماجوج ہیں اور ایک جزء تمام لوگ ہیں، آسمان راستوں والا ہے۔ ساتواں آسمان اور حرم بالکل عرش کے برابر ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یاجوج و ماجوج انسانوں سے دوگنا زیادہ ہیں اور جن بھی انسانوں سے دوگنا زیادہ ہیں اور یاجوج و ماجوج دو آدمی ہیں جن کے نام یاجوج و ماجوج ہیں۔

امام عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دس اجزاء میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں سے نو اجزاء یاجوج و ماجوج ہیں اور ایک جزء باقی تمام لوگ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: دنیا کی پانچ صورتیں بنائی گئیں، پرندے کی صورت پر اس کا سر، سینہ، پر اور دم۔ مدینہ مکہ اور یمن سر ہیں، سینہ مصر اور شام ہیں، دایاں پر عراق ہے۔ عراق کے پیچھے ایک قوم ہے جسے واق کہا جاتا ہے، واق کے پیچھے ایک امت ہے جسے وقواق کہا جاتا ہے، ان کے پیچھے بھی امتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور بایاں پر سندھ ہے اور سندھ کے پیچھے ہند ہے اور ہند کے پیچھے ایک امت ہے جسے ماسک کہا جاتا ہے اور اس کے پیچھے ایک امت ہے جسے منسک کہا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے اور بہت سی امتیں ہیں جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور دم سورج کے غروب ہونے کی جگہ ذات الحمام سے ہے اور پرندے میں بری ترین جگہ دم ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے العظمہ میں حضرت عبدہ بن ابی لبابہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ دنیا کے سات اقالیم ہیں۔ یاجوج و ماجوج چھ اقالیم میں رہتے ہیں اور باقی تمام لوگ ایک اقلیم میں رہتے ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت وہب بن جابر الخیوانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یاجوج و ماجوج کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ آدم کی اولاد ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ ان کے بعد تین امتیں ہیں: تاویل، تاریس اور منسک۔ ان کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں یاجوج وماجوج کی نہریں ہیں جب چاہتے ہیں حاصل کر لیتے ہیں، ان کی عورتیں ہیں جب چاہتے ہیں جماع کرتے ہیں ان کے درخت ہیں جب چاہتے ہیں بار بردار کرتے ہیں ان میں سے کوئی شخص فوت نہیں ہوتا مگر اپنی اولاد میں ہزار یا اس سے زائد چھوڑ کر جاتا ہے۔

امام ابن المنذر راور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج وماجوج دو امتیں ہیں، ہر امت میں چار لاکھ امتیں ہیں، ان میں کوئی ایک دوسری کے مشابہ نہیں ہے۔ ان میں کوئی شخص اس وقت فوت ہوتا ہے جب کہ وہ اپنی اولاد میں سے سو آنکھیں دیکھ لیتا ہے۔

امام ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج وماجوج تین اقسام پر پیدا کیے گئے ہیں۔ ایک قسم ایسی ہے کہ ان کے جسم ارز (شام میں ایک درخت ہے) کی مانند ہیں ایک قسم ایسی ہے جو چار ہاتھ لمبے اور چار ہاتھ چوڑے ہیں اور ایک قسم ایسی ہے جو اپنے کانوں میں سے ایک کو بچھونا بناتے ہیں اور دوسرے کو لحاف بناتے ہیں۔ وہ عورتوں کی ان جھلیوں کو کھاتے ہیں جن سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

امام ابن المنذر ررحمہ اللہ نے حضرت خالد الاشج رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: بنی آدم اور بنی ابلیس تین تہائی ہیں۔ دو تہائی بنو ابلیس ہیں اور ایک تہائی بنو آدم ہیں۔ پھر بنو آدم تین تہائی ہیں، دو تہائی حصے یاجوج وماجوج ہیں اور ایک تہائی تمام لوگ ہیں۔ لوگ ان کے بعد تین تہائی ہیں۔ ایک تہائی اندلس ایک تہائی حبشہ اور ایک تہائی باقی تمام عرب وعجم ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج وماجوج بائیس قبائل ہیں۔ ذوالقرنین نے اکیس قبائل کے سامنے دیوار کھڑی کر دی تھی۔ ایک قبیلہ ترک رہ گیا تھا اور یہ ترک ہیں۔

امام ابن المنذر ررحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے ترکوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: یہ سیارہ ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یاجوج ماجوج سے ہیں لیکن یہ لوگوں پر غارت گری کرتے ہوئے نکلے تو ذوالقرنین نے ان کے اور لوگوں کے درمیان دیوار بنادی۔ پس یہ زمین میں چلے گئے۔

امام ابن المنذر ررحمہ اللہ نے حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج وماجوج پچیس امتیں ہیں۔ ان میں سے کوئی امت دوسری امت کے مشابہ نہیں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو المثنی الاملوکی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے یاجوج وماجوج کو پیدا فرمایا۔ ان میں نہ کبھی کوئی صدیق ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔

امام ابن جریر اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج و ماجوج میں سے کوئی شخص فوت نہیں ہوتا مگر وہ ہزار سے زائد اولاد چھوڑ کر جاتا ہے۔(1)

امام ابن المنذر ر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 18، دار احیاء التراث العربی بیروت

یاجوج و ماجوج ایک بالشت اور دو بالشت ہیں۔ ان میں لمبے ترین لوگ تین بالشت ہیں۔ وہ آدم کی اولاد سے ہیں۔

امام عبد بن حمید، ابن المنذر، طبرانی، بیہقی (نے البعث میں)، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یاجوج و ماجوج اولاد آدم ہیں۔ اگر وہ چھوڑے گئے تو لوگوں کی معیشتوں کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ ان میں سے ہر شخص ہزار سے زائد اولاد چھوڑ کر مرتا ہے۔ ان کے پیچھے تین امتیں ہیں: تاویل، تاریس اور منسک۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جن اور انسان کے دس اجزاء ہیں، نو اجزاء یاجوج و ماجوج ہیں اور ایک جزء باقی تمام لوگ ہیں۔

امام النسائی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن اوس عن ابیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یاجوج و ماجوج کی عورتیں ہیں۔ جب چاہتے ہیں جماع کرتے ہیں اور ان کے درخت ہیں۔ جب چاہتے ہیں انہیں بار بردار کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص نہیں مرتا مگر وہ اپنی اولاد میں سے ہزار سے زائد چھوڑ کر جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن عدی، ابن عساکر، ابن النجار نے حذیفہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یاجوج و ماجوج کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یاجوج ایک امت ہے اور ماجوج بھی ایک امت ہے۔ ہر امت میں چار لاکھ امتیں ہیں۔ ان میں سے کوئی فوت نہیں ہوتا حتی کہ وہ اپنی صلب سے ہزار آدمی ایسے دیکھ لیتا ہے جن میں سے ہر ایک ہتھیار اٹھاتا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ ان کی صفات بیان فرمائیں۔ فرمایا ان کی تین اقسام ہیں ایک ان میں سے ارز کی مانند ہیں۔ میں نے عرض کی الارز کیا ہے؟ فرمایا شام کے علاقہ کا ایک درخت ہے۔ اس درخت کا طول ایک سو بیس ہاتھ آسمان میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ صنف ہے جن کے لیے نہ پہاڑ ٹھہرتا ہے نہ لوہا۔ ان کی ایک قسم ایسی ہے جو ایک کان کو بچھونا اور دوسرے کو لحاف بناتی ہے۔ وہ ہاتھی، وحشی، اونٹ اور خنزیر ہیں جس چیز سے بھی گزرتے ہیں اسے کھا جاتے ہیں۔ ان کا مقدمہ شام میں ہے۔ ان کا ساقہ مشرق کی نہروں اور بحیرہ طبریہ سے پانی پیتا ہے۔

امام نعیم بن حماد نے الفتن میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ایک کمزور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات مجھے اللہ تعالیٰ نے یاجوج و ماجوج کی طرف بھیجا، میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی عبادت کی طرف بلایا تو انہوں نے جواب دینے سے انکار کر دیا۔ وہ ابلیس کی اولاد اور نافرمان اولاد آدم کے ساتھ دوزخ میں ہیں۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوبکرہ الثقفی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے یاجوج و ماجوج کی دیوار دیکھی ہے۔ فرمایا اس کی صفت اور کیفیت بیان کرو۔ اس نے کہا وہ دھاری دار چادر کی طرح تھی۔ اس کی ایک دھار سیاہ اور ایک دھار سرخ تھی۔ فرمایا تو نے واقعی دیکھی ہے۔ (2)

امام احمد، ترمذی (انہوں نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے)،

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 2، صفحہ 232، دار الفکر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 30

ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے البعث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر روز یاجوج و ماجوج دیوار کو کھودتے ہیں۔ جب وہ سورج کی شعاع دیکھنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان کا سردار انہیں حکم دیتا ہے کہ واپس چلو باقی کل کھودیں گے اور وہ ان شاء اللہ نہیں کہتا۔ جب وہ صبح کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ دیوار پہلے کی طرح بلند ہو چکی ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے خروج کا ارادہ فرمائے گا تو ان کا سردار انہیں کہے گا واپس چلے جاؤ باقی ان شاء اللہ کل کھودیں گے۔ پس وہ ان شاء اللہ کہے گا تو دوسرے دن وہ آئیں گے تو وہ دیوار اتنی ہی ہوگی جتنی کہ وہ چھوڑ کر گئے ہوں گے۔ وہ اسے کھودیں گے اور لوگوں پر خروج کریں گے، تمام پانی پی جائیں گے۔ ان سے لوگ بچاؤ کے لیے اپنے قلعوں میں پناہ لیں گے۔ یاجوج و ماجوج اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے۔ وہ خون آلود ہو کر واپس آئیں گے اور کہیں گے ہم زمین والوں پر بھی غالب آگئے اور آسمان والوں پر بھی ہم نے سختی سے قابو پالیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا فرمائے گا تو وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! زمین کے کیڑے موٹے ہو جائیں گے اور خوش ہوں گے اور ان کے گوشت کھانے کی وجہ سے شکر کریں گے۔(1)

امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو آپ کا چہرہ سرخ تھا اور آپ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ عربوں کے لیے ہلاکت ہے اس شر کی وجہ سے جو قریب آچکا ہے۔ آج یاجوج و ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے۔ آپ ﷺ نے (شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے) حلقہ بنایا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جب کہ ہمارے درمیان نیک صالح لوگ بھی موجود ہوں گے۔ فرمایا ہاں جب برائی کثیر ہو جائے گی۔(2)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آج یاجوج و ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے اور آپ ﷺ نے نوے کا حلقہ بنایا۔(3)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حبیب الارجانی رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ یاجوج و ماجوج کا زمین میں فساد یہ ہوگا کہ وہ لوگوں کو کھا جائیں گے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خَرْجًا سے مراد اجر عظیم ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو رکاوٹ اللہ تعالیٰ کی کرشمہ سازی ہو وہ سد (بضم سین) ہے اور جس کو انسان تعمیر کرے وہ سد (بفتحہ سین) ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 534 (8501)، دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ صحیح بخاری، باب قصۃ یاجوج و ماجوج، جلد 1، صفحہ 472، وزارت تعلیم اسلام آباد

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 465 (32270)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ کے تحت روایت کیا ہے: جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم میرے لیے خراج خرچ کرتے ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا یعنی میں تمہارے اور ان کے درمیان دیوار بنا دیتا ہوں جو سخت حجاب کی طرح ہوگی۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ زُبَرَ الْحَدِيْدِ سے مراد لوہے کے ٹکڑے ہیں۔

امام الطستی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نافع بن الازرق نے کہا کہ مجھے زُبَرَ الْحَدِيْدِ کا مطلب بتاؤ۔ تو ابن عباس نے فرمایا: لوہے کے ٹکڑے۔ فرمایا کیا عرب اس معنی کو جانتے ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے کعب بن مالک کا یہ شعر نہیں سنا:

تَلَظّٰى عَلَيْهِمْ حِيْنَ شَدَّ حَمِيُّهَا بِزُبَرِ الْحَدِيْدِ وَ الْحِجَارَةِ شَاجِرِ

''جب پانی گرم ہو گیا تو ان پر لوہے اور پتھر کے ٹکڑے بھڑک اٹھے''۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ الصَّدَفَيْنِ سے مراد دو پہاڑ ہیں۔

سعید بن منصور نے ابراہیم النخعی سے روایت کیا ہے کہ وہ الصَّدَفَيْنِ کو فتحتین کے ساتھ پڑھتے تھے یعنی دو پہاڑوں کے درمیان۔

امام سعید بن منصور نے الحسن سے روایت کیا ہے کہ وہ الصَّدَفَيْنِ کو صاد اور دال کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الصَّدَفَيْنِ سے مراد دونوں پہاڑوں کی چوٹیاں ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے قِطْرًا کا معنی نحاس (تانبا) روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے، ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے مجاہد سے قِطْرًا کا معنی نحاس روایت کیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ تانبے کو لوہے پر اس لیے ڈالا تاکہ وہ لوہا ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جائے۔

عبدالرزاق اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے فَمَا اسْطَاعُوْٓا کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ وہ اس دیوار پر چڑھنے پر قادر نہ ہوئے۔ (1)

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے اَنْ يَّظْهَرُوْهُ کا معنی اَنْ يَعْلُوْهُ کیا ہے یعنی اس پر چڑھ جائے وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا اور نہ نیچے سے اسے نقب لگا سکے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ۔ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے پہلے کی طرح راستہ بنا دے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا اللہ پہاڑوں یا ان کے درمیان راستہ بنا دے گا۔

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے حضرت الربیع بن خثیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ کو ممدود پڑھتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت السدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یاجوج

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 347 (1722)، دارالکتب العلمیہ بیروت

و ماجوج سد سکندری کے پیچھے ہیں، ان میں سے کوئی شخص نہیں مرتا حتی کہ اس کی صلب سے ہزار آدمی پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر روز اس دیوار کی طرف جاتے ہیں۔ اسے چاٹتے رہتے ہیں۔ وہ جب اسے انڈے کے چھلکے کی طرح کر دیتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم کل آئیں گے اور اس کھودیں گے۔ جب وہ صبح آتے ہیں تو وہ اس طرح ہو چکی ہوتی ہے جس طرح وہ ان کے چاٹنے سے پہلے ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کرتے رہیں گے حتی کہ ان میں ایک مسلمان بچہ پیدا ہوگا۔ وہ صبح اسے چاٹیں گے تو وہ انہیں کہے گا بسم اللہ پڑھو۔ جب وہ بسم اللہ پڑھیں گے اور شام کے وقت واپسی کا ارادہ کریں گے تو وہ کہیں گے ہم کل اسے کھودیں گے۔ وہ صبح کے وقت آئیں گے تو وہ پہلے کی طرح مکمل ہوگی، وہ انہیں کہے گا تم ان شاء اللہ کہو۔ وہ ان شاء اللہ کہیں گے تو وہ صبح کے وقت آئیں گے تو وہ انڈے کے چھلکے کی طرح ہوگی۔ پس ان کو نقب لگائیں گے اور اس سے نکل کر لوگوں پر خروج کریں گے۔ سب سے پہلے جو ستر ہزار نکلیں گے تو ان کے سروں پر تاج ہوں گے۔ پھر ان کے بعد چند گروہ نکلیں گے۔ وہ نہر پر آئیں گے جیسی تمہاری یہ نہر فرات ہے۔ اس کا پانی پی جائیں گے حتی کہ کچھ بھی نہیں بچے گا۔ پھر ایک گروہ آئے گا وہ نہر پر پہنچے گا تو کہے گا یہاں تو کبھی پانی ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کا یہی مطلب ہے فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّیۡ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ۔ الدك کا معنی مٹی ہے۔

امام عبد الرزاق، عبد بن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج و ماجوج اپنے پنجوں کے ساتھ دیوار کو کریدتے ہیں حتی کہ وہ اسے پھاڑنے کے قریب پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں ہم کل پھر آئیں گے اور اس کی کھدائی سے فارغ ہو جائیں گے۔ پس وہ اس کی طرف لوٹ کر آئیں گے تو وہ پہلے کی طرح مکمل ہوگی۔ وہ اسی طرح بار بار آتے رہیں گے جب معاملہ اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا تو بعض کی زبانوں پر یہ جاری کر دیا جائے گا ناتی ان شاء اللہ غدا یعنی ان شاء اللہ ہم کل آئیں گے اور اس سے فارغ ہو جائیں گے۔ وہ دوسرے دن آئیں گے تو وہ اسی طرح تھوڑی سی باقی ہوگی۔ وہ اسے پھاڑیں گے اور باہر نکل آئیں گے۔ ان کا پہلا گروہ بحیرہ پر آئے گا تو اس کا سارا پانی پی جائے گا۔ پھر اس کا درمیانہ گروپ آئے گا تو تمام مٹی چاٹ جائے گا اور ان کا آخری گروہ آئے گا تو وہ کہیں گے کبھی تو یہاں پانی ہوا کرتا تھا۔ پس یاجوج و ماجوج آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے۔ وہ خون آلود ہو کر واپس آئیں گے اور کہیں گے ہم زمین والوں پر غالب آگئے اور آسمان والوں پر بھی ہم نے غلبہ حاصل کر لیا۔ پھر عیسیٰ بن مریم ان کے لیے بددعا کریں گے۔ عرض کریں گے اے اللہ! ہم میں ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے تو خود ہی ہماری طرف سے ان کی کفایت فرما جیسے تو چاہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان پر ایک کیڑا مسلط کر دے گا جس کو نغف کہا جاتا ہے۔ وہ ان کی گردنوں کو پکڑے گا اور انہیں قتل کر دے گا حتی کہ ان کی بدبو سے ساری زمین بدبو اور تعفن آلود ہو جائے گی پھر اللہ تعالیٰ ان پر پرندے بھیجے گا جو ان کے بدنوں کو سمندر کی طرف اٹھا کر لے جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ چالیس دن آسمان سے بارش برسائے گا تو زمین سے اناج پیدا ہوگا حتی کہ ایک انار سے پورا گھر سیر ہوگا۔

ابن المنذر نے کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یاجوج و ماجوج کی دیوار کی دہلیز جو ان کے لیے کھلے گی چوبیس ہاتھ ہے اسے ان کے گھوڑوں کے سم کریدیں گے اور اس دیوار کی بلندی بارہ ہاتھ ہے۔ اسے ان کے نیزوں کی انیاں کریدیں گی۔

امام ابن المنذر نے حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب یاجوج و ماجوج نکلیں گے اس وقت عیسیٰ

علیہ السلام تین سو مسلمانوں کے ساتھ شام کے محل میں ہوں گے۔ان پر معاملہ بہت سخت ہو جائے گا۔وہ اللہ تعالیٰ سے یاجوج و ماجوج کی ہلاکت کی دعا کریں گے۔تو اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج پر ایک کیڑا مسلط فرمائے گا،ان کی وجہ سے ساری زمین تعفن سے بھر جائے گی پھر مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ زمین کو ان سے پاک کر دے۔اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو انہیں بہا کر سمندر میں لے جائے گی پھر لوگ شاداب ہو جائیں گے حتی کہ انگور کے ایک گچھے سے پورا گھر سیر ہوگا۔

امام ابن جریر اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یاجوج و ماجوج کا پہلا گروہ دجلہ دریا کی مثل نہر سے گزرے گا۔پھر جب ان کا آخری گروہ گزرے گا تو وہ کہے گا کبھی اس نہر میں پانی ہوا کرتا تھا۔ان میں سے کوئی شخص نہیں مرے گا مگر اپنی اولاد میں سے ہزار افراد سے زائد چھوڑ کر جائے گا۔یاجوج و ماجوج کے بعد ایسی تین امتیں ہیں جن کی تعداد صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔تاریس،تاویل،ناسک یا منسک۔(1)

امام ابویعلی، حاکم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دیوار کے متعلق بتایا کہ ہر روز یاجوج و ماجوج اسے کھودیں گے حتی کہ وہ اسے پھاڑنے کے قریب پہنچ جائیں گے تو ان کا سردار کہے گا واپس چلے جاؤ (باقی) کل پھاڑیں گے۔فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس دیوار کو پہلی کیفیت سے زیادہ سخت کر کے لوٹا دے گا حتی کہ وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا تو ان کا سردار انہیں کہے گا واپس چلے جاؤ کل ان شاء اللہ اس کو مزید پھاڑیں گے،وہ ان شاء اللہ کہے گا تو وہ دوسرے دن آئیں گے تو وہ اسی کیفیت میں ہوگی جیسے وہ پہلے دن چھوڑ کر جائیں گے۔وہ اسے پھاڑیں گے اور لوگوں پر نکل آئیں گے۔وہ تمام پانی پی جائیں گے اور لوگ ان سے بھاگ جائیں گے وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے پس وہ خون آلود ہو کر واپس آئیں گے۔وہ کہیں گے ہم اہل زمین پر غالب آ گئے اور آسمان پر بھی سختی سے ہم نے غلبہ پالیا۔پس اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں میں ایک کیڑا پیدا فرمائے گا جو انہیں ہلاک کر دے گا۔فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! زمین کے جانور ان کے گوشت کھانے کی وجہ سے موٹے ہو جائیں گے اور خوش ہوں گے اور شکر ادا کریں گے۔(2)

امام حاکم نے حذیفہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں زیادہ جانتا ہوں جو کچھ دجال کے ساتھ ہوگا،اس کے ساتھ دو نہریں ہوں گی،ایک آگ کی نہر ہوگی جو اس کو دیکھے گا۔اس کی آنکھ میں وہ بھڑکے گی اور دوسری میں سفید پانی ہوگا جو تم میں سے اس کو پائے اس کو آنکھ بند کر لینی چاہیے اور اس سے پیئے جس کو وہ آگ دیکھ رہا ہو کیونکہ وہ حقیقت میں ٹھنڈا پانی ہوگا۔اس دوسری نہر سے بچو کیونکہ وہ فتنہ ہے اور جان لو کہ دجال کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہے۔اس کو ہر شخص پڑھ لے گا خواہ وہ لکھتا ہوگا یا نہیں لکھتا ہوگا۔اس کی ایک آنکھ مسوح (مٹی ہوئی) ہوگی۔اس کی آنکھ پر گوشت چڑھا ہوگا وہ آخر میں بطن اردن پر وادی افیق پر ظاہر ہوگا۔بطن اردن میں ہر شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر

1۔مستدرک حاکم،جلد 4،صفحہ 537 (8507)،دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔تاریخ ابن عساکر،جلد 2،صفحہ 233،دار الفکر،بیروت مستدرک حاکم،جلد 4،صفحہ 534،دار الکتب العلمیہ بیروت

ایمان رکھتا ہے۔ وہ مسلمانوں کے ثلث کو قتل کرے گا، ثلث کو شکست دے گا اور ایک حصہ باقی رہ جائے گا۔ ان پر رات تاریک ہو جائے گی۔ مومنین ایک دوسرے سے کہیں گے: تم کیا انتظار کر رہے ہو کہ تم بھی اپنے رب کی رضا میں اپنے بھائیوں سے مل جاؤ؟ جس کے پاس بچا ہوا کھانا ہوا سے وہ اپنے بھائی کے پاس لے جانا چاہیے اور تم نماز پڑھو حتی کہ فجر طلوع ہو جائے اور نماز میں جلدی کرو پھر اپنے دشمن کی طرف توجہ کرو۔ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوں گے تو عیسیٰ بن مریم ان کے سامنے اترے گے اور انہیں نماز پڑھائیں گے۔ جب وہ سلام پھیریں گے تو فرمائیں گے اس طرح کشادگی کرو میرے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کے درمیان۔ پس وہ پگھل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان پر مسلمانوں کو مسلط فرمائے گا۔ وہ انہیں قتل کریں گے حتی کہ درخت اور پتھر ندا دیں گے اے اللہ کے بندے! اے رحمٰن کے بندے...... اے مسلم! یہ ہے یہودی اس کو قتل کر۔ پس اللہ تعالیٰ یہود کو قتل کر دے گا اور مسلمانوں کو غلبہ دیا جائے گا، وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے۔ اسی کیفیت میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو نکالیں گے ان کا پہلا گروہ بحیرہ کا سارا پانی پی جائے گا۔ ان کا آخری گروہ آئے گا تو وہ پہلا گروہ سب کچھ صاف کر گیا ہوگا۔ ایک قطرہ پانی بھی نہ چھوڑا ہوگا۔ وہ کہیں گے ہم اپنے دشمنوں پر غالب آ گئے۔ کبھی یہاں پانی کا اثر تھا۔ پھر اللہ کے نبی تشریف لائیں گے اور اس کے ساتھی اس کے پیچھے ہوں گے حتی کہ وہ فلسطین کے شہروں میں سے ایک شہر میں داخل ہوں گے جس کو لد کہا جاتا ہے۔ وہ کہیں گے ہم نے زمین والوں پر غلبہ حاصل کر لیا۔ پس آئے ہم اس سے جنگ کریں جو آسمان میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے اس کے نبی (عیسیٰ علیہ السلام) دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کے گلوں میں ایک پھوڑا پیدا فرمائے گا جس کی وجہ سے ان میں سے ایک بھی نہیں بچے گا پھر ان کی بدبو مسلمانوں کو اذیت دے گی عیسیٰ علیہ السلام پھر دعا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ ان پر ایک آندھی چلائے گا جو ان تمام کو سمندر میں پھینک دے گی۔(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالزاہریہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنگوں سے مسلمانوں کی واپسی کی جگہ دمشق ہے اور دجال سے واپسی کی جگہ بیت المقدس ہے اور یاجوج و ماجوج سے واپسی کی جگہ بیت الطور ہے جب وہ لوگوں پر نکلیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ یعنی ماجوج و ماجوج لوگوں پر نکلیں گے تو تند موجود کی طرح ایک دوسرے میں گھس جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ کا مظاہرہ قیامت کے دن ہوگا پھر اس کے بعد صور پھونکا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ہارون بن عنترہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے: ابن عباس نے فرمایا: جن و انس ایک دوسرے میں موجوں کی طرح گھس جائیں گے۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ہارون عنترہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شیخ بنی فزارہ نے کہا کہ جب جن و

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 537 (8507)، دار الکتب العلمیہ بیروت

انس ایک دوسرے میں گھس جائیں گے تو ابلیس کہے گا: میں اس امر کا علم تم سے زیادہ جانتا ہوں، پس ابلیس مشرق کی طرف جائے گا تو فرشتے زمین کو گھیرے ہوئے ہوں گے۔ پھر وہ مغرب کی طرف سفر کرے گا تو وہ پائے گا کہ فرشتوں نے زمین کو گھیرے میں لے رکھا ہے پھر وہ دائیں بائیں سفر کرے گا حتی کہ زمین کے آخری کنارہ تک جائے گا۔ وہ پائے گا کہ فرشتوں نے زمین کو گھیرے میں لے رکھا ہے، ابلیس کہے گا اب تو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں ہے۔ وہ ایسی کیفیت میں ہوگا کہ اس کے سامنے ایک راستہ آئے گا گویا کہ وہ شعلہ ہے۔ وہ اور اس کی اولاد اس پر چلیں گے تو وہ اس طرح اچانک آگ پر داخل ہو جائیں گے، اس کے پاس آگ کا داروغہ آئے گا اور کہے گا اے ابلیس! کیا تیری اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مقام ومنزلت نہ تھی کیا تو جنتوں میں نہ تھا۔ ابلیس کہے گا آج عتاب کا دن نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر کوئی عبادت فرض کرے تو میں ایسی عبادت کروں گا کہ اس کی مخلوق میں سے کسی نے ایسی عبادت نہ کی ہوگی۔ فرشتہ جہنم کہے گا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر ایک فریضہ عائد کیا ہے۔ ابلیس کہے گا وہ کیا ہے؟ فرشتہ کہے گا اس نے تجھے آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔ وہ فرشتہ اسے اور اس کی اولاد کو پر مار کر دوزخ میں پھینک دے گا پھر جہنم چنگھاڑ رہی ہوگی۔ ہر مقرب فرشتہ اور نبی مرسل اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوگا۔

الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَ كَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾

"وہ کافر جن کی آنکھوں پر پردے پڑے تھے میری یاد سے اور جو (کلمۂ حق) سن بھی نہیں سکتے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ وہ حق کا رخ زیبا دیکھنے سے اندھے ہیں، انہیں حق نظر ہی نہیں آتا۔ وہ حق کا پیغام ہدایت سننے سے بہرے ہیں، انہیں آواز حق سنائی ہی نہیں دیتی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے یہ مطلب روایت کیا ہے کہ وہ حق کی آواز سمجھتے ہی نہیں۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْۤ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

"کیا گمان کرتے ہیں کفار کہ وہ بنالیں گے میرے بندوں کو میرے بغیر حمایتی؟ (یہ ناممکن ہے) بے شک ہم نے تیار کر رکھا ہے جہنم کو کفار کی رہائش کے لیے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ کفار نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ ملائکہ کو اپنا حمایتی بنالیں گے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر۔

امام ابوعبید، سعید بن منصور اور ابن المنذر رحمہم اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حسب کو سین کی جزم اور باء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام ابوعبید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ وہ اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا تلاوت کی اور فرمایا کیا انہوں نے یہ گمان کیا ہے۔

قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا ۱۰۳ اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُهُمۡ فِی
الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَ هُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ۱۰۴ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ
كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِیۡمُ لَهُمۡ یَوۡمَ
الۡقِیٰمَةِ وَزۡنًا ۱۰۵ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمۡ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوۡا وَ اتَّخَذُوۡۤا اٰیٰتِیۡ وَ
رُسُلِیۡ هُزُوًا ۱۰۶ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتۡ لَهُمۡ جَنّٰتُ
الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ۱۰۷ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡهَا حِوَلًا ۱۰۸

”فرمایئے (اے لوگو!) کیا ہم مطلع کریں تمہیں ان لوگوں پر جو اعمال کے لحاظ سے گھاٹے میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیوی زندگی کی آرائش میں کھو کر رہ گئی ہے اور وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ کوئی بڑا عمدہ کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ (بدنصیب) ہیں جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور اس کی ملاقات کا تو ضائع ہو گئے ان کے اعمال تو ہم ان (کے اعمال تولنے) کے لیے روز قیامت کوئی ترازو نصب نہیں کریں گے۔ یہ ہے ان کی جزا جہنم اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور رسولوں کو مذاق بنالیا۔ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل (بھی) کرتے رہے تو فردوس کے باغات ان کی رہائش گاہ ہوں گے۔ وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں (اور) نہیں چاہیں گے کہ وہ اس جگہ کو بدل لیں“۔

امام عبدالرزاق، بخاری، نسائی، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ سے پوچھا: بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا سے مراد کیا حروریہ (خوارج) ہیں؟ فرمایا نہیں، اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ رہے یہود تو انہوں نے محمد ﷺ کی تکذیب کی اور نصاریٰ نے جنت کو جھٹلایا۔ انہوں نے کہا اس میں نہ کوئی طعام ہے اور نہ کوئی شراب ہے۔ حروریہ تو وہ ہے جو عہد کرنے کے بعد اپنے عہد کو توڑتے ہیں۔ حضرت سعد انہیں فاسقین کہتے تھے۔(1)

امام عبدالرزاق، الفریابی، سعد بن منصور، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابن مردویہ نے مصعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ سے پوچھا بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ اَعۡمَالًا سے مراد حروریہ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں لیکن اس سے مراد گرجوں والے ہیں۔ حروریہ تو وہ قوم ہیں کہ جو ٹیڑھے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔(2)

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 1، صفحہ 91-690، وزارت تعلیم اسلام آباد 2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 401 (3400) بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابوخمیصہ عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے علی بن ابی طالب کو اس آیت قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا کی تفسیر کرتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد وہ راہب ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ روک رکھا تھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالطفیل رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ اس سے مراد قریش کے فاجر لوگ ہیں۔ یہ آپ نے ابن الکواء کے سوال کے جواب میں فرمایا۔

امام عبد الرزاق، الفریابی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: میں تو اس سے مراد خوارج ہی سمجھتا ہوں۔

امام بخاری، مسلم، ابن المنذر راور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز ایک موٹے بھاری بھرکم شخص کو لایا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہ ہوگا اور فرمایا یہ آیت پڑھو فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔(1)

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز ایک بہت بڑے شخص کو لایا جائے جو بہت زیادہ کھانے پینے والا ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔(2)

امام ابن ابی شیبہ اور ابن الضریس نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جو شخص دنیا میں قرآن پر عمل کرتا ہے اس کے لیے قیامت کے روز قرآن کو بہت خوبصورت شکل میں بنادیا جائے گا۔ اس کا چہرہ خوب صورت اور اس کی خوشبو پاکیزہ ہوگی۔ وہ اس شخص کے پہلو میں کھڑا ہوگا۔ جب وہ گھبرائے گا تو یہ اس کی گھبراہٹ دور کرے گا اور اسے سکون دے گا اور اس کے لیے امید کو کشادہ کرے گا اور وہ شخص اسے کہے گا: اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ساتھی کی طرف سے بہتر جزاء عطا فرمائے، تیرا چہرہ کتنا حسین ہے تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے! (تو کون ہے) وہ کہے گا کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ آجا مجھ پر سوار ہو جا بہت لمبا عرصہ میں دنیا میں تجھ پر سوار رہا میں تیرا عمل ہوں۔ تیرا عمل حسین تھا۔ پس تو نے میری صورت حسین دیکھی تیرے عمل کی خوشبو پاکیزہ تھی بس تو نے میری خوشبو حسین دیکھی وہ عمل اسے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچا دے گا۔ وہ عمل عرض کرے گا یارب! یہ فلاں ہے۔ (اللہ تعالیٰ حالانکہ اس عمل کی بنسبت بندے کو زیادہ جانتا ہے) میں نے اسے زندگی کے ایام میں مشغول رکھا کبھی میں نے اسے دن کے وقت پیاسا رکھا اور میں نے اس کو راتوں کو جگائے رکھا پھر تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ اس شخص کو بادشاہ والا تاج پہنایا جائے گا اور اسے شاہی لباس دیا جائے گا وہ عرض کرے گا یارب! میں اس کی خاطر دنیا کی چیزوں سے منہ موڑے رہا اور میں تجھ سے اس کے لیے اس سے افضل کی امید رکھتا ہوں۔ پس اس کے دائیں جانب سے جنت

1۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد 1، صفحہ 691، وزارت تعلیم اسلام آباد

2۔ شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب، جلد 5، صفحہ 34 (5670)، دار الکتب العلمیہ بیروت

اور بائیں جانب سے نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ وہ عرض کرے گا یا رب! ہر تاجر اپنی تجارت کے ساتھ اپنے گھروں کے پاس داخل ہوتا ہے۔ پس اس کے رشتہ داروں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اور جو کافر ہوگا اس کا عمل ایک قبیح شکل میں بنا دیا جائے گا۔ وہ اسے دیکھے گا اور اس کی بدبو محسوس کرے گا۔ جب کافر کو خوف لاحق ہوگا تو وہ اس کے خوف میں اضافہ کرے گا اور وہ کہے گا اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ساتھی کی طرف سے برا بدلہ دے۔ تیری صورت بڑی کو قبیح ہے اور تیری بدبو بڑی پریشان کن ہے۔ کافر کہے گا تو کون ہے؟ عمل کہے گا کیا تو مجھے نہیں جانتا میں تیرا عمل ہوں، تیرا عمل قبیح تھا تو نے میری صورت قبیح دیکھی اور تیرا عمل بدبودار تھا تو تو نے میری بدبو محسوس کی۔ وہ عمل کہے گا آجا تاکہ میں تجھے سوار کرلوں، دنیا میں میں تجھ پر سوار رہا۔ پس وہ اسے سوار کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے میزان قائم نہیں فرمائے گا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید رحمہما اللہ نے حضرت عبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز ایک بڑے طویل آدمی کو لایا جائے گا اور اسے میزان میں رکھا جائے گا تو اللہ کی بارگاہ میں اس کا مچھر کے پر کے برابر وزن نہ ہوگا۔ پھر یہ آیت پڑھی فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔(2)

امام ہناد رحمہ اللہ نے حضرت کعب بن عجرہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے تحت روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائے گا پھر اس کا وزن کیا جائے گا تو وہ گندم کے دانہ کے برابر بھی نہ ہوگا۔ پھر اس کا وزن کیا جائے گا تو وہ جو کے دانہ کے برابر نہ ہوگا۔ پھر اس کا وزن کیا جائے گا تو وہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا۔ پھر یہ آیت پڑھی فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابن مردویہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے فردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا اعلیٰ مقام ہے، اہل فردوس عرش کی چرچراہٹ کو سنتے ہیں۔(3)

امام بخاری، مسلم اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو، جنت کا وسط ہے، جنت کا اعلیٰ مقام ہے، اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے، اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔(4)

امام احمد، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے البعث میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجات ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ فردوس جنت کا اعلیٰ درجہ ہے، اس کے اوپر عرش ہے، اس سے جنت کی چار نہریں نکلتی ہیں۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔(5)

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 129 (30046)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 7، صفحہ 55 (34174)
3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 402 (3402)، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ صحیح بخاری باب الجہاد، جلد 3، صفحہ 1027 (2637)، دار ابن کثیر دمشق
5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 45

امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جنت کے سو درجات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے اور بلند ترین درجہ فردوس ہے اور اس کے اوپر عرش ہے۔ یہ جنت میں اعلیٰ مقام ہے۔ اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ (1)

امام ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فردوس جنت میں اعلیٰ درجہ ہے۔ اس میں رحمٰن کا عرش ہے۔ اس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔ جنت عدن جنت کا وسط ہے۔ اس میں رحمٰن کا وسیع مکان ہے۔ اس سے عرش کی چرچراہٹ سنی جا سکتی ہے۔ پس جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ (2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فردوس رحمٰن کا مقصورہ (محفوظ جگہ) ہے۔ اس میں بہترین نہریں اور پھل ہیں۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فردوس رومی زبان میں باغ کو کہتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: فردوس نبطی زبان میں انگوروں کو کہتے ہیں، اس کی اصل فرداس ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن الحارث سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت کعب سے جنت کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ سریانی زبان میں انگوروں کے باغات کو کہتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ فردوس جنت ہے اور جنت رومی لغت میں فردوس کو کہتے ہیں۔

امام نجار رحمہ اللہ نے جزء التراجم میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے سو درجات ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ فردوس جنت کا اعلیٰ مقام ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے حِوَلًا کا معنی مُتَحَوَّلًا روایت کیا ہے۔ (3)

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾

"(اے حبیب) آپ فرمائیے کہ اگر ہو جائے سمندر روشنائی میرے رب کے کلمات (لکھنے) کے لیے تو ختم ہو جائے گا سمندر اس سے پیشتر کہ ختم ہوں میرے رب کے کلمات اور اگر ہم لے آئیں اتنی اور روشنائی اس کی مدد کو (تب بھی ختم نہ ہوں گے)"۔

امام ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ سے مراد علم ربی ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 45 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 16، صفحہ 47

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کی حکمت کے ختم ہونے سے پہلے سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوالبختری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: سلمان سے ایک شخص ملا تا کہ ان سے علم حاصل کرے، سلمان اسے دریائے دجلہ پر لے گئے جب کہ دجلہ بھرا ہوا تھا۔ سلمان نے فرمایا: اترو اور پیو۔ اس نے پیا تو آپ نے فرمایا اور پیو اور پیو پھر فرمایا تو نے دریائے دجلہ سے کتنا پانی کم کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے تو کچھ بھی کم نہیں کیا؟ سلمان نے فرمایا اسی طرح علم (کا سمندر ہے) تو اس سے جتنا بھی حاصل کرے گا تو اس میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

"(اے پیکر رعنائی وزیبائی) آپ فرمائیے کہ میں بشر ہی ہوں تمہاری طرح، وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ تمہارا خدا صرف اللہ وحدہٗ ہے۔ پس جو شخص امید رکھتا ہے اپنے رب سے ملنے کی تو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو"۔

امام ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ان مشرکین کے بارے نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی بھی عبادت کرتے تھے۔ یہ مومنین کے بارے میں نہیں ہے۔(1)

امام عبدالرزاق، ابن ابی الدنیا نے الاخلاص میں، ابن ابی حاتم، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں موقف حج میں کھڑا ہوتا ہوں اور مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے اور میری یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ میرا یہاں کھڑا ہونا دیکھا جائے (یعنی لوگ مجھے دیکھ لیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی بات سن کر کوئی جواب نہ دیا حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔(2)

حاکم (انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے طاؤس عن ابن عباس کے سلسلہ سے موصولاً روایت کی ہے۔(3)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مسلمانوں میں سے ایک شخص جہاد کرتا ہے اور وہ یہ بھی پسند کرتا تھا کہ اس کے جہاد کو دیکھا جائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔

امام ابن مندہ، ابونعیم (نے الصحابہ میں) اور ابن عساکر نے حضرت السدی الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس

1۔ شعب الایمان، باب فی اخلاص العمل للہ وترک الریاء، جلد 5، صفحہ 340 (6853)، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 366 (7939)، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً

کے طریق سے روایت کیا ہے کہ جندب بن زہیر جب نماز پڑھتے یا روزہ رکھتے یا صدقہ کرتے اور لوگوں میں اپنے عمل کا تذکرہ سنتے تو خوش ہوتے اور اس خوشی میں نیکی میں اور اضافہ کرتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔(1)

امام ہناد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں صدقہ کرتا ہوں اور اس سے میرا مقصود رضائے الٰہی بھی ہوتا ہے اور میں یہ بھی پسند کرتا ہوں کہ میرے بارے میں نیکی کا ذکر کیا جائے تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔

امام ہناد، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سعید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ لِقَآءَ رَبِّهٖ سے مراد ثواب ربہ ہے فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ یعنی ریاکاری نہیں کرتا۔(2)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق سے حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ۔ کے تحت روایت کیا ہے کہ جو شخص آخرت میں اٹھنے سے ڈرتا ہے اور اپنا عمل کسی کو دکھاتا نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہارا رب فرماتا ہے میں شریک سے بہتر ہوں، ہر وہ عمل جس میں میرے ساتھ میری مخلوق میں سے کسی کو شریک کیا گیا ہو تو میں اس عمل کو اس شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہوں اور میں کوئی عمل قبول نہیں کرتا مگر جو خالصا میری رضا کے لیے کیا گیا ہو۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ تلاوت فرمائی۔

ابن ابی حاتم نے کثیر بن زیاد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے حسن سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ مومن کے بارے میں نازل ہوئی۔ میں نے کہا کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں لیکن عمل کے لیے شرک کرتا ہے کیونکہ وہ اس عمل سے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی رضا چاہتا ہے۔ اس وجہ سے وہ عمل قبول نہیں ہوتا۔

امام ابن ابی حاتم نے عبدالوحد بن زید سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے الحسن سے کہا: مجھے ریاء کے متعلق بتاؤ کیا وہ شرک ہے؟ انہوں نے فرمایا بیٹا! ہاں وہ شرک ہے۔ تو یہ آیت نہیں پڑھتا فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ پہلے اور پچھلے لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا۔ ایک آنکھ ان کو دیکھے گی اور ایک داعی ان کو (اپنی بات) سنائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں شریک سے بہتر ہوں ہر وہ عمل جو دنیا میں میرے لیے کیا گیا اور اس میں غیر کو بھی شریک کیا گیا تو میں آج اس کو چھوڑتا ہوں آج میں اس عمل کو قبول کروں گا جو خالصا میری رضا کے لیے ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ۝ (الصافات) فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔(3)

امام ابن سعد، احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو سعد بن ابی فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کو جمع فرمائے گا جس دن کے

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 11، صفحہ 304، دار الفکر بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 341 (6855)، دار الکتب العلمیہ بیروت (مختصرا)
3۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 290، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

آنے میں کوئی شک نہیں ہے تو ایک ندا کرنے والا ندا دے گا جس نے کسی نیک عمل میں کسی غیر اللہ کو شریک کیا آج اسے چاہیے کہ غیر اللہ سے ثواب طلب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ شرکاء کے شرک سے مستغنی ہے۔(1)

حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ایک شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے اور وہ دنیا کی عزت کا بھی متلاشی ہے (کیا اسے کچھ اجر ملے گا؟) فرمایا: اسے کچھ اجر نہیں ملے گا، لوگوں کو یہ جواب بہت عجیب لگا۔ اس شخص نے پھر اپنا سوال دہرایا تو فرمایا اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔(2)

امام ابن ابی الدنیا نے الاخلاص میں، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ریاکاری کو شرک اصغر شمار کرتے تھے۔(3)

امام احمد، ابن ابی الدنیا، ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے ریاکاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے ریاکاری سے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔(4)

امام الطیالسی، احمد اور ابن مردویہ نے حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بہتر تقسیم کرنے والا ہوں اس کے لیے جس نے میرے ساتھ شریک ٹھہرایا، جس نے کسی کو میرا شریک ٹھہرایا اس کا عمل قلیل اور کثیر اس شریک کے لیے ہے جس کو اس نے شریک ٹھہرایا میں اس سے بے نیاز ہوں۔

امام البزار، ابن مندہ، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے ریاکاری سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے ریاکاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے ریاکاری سے صدقہ کیا اس نے شرک کیا؟ عبدالرحمٰن نے کہا میں نے سنا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت بھی تلاوت فرمائی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔ لوگوں پر یہ قول شاق گزرا اور انہیں سخت پریشانی ہوئی، فرمایا کیا میں تمہارے لیے اس کی وضاحت نہ کردوں۔ عرض کی یارسول اللہ! ﷺ ضرور کرم فرمایئے فرمایا یہ اس آیت کی مثل ہے جو سورۂ روم میں ہے وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ (الروم:39) ''جو روپیہ تم دیتے ہو بیاج پر تا کہ وہ بڑھتا رہے لوگوں کے مالوں میں (سن لو!) اللہ کے نزدیک یہ نہیں بڑھتا''۔ پس جس نے ریاکاری سے عمل کیا نہ وہ اس کے حق میں لکھا جائے گا اور نہ اس کے خلاف لکھا جائے گا۔(5)

امام احمد، حکیم، ترمذی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شرک خفی یہ ہے کہ انسان کسی کے دکھانے کی خاطر نماز پڑھتا ہے۔(6)

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 215، دار صادر بیروت 3۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 403 (3404) دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 337 (6843) دار الکتب العلمیہ بیروت

4۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 365 (7938) 5۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 340 (6852) 6۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 334 (6832)

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام احمد، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ کا خدشہ ہے۔ میں نے عرض کی: آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ فرمایا ہاں، لیکن وہ سورج، چاند، پتھر اور بتوں کی عبادت نہیں کریں گے لیکن وہ لوگوں کے دکھاوے کے لیے عمل کریں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! شہوت خفیہ سے کیا مراد ہیں؟ فرمایا ایک شخص صبح روزہ رکھے گا، اس کی کوئی خواہش ابھرے گی تو وہ روزہ چھوڑ کر اپنی خواہش پوری کرے گا۔ (1)

امام احمد، مسلم، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کریم سے روایت کیا ہے کہ میں شرکاء سے بہتر ہوں، جس نے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے غیر کو بھی شریک کیا تو میں اس سے اور جس کو اس نے شریک ٹھہرایا (دونوں سے) بری ہوں۔ (2)

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت محمود بن لبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب وہ لوگوں کو اعمال کی جزا دے گا: (ریاکارو!) تم اپنے اعمال کا اجر طلب کرنے کے لیے ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو تم دکھانے کے لیے دنیا میں عمل کرتے تھے اور دیکھو کیا تم ان کے پاس جزاء پاتے ہو؟ (3)

امام البزار اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز سربمہر صحیفوں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بنی آدم کے اعمال پیش کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان صحیفوں کو پھینک دو اور ان کو قبول کر لو، ملائکہ عرض کریں گے: یا رب! اللہ کی قسم! ہم نے اس سے نہیں دیکھا مگر خیر کو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کا عمل میری رضا کے لیے نہ تھا میں آج صرف وہ عمل قبول کروں گا جو میری رضا کے لیے ہوگا۔ (4)

امام البزار، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے ایک ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی جرح نہیں ہے۔ حضرت الضحاک بن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بہتر شریک ہوں جو میرے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے وہ شریک کے لیے ہے، اے لوگو! خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اعمال کرو لیکن اللہ تعالیٰ وہ اعمال قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لیے ہوں۔ یہ نہ کہو کہ یہ اللہ کے لیے اور یہ رحم کے لیے ہے کیونکہ وہ صرف رحم کے لیے ہوگا۔ اللہ کے لیے اس عمل میں سے کچھ نہیں ہوگا۔ (5)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ مجھے جہاد اور جنگ کے متعلق بتائیں۔ فرمایا اے عبد اللہ! اگر تو صابر رہے اور ثواب کی نیت سے جہاد کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ تجھے

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 124، دار صادر بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 329 (6815)
3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 333 (6831)
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 335 (6836)
5۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 336 (6836)

صبر کرنے والا اور ثواب کی نیت سے عمل کرنے والا اٹھائے گا، اگر تو دکھاوے اور مال کی کثرت کے لیے جہاد کرتا رہے گا تو جس حال پر بھی تو قتل کرے گا یا قتل کیا جائے گا اللہ تعالیٰ تجھے اس حال پر اٹھائے گا۔(1)

امام احمد، دارمی، نسائی، رویانی، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے یحییٰ بن ولید بن عبادہ عن جدہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے جہاد کیا اور اس کی نیت صرف اسی کا حصول تھا تو اس کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔(2)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت یعلی بن منبہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ مجھے جنگی مہموں پر بھیجا کرتے تھے۔ ایک دن مجھے روانہ کیا تو ایک شخص (جنگ کی خاطر) سواری پر سوار تھا۔ میں نے اسے کہا چلو۔ اس نے کہا میں تیرے ساتھ نہیں چلوں گا۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا تم میرے لیے تین دنانیر مقرر کرو۔ میں نے کہا ابھی جب کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو الوداع کہا ہے، میں آپ کی طرف لوٹنے والا نہیں ہوں، تم چلو۔ آپ کو تین دینار ملیں گے۔ جب میں جنگ سے واپس آیا تو میں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس کا واقعہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تین دنانیر اسے دے دو کیونکہ جنگ سے اس کا یہی حصہ ہے۔(3)

امام ابوداؤد، نسائی اور طبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: اس شخص کے بارے بتائیے جو جنگ سے اجر اور شہرت دونوں کا متمنی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ اس نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا۔ آپ ﷺ ہر مرتبہ فرماتے رہے اس کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ صرف وہ عمل قبول فرماتا ہے جو خالصاً اس کی رضا کے لیے ہو اور اس کی خوشنودی مطلوب ہو۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء سے ایک ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔ سوائے اس عمل کے جس میں مقصود رضائے الٰہی ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگوں کے سنانے کے لیے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سنانے کی جزا دے گا اور جو ریاکاری کا عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ریاکاری کی سزا دے گا۔(4)

امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو خطبہ صرف اس غرض کے لیے دیتا ہے کہ لوگ دیکھیں اور شہرت ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے ریا اور شہرت کی جگہ میں ٹھہرائے گا (اور لوگوں کے سامنے اس کو رسوا کرے گا کہ اس نے دکھانے کی خاطر اور شہرت کی غرض سے عمل کیا تھا)۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو ریاکاری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ریاکاری کی سزا دے گا اور جو شہرت کی خاطر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے شہرت کی سزا دے گا۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 95 (2437)، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 120 (2522) 3۔ ایضاً، (2523)

4۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 330 (6818)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت محمود بن لبید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شرک السرائر سے بچو، صحابہ نے پوچھا شرک السرائر کیا ہے؟ فرمایا ایک شخص تم میں سے کھڑا ہوتا ہے، وہ اپنی نماز پوری کوشش سے ادا کرتا ہے تاکہ لوگ اسے دیکھیں تو یہ شرک السرائر ہے۔

ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے نماز پڑھی جب کہ لوگ اسے دیکھ رہے ہوں تو وہ اسی طرح نماز پڑھے جس طرح وہ تنہائی میں پڑھتا ہے ورنہ یہ استہانت ہوگی جس کے ساتھ وہ اپنے رب کی استہانت کر رہا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے عمرو بن عبسہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جب قیامت کا دن ہوگا تو دنیا کو لایا جائے گا اور جو عمل اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگا اور جو غیر اللہ کے لیے ہوگا ان میں تفریق کی جائے گی اور جو غیر اللہ کے لیے ہوگا اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا۔ فرمایا اے لوگو! شرک سے بچو کیونکہ یہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے۔ صحابہ نے عرض کی: ہم اس سے کیسے بچیں جب کہ یہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے؟ فرمایا تم اس طرح کہو اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهٗ وَنَسْتَغْفِرُ لِمَا لَا نَعْلَمُ (اے اللہ! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ہم تیرا شریک ٹھہرائیں کسی چیز کو جسے ہم جانتے ہیں اور ہم استغفار کرتے ہیں جسے ہم نہیں جانتے)۔(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: قیامت کے روز دنیا کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے لیے تھا اسے علیحدہ کر دو، اسے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ پھر ارشاد ہوگا باقی تمام کو آگ میں ڈال دو۔

امام حاکم (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ تھوڑی سی ریاکاری شرک ہے اور جس نے اللہ کے دوستوں سے دشمنی کی اس نے اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کیا اور اللہ تعالیٰ ابرار، اخفیاء، اتقیاء سے محبت کرتا ہے جو غائب ہو جاتے ہیں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا۔ اگر (معاشرہ) میں موجود ہوتے ہیں تو انہیں بلایا نہیں جاتا اور وہ معروف شخصیات میں سے نہیں ہوتے۔ ان کے دل تاریکی کے چراغ ہوتے ہیں، وہ ہر خاک آلود تاریک جگہ سے نکلیں گے۔(4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمل کے ضیاع سے بچنا عمل کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ ایک شخص عمل کرتا ہے پس اس کے لیے وہ عمل صالح لکھا جاتا ہے، جس کو پوشیدہ کیا گیا ہے اس کا اجر اسے ستر گناہ دیا جاتا ہے۔ شیطان ہمیشہ اس کو اکساتا رہتا ہے کہ وہ اپنے عمل کو لوگوں کے سامنے ذکر کرے تو وہ لوگوں

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 339 (6849)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 70 (29547)، مدینہ منورہ
3۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 342 (10515)
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 328 (6812)

کے سامنے اسے ذکر کر دیتا ہے پس وہ عمل علانیہ لکھا جاتا ہے اس کو پہلے جو پوشیدہ عمل کی وجہ سے ستر گناہ اجر دیا تھا وہ مٹا دیا جاتا ہے پھر شیطان اس کے ساتھ رہتا ہے حتی کہ وہ شخص دوبارہ اپنے عمل کو لوگوں کے سامنے ذکر کرتا ہے اور وہ پسند کرتا ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے اور اس کی تعریف کی جائے تو وہ عمل علانیہ سے بھی مٹا کر ریاء کا عمل لکھ دیا جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا وہ شخص ہے جس نے اپنے دین کو بچا لیا کیونکہ ریاء شرک ہے۔(1)

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری بارگاہ میں از روئے مقام کے اچھا ولی وہ شخص ہے جو نماز پڑھنے والا ہو اور خفیہ طور پر اللہ تعالیٰ کی عمدہ طریقہ سے عبادت کرنے والا وہ ہے جو لوگوں سے چھپ کر عبادت کرتا ہے، انگلیوں کے ساتھ اس کی اشارے نہیں کیے جاتے۔ اس کو موت جلدی آجاتی ہے تو اس کی میراث کم ہوتی ہے اور اس پر رونے والیاں بھی کم ہوتی ہیں۔(2)

امام ابن سعد، احمد اور بیہقی نے حضرت ابو ہند داری سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو ریاکاری اور شہرت کی خاطر کھڑا ہوتا ہے یوم قیامت اللہ تعالیٰ اس کے دکھلاوے اور شہرت کا اظہار کرے گا۔(3)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن النضر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے ہر روز جہنم بھی چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے اور وہ وادی ریاکاریوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

امام بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: جب الحزن سے اللہ کی پناہ مانگو، پوچھا گیا یا رسول اللہ! ﷺ اس میں کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا: جو اپنے اعمال میں ریاکاری کرتے ہیں۔(4)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے کوئی عمل کیا اور اس نے میرے غیر کا ارادہ کیا تو میں اس سے بری ہوں۔(5)

امام ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شرک اصغر سے بچو۔ صحابہ کرام نے پوچھا شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری۔ جس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا تو ریاکاروں کو حکم ہوگا تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کے دکھاوے کے لیے تم عمل کرتے تھے پھر دیکھو کیا تم ان کے پاس جزا پاتے ہو۔

امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ میں حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہر وہ عمل جس سے رضائے الٰہی مقصود نہیں ہوتی وہ کمزور ہوتا ہے۔(6)

امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے الزہد میں حضرت ابو العالیہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: مجھے محمد ﷺ کے اصحاب نے کہا اے ابو العالیہ! تو غیر اللہ کے لیے عمل نہ کیا کر ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے اس کے سپرد کر دے گا جس کے لیے تو عمل کرے گا۔(7)

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 328 (6813) 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 329 (6814) 3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 331 (6823)
4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 339 (6851) 5۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 355 (6923)
6۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 176، دار السعادۃ مصر 7۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 207 (35384)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ابن ابی شیبہ نے ربیع بن خثیم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس عمل سے رضائے الٰہی مراد نہ ہو وہ کمزور ہوتا ہے۔(1)

امام ابن الضریس رحمہ اللہ نے فضائل قرآن میں حضرت اسماعیل بن ابی رافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سورت کے متعلق نہ بتاؤں جس کی عظمت نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو بھر دیا ہے اور ستر ہزار فرشتوں نے اس کی پیروی کی ہے؟ وہ سورۂ کہف ہے جو اسے جمعہ کے دن پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے آئندہ جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ معاف فرمادے گا اور اس کو ایک نور عطا کیا جائے گا جو آسمان تک پہنچے گا اور اللہ تعالیٰ اسے دجال کے فتنہ سے بچالے گا اور جس نے اپنے بستر پر لیٹنے کے وقت اس کی آخری پانچ آیات پڑھیں وہ محفوظ ہے اور رات کے جس وقت چاہے اٹھے۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت تلاوت کی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ۔ یہ آخری آیت ہے جو قرآن سے نازل ہوئی۔(2)

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو حکیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری امت پر سورۂ کہف کی آخری آیات کے علاوہ کچھ بھی نہ نازل ہوتا تو ان کے لیے یہی آیات کافی ہوتیں۔

امام ابن راہویہ، البزار، ابن مردویہ، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور الشیرازی رحمہم اللہ نے الالقاب میں حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رات کو فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ الخ کی آیت تلاوت فرمائی تو اس کے لیے عدن سے مکہ تک نور ہوگا جس میں فرشتے بھرے ہوئے ہوں گے۔(3)

امام ابن الضریس رحمہ اللہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے سورۂ کہف کی آخری آیات کی حفاظت کی اس کے لیے سر سے قدم تک نور ہوگا۔ واللہ اعلم۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 230 (35577)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 49، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 402 (3403)، دار الکتب العلمیہ بیروت